عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کی کتاب



کتاب السنۃ پر ایک نظر



حسب الارشاد

استاذ العلماء پیر جی سید مشتاق علی شاہ

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

پسند فرمودہ

مفتی شہر حضرت مولانا مفتی محمد نعمان احمد صاحب

جمع وترتیب

مولانا عبدالعلیم چترالی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

متخصص ومدرس ادارۃ النعمان گوجرانوالہ



مکتبہ دار النعمان

گوجرانوالہ

عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کی کتاب

کتاب السنۃ

پر

ایک نظر

حسب الارشاد

استاذ العلماء پیر جی سید مشتاق علی شاہ صاحب دامت برکاتہم عالیہ

پسند فرمودہ

مفتی شہر حضرت مولانا مفتی محمد نعمان احمد صاحب

جمع و ترتیب

مولانا عبدالعلیم چترالی

(فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی،
متخصص ادارۃ النعمان پیپلز کالونی گوجرانوالہ)

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت ادارۃ النعمان، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ

نام کتاب	کتاب السنہ پر ایک نظر
مصنف	مولانا عبدالعلیم چترالی
کمپوزنگ	ماہیر گرافکس
تاریخ طبع اول	فروری 2023ء
صفحات	224
تعداد	250
قیمت	

ملنے کا پتہ

شعبہ نشر و اشاعت ادارۃ النعمان، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ

ضروری اعلان:

ہم نے اس رسالہ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو۔ مگر پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ ضرور درست کردی جائے گی۔ ہم قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر صحیح معنی میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین !!

احقر

عبدالعلیم چترالی

13-2-2023

فہرست مضامین

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

معزز قارئین کرام! امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت التوفی ۱۵۰ھ ائمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام ہیں اور چاروں اماموں میں سے تابعی (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھنے والا شخص) ہونے کا شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ کا زمانہ امام بخاری رحمہ اللہ سے کافی پہلے کا ہے۔ آپ کی ولادت کی تاریخ میں مورخین کے تین قول زیادہ مشہور ہیں۔ ۶۱ھ، ۷۰ھ اور ۸۰ھ۔ تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۶ میں ۶۱ھ اور ۸۰ھ والے دو قول نقل کئے گئے ہیں۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق کے مطابق ۷۰ھ والے قول کو ترجیح دی ہے مگر زیادہ تر مؤرخین نے ۸۰ھ والے قول ہی کو لیا ہے۔ اور ہم نے بھی ۸۰ھ والے قول ہی کو لیا ہے۔ کیونکہ آپ کے مخالفین کو بھی یہ قول تسلیم ہے، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی ولادت ۱۳ شوال بعد نماز جمعہ ۱۹۷ھ کو بخارا میں ہوئی۔ اس حساب سے امام بخاری رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ۱۱۴ سال چھوٹے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کے تمام ضروری علوم حاصل کئے اور اپنے ہمعصروں میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کیا یہاں تک کہ آپ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانے کے ہر فتنے کا مقابلہ کیا اور ہر طرح کی گمراہی سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔ آپ کے دور میں قدریہ، جبریہ، معتزلہ، خوارج، روافض جہمیہ، مرجئہ اور دھریہ وغیرہ موجود تھے۔ آپ نے ان سب کا مقابلہ کیا۔

(دیکھئے حیات امام ابو حنیفہ تالیف الشیخ ابو زھرہ مصری)

جس کی وجہ سے آپ کی مخالفت شروع ہوئی۔ اور اُن لوگوں نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دیئے۔

جن لوگوں نے جرح کی ان کے اقوال کو اپنی سند کے ساتھ کئی لوگوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے ان میں سے ایک نام امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ بن احمد بن حنبل التوفی

۲۹۰ھ کا بھی آتا ہے۔ آپ کی طرف ایک کتاب منسوب ہے جس کا نام ''کتاب السنۃ'' ہے یہ کتاب حقیقت میں آپ کی ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔ اس کتاب کے دو نسخے ہمارے سامنے ہیں ایک میں جرح کے اقوال موجود ہیں ایک میں نہیں۔ جس نسخے میں جرح کے اقوال ہیں وہ نسخہ الدکتور محمد بن سعید بن سالم القحطانی جامعہ ام القریٰ کلیۃ الدعوۃ واصول الدین قسم العقیدۃ کی تحقیق والا ہے اور دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر والتوزیع ریاض سعودی عرب کا مطبوعہ ہے۔ اس میں ۱۵ جارحین کو تو مستقل عنوان بنا کر پیش کیا گیا ہے باقی کو ان کسی کے تحت وغیرہم کہہ کر نقل کر دیا گیا ہے۔ کل اقوال کی تعداد ۱۸۴ ہے۔ مگر اعتراض سارے وہی ہیں جو خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں جمع کیے ہیں۔ ہم نے جب ان کا خلاصہ نکالا تو یہ صرف ۱۶ اعتراض بنے۔ ہم نے صرف ان چھ اعتراضوں کا جواب دینا ہی پسند کیا۔ جب ان سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ دوسرے حصے میں دیر ہو سکتی ہے اس لیے دوسرے کا جتنا کام ہو چکا ہے وہ بھی اسی میں شامل کر دیا جائے تفصیلی جواب بعد میں آتا رہے گا۔ اس طرح چالیس (۴۰) اعتراضوں کے جواب اس حصہ میں آگئے ہیں۔

اعتراضوں کے حساب سے تو یہ چالیس بنتے ہیں مگر یہ ۱۴۴ سندوں کے جواب ہیں کیونکہ پہلے اعتراض کے اقوال کی تعداد ۱۷ ہے، دوسرے اعتراض کے اقوال کی تعداد ۲۶ ہے، تیسرے اعتراض کی تعداد ۱۵ ہے، چوتھے اعتراض کے اقوال کی تعداد ۱۰ ہے، پانچویں اعتراض کے اقوال کی تعداد ۹ ہے، چھٹے اعتراض کے اقوال کی تعداد ۲۳ ہے۔ اس طرح سے ان چھ اعتراضوں کے جواب میں ۱۱۰ اقوال کا جواب آگیا۔ ۳۰ میں اگر اور جمع کر دیں تو اس میں ۱۴۴ اعتراضوں کا جواب تو آگیا ہے۔ باقی ۴۰ رہ جاتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں ان شاء اللہ ان کا بھی جواب آجائے گا۔ چونکہ بتوفیق اللہ تعالیٰ اس میدان میں یہ تمہاری پہلی کوشش ہے اللہ جل شانہ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بھی بنا دے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو ہمیں معاف بھی پھر فرمائے۔

ناظرین سے بھی گزارش ہے کہ ہماری اصلاح فرمائیں اور غلطی سے آگاہ کریں۔

والسلام

عبدالعلیم

28-01-2023

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہ بن احمد کی کتاب السنہ پر شیخ محمد بن احمد عاموہ یمنی کا تبصرہ

شیخ محمد بن احمد عاموہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "الکلمات الشریفة والمنارة المنیفه فی تنزیه ابی حنیفة من الاقوال السخیفة التی نشرها الواعی فی تسوید الصحیفة" میں کتاب السنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

كتاب السنة المنسوب إلى عبد الله بن أحمد رضى الله عنه

أقول إن الإمام أحمد رضى الله عنه إمام من أئمة المسلمين ليس عنده ما يشينه لا عملاً ولا اعتقادًا وإن حاول بعض أصحابه شينه باختلاق ما اختلقوه عليه كما نص على ذلك الحافظ الحنبلى أبو الفرج ابن الجوزى فى دفع شبه التشبيه انظر دفع شبه التشبيه ص٩٧ إلى ص ١٠٢ ومن جملة نظم لابن الجوزى قال رداً على المجسمة:

وقالوا الذى قلناه مذهب أحمد ۔۔۔ فمال إلى تصديقهم من به جهل
وصار الأعادى قائلين لِكُلّنَا ۔۔۔ مشبهة قد ضرنا الصحب والخل
فقد فضحوا ذلك الإمام بجهلهم ۔۔۔ ومذهبه التنزيه لكن هم اختلو
لعمرى لقد أدركت منهم مشايخًا ۔۔۔ وأكثر من أدركتهم ما لهم عقل
وما زلت أجلوا عندهم كل خصلة ۔۔۔ من الإعتقاد الرذل كى يجمع الشمل
تسموا بألقاب ولا علم عندهم ۔۔۔ موائدهم لا حرم فيها ولا حل
موائدهم لا يلحق الخل بقلها ۔۔۔ وإن شئت لا خل لديهم ولا بقل

وأما ابنه عبد الله فهو الذى أخرج للناس المسند وعبد الله هذا لم يرو عنه أصحاب الأصول الستة غير النسائى مع أنهم يروون عمن هو أصغر سنًا منه والنسائى حينما روى عنه لم يرو عنه إلا حديثين وعبد الله بن أحمد قد ورث مكانة أبيه فى قلو الرواة. وعلى كل فهو عالم من علماء المسلمين.

وكتاب السنة هذا الذى هو كتاب الزيغ منسوب إلى الإمام عبد الله بن الإمام أحمد لأن راويه عنه وهو أبو النصر محمد بن الحسن بن سليمان السمسار وكذا الراوى عنه وهو أبو عبدالله محمد بن إبراهيم بن خالد الهروى مجهولان ليست لهما ترجمة معروفة بل بغض النظر عن سند الكتاب فالكفريات والضلالات الموجودة فيه والتى أنقل بعضها ليعرفها القارئ ويعرف من خلالها قيمة الكتاب كافية فى إثبات عدم صحة الكتاب إلى عبدالله بن أحمد قطعاً والكتاب المذكور سعى فى طبعه المستشرقون لإفساد عقائد المسلمين لأن الكتاب حين سمى بكتاب السنة أفاد أن ما حواء ذلك الكتاب هو العقيدة المتوارثة من الصحابة والتابعين المتلقين عقيدتهم طبقة فطبقة من خاتم رسول الله صلوات الله وسلامه عليه فيكون مخالفه إما كافرًا أو مبتدعًا فيكون جميع ما حشره المؤلف فى كتابه بهذه المثابة فى نظره فلا حاجة إلى مناقشته فيما ساقه من الأسانيد لأنه لو لم يعتقد أن كل ما فيه هو الاعتقاد الصحيح دائر أمر من يخالفه بين أن يكون كافراً أو مبتدعا عنده لما ضمنه كتابه المذكور هذا ما يفيده تسمية الكتاب بكتاب السنة وفى الحقيقة نحن نبرء الإمام عبدالله بن أحمد من أن يكون قال هذه الكفريات أو الضلالات.

وهاك نماذج من كتاب السنة المنسوب لعبد الله بن أحمد لتعرف حقيقة الأمر:

١...... قال صـ ١١ خبر ١٢ فى قوله تعالى: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾

فهل يكون الاستواء إلا بالجلوس. أقول إن لم يكن هذا محض التجسيم والتشبيه فلا أدرى ما التجسيم والتشبيه.

٢...... صـ ٦٣ خبر ٣٠٤ في قوله صلى الله عليه وسلم: (إن الله يمسك السموات على أصبع) قال أبى وجعل يحيىٰ يشير بأصابعه وأرانى أبى كيف جعل يحيى يشير بأصابعه يضع إصبعًا إصبعًا حتى أتى على آخرها أقول قاتل الله قائلها.

٣...... ص ٦٥ خبر ٣١٧ ساق بسنده إلى أنس عن النبى صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالى ﴿فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ﴾ (الأعراف:١٤٣) قال هكذا وأشار بطرف الخنصر يحكيه) صـ٦٦ خبر ٣٢٤ حديث الإسراء وفيه (فلما جاء السماء السابعة قال جبريل إن الله يصلى قال النبى صلى الله عليه وسلم وهو يصلى ..... الخ) ص ٧١ خبر ٣٥٠ إذا تكلم الله سمع له صوت كحجر السلسلة على الصفوان)

ص ٧٢ خبر ٣٥٨ قالت بنو إسرائيل لموسى بما شبهت صوت ربك حين كلمك من هذا الخلق قال شبهت صوته بصوت الرعد حين لا يترجع، ص ٧٢ خبر ٣٥٩ مكث موسى أربعين يومًا لا يراه أحد إلا مات من نور رب العالمين أقول هذا هو الكفر بعينه.

٤...... ص ٧٧ خبر ٣٩١ هذا كتاب الله بيده لعبده موسى.....

ص ٧٩ خبر ٤٠٦ فى قوله تعالى ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (البقرة: ٢٥٥) قال إن الصخرة التى تحت الأرض السابعة ومنتهى الخلق على أرجائها أربعة من ملائكة لكل ملك منهم أربعة وجوه وجه رجل ووجه اسدٍ ووجه نسر ووجه ثور وهم قيام قد أحاطوا بالأرض والسموات ورؤوسهم تحت الكرسى والكرسى تحت العرش قال وهو واضع رجليه على الكرسى. ص ١٦١ خبر ٨٦٤ قوله إن الرحمن ليثقل على حملة العرش

من أول النهار إذا قام المشركون حتى إذا قام المسبحون خفف عن حملة العرش.

صـ ١٦٤ خبر ٨٨٤ كتب الله التوراة لموسى بيده وهو مسند ظهره إلى الصخرة في الواح من در......

صـ ١٦٩ خبره ٩٠٥ إن الله إذا أراد أن يخوف عباده أبدى عن بعضه إلى الأرض .....

صـ ١٧١ خبر ٩٢٠ خلق الله الملائكة من نور الذراعين والصدر.

خبر ٩٢١ في قوله تعالى ﴿وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَى﴾ قال يقول: أدنه أدنه إلى موضع الله أعلم به وفي خبر ٩٢٢ حتى يضع بعضه عليه وفي خبر ٩٢٣ حتى يأخذ بقدمه ص ١٨٥ خبر ٩٧٨ في قول الله ﴿وَالسَّمَوَاتُ مطويتُ بِيَمِينِهِ﴾ (الزمر: ٦٧) قال ويده الأخرى خلو ليس فيها شيء وفي خبر ٩٨٤ لا يأمن داود حتى يضع يده في يده ص ١٨٩ في بيان دنو العبد قال حتى يأخذ بحقوه.

وهذا قليل من كثير فقل لي بربك المثل هذا الكتاب قيمة!!! أتجوز قراءته وتحل روايته؟ لا والله لا تجوز قراءته ولا تحل روايته ولا تصح نسبته إلى عامي من عوام الموحدين فضلاً إلى عبد الله بن أحمد رحمة الله عليهما فقاتل الله ناشر هذا الكتاب وطابعه ومحققه والمروج له بين صفوف المسلمين وفي هذا القدر كفاية لذلك كل ما نقله المؤلف من هذا الكتاب لم أعرج عليه ولم أشتغل بدراسة إسناده إكتفاء بسقوط الكتاب من أصله ولله الحمد والمنة.

ترجمہ... میں کہتا ہوں کہ امام احمد بن حنبل مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں آپ کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں ہو سکتی جو آپ پر عیب لگائے نہ عمل کے اعتبار سے نہ عقیدے کے اعتبار سے۔ اگرچہ آپ کے بعض ساتھیوں نے جھوٹ گھڑ کر آپ پر عیب

لگانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابوالفرج ابن الجوزی حنبلی نے اس پر "دفع شبہ التشبیہ" کے صفحہ ۹۷ تا ۱۰۲ تک اس بات کی تصریح کی ہے۔

منجملہ ابن الجوزی کی نظموں میں سے وہ ہے جو انہوں نے مجسمہ پر رد کرتے ہوئے کہی ہے۔

ترجمہ:...(۱) وہ کہتے ہیں کہ جو ہم نے کہا یہ امام احمد کا مذہب ہے۔ تو ان کی تصدیق کی طرف بعض لوگ مائل ہوئے جن کو جہالت کی بیماری ہے۔

(۲) دشمن ہم سب کو مُشَبِّـہ کہنے لگے۔ درحقیقت ہمیں ہمارے دوستوں اور ساتھیوں نے بہت نقصان پہنچادیا ہے۔

(۳) پس انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس امام اعظم کو رسوا کیا، حالانکہ امام کا مذہب تنزیہ کا ہے مگر ان کا دماغ خراب ہوگیا۔

(۴) مجھے اپنی عمر کی قسم میں نے ان کے کئی مشائخ کو پایا ہے۔ ان میں سے اکثر مشائخ جن کو میں نے پایا بے عقل تھے۔

(۵) میں مسلسل ان کے برے عقائد کی خصلت کو ظاہر کرتا رہا۔ تاکہ ان کا منتشر سرمایہ جمع ہو سکے۔

(٦) انہوں نے اپنے القاب رکھ لیے ہیں حالانکہ ان کے پاس علم ہی نہیں۔ ان کے دستر خواں پر نہ حرام ہے نہ حلال۔

(۷) ان کے دستر خواں ایسے ہیں کہ کسی سبزی کے ساتھ سرکہ بھی ملا ہوا نہیں۔ اور اگر چاہیں تو نہ ان کے پاس سرکہ ہے اور نہ سبزی۔

اور رہے آپ (احمد بن حنبلؒ) کے بیٹے عبداللہ سو انہوں نے لوگوں کے لیے یہ مسند نکالی۔ اور یہ وہی عبداللہ ہیں کہ اصول ستہ (صحاح ستہ) والوں میں سے سوائے نسائی کے کسی نے بھی ان سے روایت نہیں لی۔ حالانکہ وہ ان سے کم عمر راویوں سے بھی روایت لیتے ہیں۔ اور امام نسائی نے بھی جب ان سے روایت کی تو صرف دو ہی حدیثیں روایت کیں۔ اور عبداللہ بن احمد راویوں کے دلوں میں اپنے والد کے مقام کے وارث ہوئے۔ بہرحال وہ بھی

مسلمانوں کے علماء میں سے ایک عالم تھے۔

اور یہ کتاب السنہ جو کہ گمراہی کی کتاب ہے امام عبداللہ بن احمد کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ آپ سے اس کتاب کی روایت کرنے والے ایک تو ابوالنصر محمد بن الحسن بن سلیمان السمسار ہے اور اسی طرح دوسرے راوی ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن خالد الہروی ہیں۔ اور یہ دونوں مجہول ہیں۔

ان کے حالات معروف نہیں ہیں۔ بلکہ اگر کتاب کی سند سے صرف نظر کیا جائے تو بھی وہ کفریات اور گمراہی اس میں موجود ہیں جن میں سے بعض کو میں نقل بھی کروں گا تا کہ قاری ان کو جان لے۔ اور اس کے ضمن میں کافی حد تک اس کتاب کا مرتبہ بھی پہچان سکے۔ کہ اس کی نسبت عبداللہ بن احمد کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔

اور کتاب مذکور کی اشاعت میں مستشرقین نے بہت زیادہ کوشش کی ہے۔ تا کہ مسلمانوں کے عقائد کو خراب کر سکیں۔ اس لئے کہ جب اس کتاب کا نام کتاب السنہ رکھا گیا تو اس نام سے یہ فائدہ ہوا کہ یہ کتاب جن جن عقائد کو شامل ہے وہ ہی عقائد صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول ہیں جو طبقہ در طبقہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا عقیدہ لینے والے ہیں۔ لہٰذا مؤلف کتاب نے اس کتاب میں جن جن چیزوں کو اس طریقے پر اپنی طرف سے جمع کیا تو ان کے اسانید کے مناقشے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ جو بھی عقائد اس کتاب میں مذکور ہیں وہ صحیح عقائد نہیں ہیں تو اس کی خلاف ورزی کرنے والے کا معاملہ ان دو باتوں کے درمیاں دائر رہے گا کہ وہ یا تو کافر ہے یا بدعتی کیونکہ کتاب مذکور اس بات کو شامل ہے اس کتاب کا نام کتاب السنہ رکھنا بھی اس بات کا فائدہ دیتا ہے۔ اور درحقیقت ہم امام عبداللہ بن احمد کو اس بات سے بری سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے یہ کفریات اور اور گمراہ کن باتیں کی ہوں۔ چنانچہ آپ کے سامنے چند مثالیں عبداللہ بن احمد کی طرف منسوب کتاب السنہ سے پیش خدمت ہیں تا کہ آپ کو حقیقت حال کا پتہ چل جائے۔

ا...... صفحہ نمبر ۱۱ پر اللہ تعالیٰ کے فرمان الرحمٰن علی العرش استوی کے تحت لکھا ہے:

فهل یکون الاستوا الا بالجلوس ''کہ استوار علی العرش جلوس کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتا۔ یہ عقیدہ بعینہٖ مجسمہ کا عقیدہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

۲...... صفحہ نمبر ۶۳ پر حدیث نمبر ۳۰۴ کے تحت اللہ تعالیٰ کے فرمان **ان اللــه یمسك السموات** کے ذیل میں لکھا ہے:

''علی اصبع قال ابی وجعل یحیی یشیر باصابعه وارانی ابی کیف جعل یحیی یشیر باصابعه یضع اصبعًا اصبعًا حتی اتی علی آخرها.''

ترجمہ:.... بے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو انگلی پر روکا ہوا ہے۔ میرے والد نے کہا کہ یحییٰ اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ اور مجھے میرے والد نے دکھایا کہ یحییٰ کیسے اپنی انگلیوں اشارہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آخری انگلی تک پہنچے۔

۳...... صفحہ نمبر ۶۵، حدیث نمبر ۳۱۷ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک اپنی سند بیان کر کے کہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **''فلما تجلی ربه للجبل''** کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **''هکذا واشار بطرف الخنصر یحکیه''** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھنگلی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں پہاڑ کی طرف تجلی فرمائی۔

۴...... صفحہ ۶۶ پر حدیث نمبر ۳۲۷ میں حدیث اسراء کے تحت لکھا ہے۔

فلما جاء السماء السابعة قال جبرئیل: ان الله یصلی قال النبی صلی الله علیه وسلم وهو یصلی

ترجمہ:.... جب آپ ساتویں آسمان پر تشریف لائے تو جبرئیل نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کہ وہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔

۵...... صفحہ ۷۱ حدیث نمبر ۴۵۰ میں لکھا ہے۔

''اذا تکلم الله سمع له صوت کحجر السلسلة علی الصفوان''

ترجمہ:.... جب اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں تو آواز ایسی سنی جاتی ہے جسے زنجیر کا پتھر چکنی چٹان پر پڑے۔

۶......صفحہ ۷۲ میں حدیث نمبر ۲۵۸ میں ہے۔

قالت بنوا اسرائیل لموسی مما شبهت صوت ربك حین كلمك من هذا الخلق ؟ قال: شبهت صوته بصوت الرعد حین لا یترجع"

ترجمہ:...بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ جس وقت آپ کے رب نے آپ سے کلام فرمایا تو آپ نے اپنے رب کی آواز کو مخلوق ..ں سے کسی چیز کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس آواز کو کڑک کے ساتھ تشبیہ دی جس وقت وہ واپس نہیں آتی۔

۷......صفحہ ۷۳ حدیث نمبر ۳۵۱ میں لکھا ہے۔

مكث موسی اربعین یوما لا یراه احد الا مات من نور رب العلمین."

ترجمہ:...موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اس حال میں رہے کہ آپ کو جو بھی دیکھتا وہ نورالٰہی کی تاب نہ لاکر مرجاتا۔

۸......صفحہ ۷۷ پر حدیث نمبر ۳۱۱ میں لکھا ہے۔

"هذا كتاب الله بیده لعبده موسی"

ترجمہ:... یہ اللہ کی کتاب اس کے ہاتھ میں ہے اس کے بندے موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔

۹......صفحہ ۷۹ حدیث نمبر ۴۰۶ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان زسع کرسیه السموات والارض کے تحت لکھا ہے۔

قال: ان الصخرة التی تحت الارض السابعة ومنتهی الخلق علی ارجاء ها اربعة من ملائكة لكل ملك منهم اربعة وجوه وجه رجل و وجه اسد و وجه قرد وجه ثور وهم قیام قد احاطوا بالارض والسموات وروسهم تحت الكرسی والكرسی تحت العرش قال وهو واضع رجلیه علی الكرسی."

ترجمہ:...آپ نے فرمایا: بے شک سخت چٹانیں جو ساتوں زمین کے نیچے ہیں اور مخلوق کی انتہاء جہاں پر ہوتی ہے۔ان کے چاروں کونوں پر چار فرشتے ہیں ج. ں نے ان چٹانوں

کو اٹھایا ہوا ہے۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے ہیں ایک چہرہ انسان جیسا، ایک چہرہ شیر جیسا، ایک چہرہ گدھ جیسا اور ایک چہرہ بیل جیسا ہے۔ وہ زمین اور آسمانوں کو گھیرے ہوئے کھڑے ہیں اور اُن کے سر کرسی کے نیچے ہیں اور کرسی عرش کے نیچے ہے۔ فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیر کرسی پر رکھے ہوئے ہیں

۱۰...... صفحہ ۱۶۱، حدیث نمبر ۸۶۴ میں ہے:

"قوله إن الرحمن يثقل على حملة العرش من اول النهار اذا قام المشركون حتى اذا قام المسبحون خفف عن حملة العرش"

ترجمہ:... بے شک رحمٰن دن کے آغاز سے عرش اٹھانے والے فرشتوں پر بوجھ کر دیتا ہے جب مشرکین کھڑے ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب تسبیح کرنے والے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو حاملین عرش سے تخفیف کر دیتا ہے۔

۱۱...... صفحہ ۱۶۴، حدیث نمبر ۸۸۴ میں لکھا ہے:

كتب الله التوراة لموسى بيده وهو مسند ظهره الى الصخرة فى الواح من در

اللہ تعالیٰ نے تو راہ حضرت موسیٰ کے لیے اپنے ہاتھ سے لکھی موتیوں کی تختیوں پر اس حال میں کہ اللہ نے اپنی پشت کو چٹان۔ کے ساتھ سہارا دیا ہوا تھا۔

۱۲...... صفحہ ۱۶۹ پر حدیث نمبر ۹۰۵ میں لکھا ہے۔

ان الله اذا اراد ان يخوف عباده ابدى عن بعضه إلى الارض

ترجمہ:... بے شک جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف میں ڈالنے کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو وہ اپنا بعض حصہ زمین کی طرف ظاہر کر دیتا ہے۔

۱۳...... صفحہ ۱۷۱ پر حدیث نمبر ۹۲۰ میں لکھا ہے۔

"خلق الله الملائكة من نور الذراعين والصدر"

ترجمہ:... اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کلائیوں اور سینے کے نور سے پیدا کیا۔

۱۴...... حدیث نمبر ۹۲۱ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وان له عندنا لزلفى کے تحت لکھا ہے۔

أدنه ادنه الی موضع الله اعلم به

ترجمہ:...اُن کو قریب کیجئے اس مقام کے قریب کیجیے جسے اللہ تعالی بہتر جانتا ہے (یعنی دنو اور قرب سے (عبداللہ بن احمد نے) جسمانی دنو اور قرب مراد لیا ہے جو کہ مجسمہ کا عقیدہ ہے)

۱۵......حدیث نمبر ۹۲۲ میں ہے حتی یضع بعضه علیه یعنی یہاں تک کہ اپنا بعض حصہ اس پر رکھے۔

۱۶......حدیث نمبر ۹۲۳ میں ہے حتی یاخذ بقدمه یعنی یہاں تک کہ وہ اپنے قدم سے ہے۔

۱۷......صفحہ نمبر ۱۸۵ پر حدیث ۹۷۸ میں اللہ کے فرمان و السموات مطویات بیمینه کے تحت لکھا ہے۔ قال ویده الاخری خلو لیس فیها شی کہ اس کا دوسرا ہاتھ خالی ہے اس میں کچھ نہیں ہے۔

۱۸......حدیث نمبر ۱۸۴ میں ہے۔ لا یأمن داوٗد حتی یضع یده فی یده کہ داوٗد علیہ السلام مطمئن نہیں ہوئے یہاں تک کہ اس نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھا۔

۱۹......صفحہ ۱۸۹ پر فی بیان دنو العبد کے تحت ہے حتی یاخذ بحقوه کہ یہاں تک کہ وہ اپنی کمر کو پکڑ لے۔

اور یہ چند باتیں بطور نمونہ کے پیش خدمت ہیں۔ آپ مجھے اپنے رب کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کہ کیا اس جیسی کتاب کی کوئی قیمت اور مقام ہو سکتا ہے۔ کیا اس کا پڑھنا جائز ہو سکتا ہے؟ یا اس کو روایت کرنا حلال ہو سکتا ہے۔ نہیں خدا کی قسم نہ اس کا پڑھنا جائز ہے اور نہ اس کو روایت کرنا حلال ہے۔ اور اس کی نسبت عام موحدین میں سے کسی کی طرف کرنا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ عبداللہ بن احمد کی طرف اس کو منسوب کیا جائے۔ پس خدا غارت کرے اس کے ناشر کو اس کے طبع کرنے والے کو، اس کے محقق کو اور مسلمانوں کے درمیان اس پھیلانے والے کو اور اتنی مقدار میں اس کے لیے کفایہ ہے۔ اس کتاب میں مولف نے جو کچھ نقل کیا ہے نہ میں اس کی طرف مائل ہوا اور نہ اس کے اسناد میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہوا کیونکہ میں نے اس بات پر اکتفار کیا ہے کہ یہ کتاب اصل کے اعتبار سے ہی ساقط ہے اور اللہ ہی کے لیے یہ تمام تعریفیں اور احسانات ہیں۔ (ترجمہ ختم)

اعتراض نمبر۱:

امام ابوحنیفہ مرجئ تھے

عبداللہ بن احمد نے کتاب السنہ میں امام ابوحنیفہ پر ارجاء کی تہمت لگانے کے لیے مختلف اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے چند ہم یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے۔ سارے اقوال یہاں پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سب میں جوبات مشترک ہے وہ ان میں آجاتی ہے۔

پہلا قول:

۳۰۴:... حدثنی أبو معمر عن إسحاق بن عیسی الطباع قال: سألت حماد بن زید عن أبی حنیفة فقال: إنما ذاك یعرف بالخصومة فی الأرجاء

اسحاق بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید سے ابوحنیفہ کے بارے میں دریافت کیا خود کہنے لگے کہ وہ (ابوحنیفہ) ارجاء کے عقیدے میں خصومت کے ساتھ معروف ہے۔

(کتاب السنہ ج ۲ ص ۲۰۳، رقم نمبر ۳۰۴، الکامل فی الضعفاء ج ۸، ص ۲۳، کتاب المجروحین ابن حبان ج ۲ ص ۴۱۲، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۱ الانتقاء ص ۱۸۱)

دوسرا قول:

۳۲۵: ... حدثنی إبراهیم، ثنا أبو توبة عن أبی إسحاق قال: کان أبو حنیفة مرجئًا یری السیف.

ابواسحاق کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ مرجی تھے جو تلوار کے قائل تھے۔ (امت پر تلوار اٹھانے کے قائل تھے)

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۰۷، رقم نمبر ۳۲۵، کتاب الضعفاء الکبیر عقیلی ج ۴ ص ۲۸۳)

تیسرا قول:

۵۳۸:... حدثنی أبی، حدثنا اسود بن عامر قال: سمعت أبا بکر بن عیاش ذکر أبا حنیفة وأصحابه الذین یخاصمون فقال: کان مغیرة یقول:

والله الذی لا إله إلا هو لأنا ١٦/ب أخوف علی/ الدین منهم من الفساق.
وحلف الأعمش قال: والله الذی لا إله إلا هو ما أعرف من هو شر منهم
قیل لأبی بکر یعنی المرجئة؟ قال المرجئة وغیر المرجئة.

ترجمہ:... عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے سنا انہوں نے کہا کہ اسود بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے سنا، انھوں نے ابو حنیفہ اوران کے ان شاگردوں کا تذکرہ کیا جولڑتے تھے اور کہا کہ مغیرہ کہا کرتے تھے کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں مجھے اُن سے دین کے بار میں فساق کی نسبت زیادہ ڈر ہے۔اوراعمش نے قسم اٹھا کر کہا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی ان سے زیادہ برا ہو۔ابوبکر سے کہا گیا کہ کیا آپ کی مراد مرجئہ ہیں تو کہنے لگے چاہیں مرجئہ ہوں یا غیر مرجئہ ہوں۔(کتاب السنہ ج ا ص ١٨٠، رقم نمبر ٢٥٨)

چوتھا قول:

٣٠٣:... حدثنی هارون بن عبد الله أبو موسی، ثنا سلیمان بن حرب عن حماد بن زید قال: جلست إلی أبی حنیفة بمکة، فذکر سعید بن جبیر فانتحله فی الارجاء، فقلت: من یحدثك یا أبا حنیفة؟ قال سالم الأفطس، فقلت له: فان سالماً یری رأی المرجئة، ولکن حدثنا أیوب قال: رآنی سعید بن جبیر جلست الی طلق بن حبیب فقال: ألم أرك جلست إلی طلق؟ لا تجالسه، قال: فکان کذلك، قال: فناداه رجل یا أبا حنیفة وما کان رأی طلق؟ فاعرض عنه، ثم ناداه فاعرض عنه فلما أکثر علیه قال: ویحك کان یری العدل.

ترجمہ:... حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھا تو انہوں سعید بن جبیر کا تذکرہ کیا اور اُن کو ارجاء (مرجئہ ہونے) میں غلط نسبت کی، تو میں نے کہا کہ آپ کو روایات کون بیان کرتا ہے اے ابوحنیفہ؟ تو کہنے لگے کہ سالم الافطس۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ سالم تو مرجئہ کا عقیدہ رکھتا ہے۔لیکن ہم سے روایت بیان کی ہے ایوب نے وہ کہتے ہیں

کہ سعید بن جبیر نے مجھے طلق بن حبیب کے پاس بیٹھے دیکھا تو کہنے لگے کہ کیا میں نے تجھے طلق کے پاس بیٹھے نہیں دیکھا؟ اس کے ساتھ نہ بیٹھا کر۔ کہتے ہیں کہ وہ تو ایسے تھے۔ (راوی) کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابوحنیفہ کو آواز دی کہ طلق کی رائے کیا تھی تو ابوحنیفہ نے اس سے اعراض کیا جب اس نے بار بار پوچھا تو ابوحنیفہ نے کہا کہ تیرا ناس ہو وہ تو عدل کا قائل تھا۔ (کتاب السنہ ج۱،ص۲۰۲۔۲۰۳، رقم نمبر:۳۰۳)

پانچواں قول:

۴۰۸:... حدثنی سوید بن سعید، نا عبد الله بن یزید قال: دعانی أبو حنیفة الی الارجاء.

ترجمہ:...عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے مجھے ارجاء کی طرف دعوت دی۔
(کتاب السنہ ج۱،ص ۳۲۸، رقم نمبر:۴۰۸)

چھٹا قول:

۳۹۱:... حدثنی محمد بن عبد الملك بن زنجویه، ثنا عبد الرزاق، وقیل له أبو حنیفة مرجیء؟ فقال: اتی حقًا.

ترجمہ:...عبدالرزاق سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ مرجی تھے تو انھوں نے کہا کہ انھوں نے صحیح کہا ہے۔ (کتاب السنہ ج۱ص ۲۲۵، رقم:۳۹۶)

ساتواں قول:

۳۴۸:... حدثنی أبو الفضل الخراسانی، ثنا إبراهیم بن شماس السمرقندی ثنا عبد الله بن المبارك بالثغر عن أبی حنیفة قال: فقام إلیه رجل یکنی أبا خداش فقال: یا أبا عبد الرحمن لا تروانا عن أبی حنیفة فانه کان مرجئًا فلم ینکر ذلك علیه ابن المبارك، و کان بعد إذا جاء الحدیث عن أبی حنیفة ورأیه ضرب علیه ابن المبارك من کتبه وترك الروایة عنه، وذلك آخر ما قرأ علی الناس بالثغر ثم انصرف ومات قال: وکنت فی

السفينة معه لما انصرف من الثغر وكان يحدثنا فمر على شيء من حديث أبي حنيفة فقال لنا: اضربوا على حديث أبي حنيفة فاني قد خرجت على حديثه ورأيه، قال: ومات ابن المبارك في منصرفه من ذلك الثغر.

قال: وقال رجل لابن المبارك ونحن عنده: ان أبا حنيفة كان مرجئاً يرى السيف فلم ينكر ذلك عليه ابن المبارك.

ترجمہ:...ابراہیم بن شماس سمرقندی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن المبارک نے ثغر کے مقام پر ابوحنیفہ سے روایت بیان کی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت ایک آدمی کھڑا ہو گیا جس کی کنیت ابوخداش تھی اس نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن آپ ہمارے لیے ابوحنیفہ سے روایت نہ کریں کیونکہ وہ مرجی تھا۔ تو ابن المبارک نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔ اس کے بعد جب بھی ابوحنیفہ کی حدیث اوران کا قیاس آتا تو ابن المبارک اپنی کتابوں میں اس پر نشان (مہر) لگاتے اور اُن سے روایت کرنا چھوڑ دی، یہ واقعہ ابن مبارک کا مقام ثغر میں آخری مرتبہ لوگوں کو حدیث روایت کرنے کا تھا پھر وہاں سے لوٹنے کے بعد فوت ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب وہ مقام ثغر سے لوٹ رہے تھے تو میں ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھا اور وہ ہمیں حدیث بیان کرتے تھے۔ تو ابوحنیفہ کی ایک حدیث پر ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے کہ ابوحنیفہ کی حدیث پر نشان لگاؤ کیونکہ میں اُن کی حدیث اور رائے سے نکل چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہاں سے واپسی پر ابن مبارک فوت ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں ایک آدمی نے ابن المبارک سے کہا ابوحنیفہ مرجی تھے اور تلوار کے قائل تھے۔ تو ابن المبارک نے کوئی نکیر اس پر نہیں کی۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۱۳)

آٹھواں قول:

۳۰۹:... حدثني هارون بن سفيان، حدثني الوليد بن صالح قال: سمعت شريكا يقول: استتيب أبو حنيفة من كفره مرتين، من كلام جهم ومن الارجاء.

ترجمہ:...ولید بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے شریک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ کو کفر

سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی ایک جہم کے عقیدے کی وجہ سے اور ایک ارجاء کے عقیدے کی وجہ سے۔ (کتاب السنہ ج ا ص ۲۰۴)

ناظرین ہم نے نمونہ کے طور پر صرف آٹھ اقوال نقل کر دیئے ہیں باقی اقوال بھی اسی قسم کے ہیں۔ امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض بہت پرانا ہے۔ اس کا جواب ہماری طرف سے بہت سے علماء نے دیا ہے۔ ہم یہاں پر تین علماء کے جواب نقل کرتے ہیں جن سے کتاب السنہ کے تمام اقوال کا جواب ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا جواب

نصرۃ الفقہ کے مصنف نے حقیقت الفقہ کے چوتھے اعتراض کے جواب میں امام صاحب پر ارجاء کے اعتراض کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ وہ اعتراض اور اس کا جواب ہم یہاں نقل کرتے ہیں جس سے تمام شبہات رفع ہو جائیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتدا ہیں فرقہ حنفیہ کے اکثر اہل علم نے ان کو مرجۂ فرقہ میں شمار کیا ہے چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجۂ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی نے ''کتاب الملل والنحل'' میں بھی رجال المرجۂ میں حسام بن ابی سلیمان (یہ شائد کاتب کی غلطی ہے کیوں کہ ''الملل والنحل'' میں حماد بن ابی سلیمان ہے اور یہی صحیح ہے) اور ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کو درج کیا ہے اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے ابوحنیفہ کو فرقہ مرجۂ میں شمار کرتا ہے۔

(الملل والنحل ص ۱۸۸، ۱۹۴ جلد اول مطبوعہ مصر)

(حاشیہ حقیقت الفقہ ص ۳۹)

جواب:

مؤلف کا یہ قول کہ اکثر اہل علم نے ان کو مرجۂ فرقہ میں شمار کیا ہے محض دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

اولاً:...... تو ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اکثر اہل علم نے ان کو مرجۂ کہا ہو اگر ایسی بات ہوتی تو سولف ایسے حلیم و بردبار آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ان اکثر اہل علم کا نام لے

بغیر آگے گزر جائیں کیوں کہ امام ابوحنیفہ کی عداوت تو مولف موصوف کے رگ وریشہ میں پیوست ہو چکی ہے۔ چنانچہ انہیں امام صاحب کے بارے میں جو کچھ بھی رطب ویابس صحیح یا غلط ملا سب کو (بغیر جانچ پڑتال اور ردوقدح کے) اپنی تالیف میں درج کرتے جاتے ہیں چنانچہ انہوں نے ص ۹۲ پر اسی (۸۰) علماء کی نام بنام فہرست پیش کی ہے۔ (جو اپنے وقت کے امام علامہ حافظ اور مجتہد و پیشوا تھے۔) جنہوں نے امام صاحب کو ناقص الحافظہ، حدیث کم جاننے والا، اس کی جانچ پرکھ میں ناقص نیز عربی زبان کا ناقص بتایا ہے۔

اور ان کے عقائد اور مسائل پر اعتراضات کیے ہیں اس لیے ہمیں یہاں تعجب ہے کہ انہوں نے (مولف حقیقة الفقه نے) اس جگہ ان اکثر اہل علم کی فہرست کیوں پیش نہیں کی۔

ثانیاً:...... جن لوگوں نے امام صاحب کو مرجہ کہا ہے یا تو حسد اور بغض کی بنا پر ان پر یہ الزام لگایا ہے یا ان کو امام صاحب کے بارے میں رائے قائم کرنے میں خطا واقع ہوئی ہے۔

چنانچہ علامہ حافظ ابن عبدالبر مالکی تحریر فرماتے ہیں:

ونقموا ایضا علی ابی حنیفة الارجاء ومن اهل العلم من ینسب الی الارجاء کثیر لم یعن قبیح ما قیل فیه کما عضوا بذالك فی ابی حنیفة وكان ایضا یحسد وینسب الیه ما لیس فیه ویختلق علیه ما لا یلیق وقد اثنیٰ علیه جماعة من العلماء وفضلوه (جامع بیان العلم وفضله ج۲ ص ۱۴۸ طبع مصر)

بعض محدثین نے امام ابوحنیفہ پر ارجاء کا بھی الزام لگایا ہے حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ بڑی کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجہ کہا گیا ہے لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ کی امامت کی وجہ سے اس میں برا پہلو نمایاں کیا گیا ہے دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض حضرات ان سے بہت جلتے تھے اور ان کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا اور ان کے بارے میں نامناسب باتیں گڑھی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

ثالثاً:...... جس معنی میں امام صاحب کو مرجہ کہا گیا ہے وہ ارجاء اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف نہیں ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ارجاء کے معنی مرجہ کا

حال اور ان کے عقائد ذرا وضاحت سے ہدیہ ناظرین کر دیں تاکہ امام صاحب کی طرف منسوب ارجاء کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

ارجاء کے معنیٰ:

ارجاء کے اصل معنیٰ ہیں تاخیر اور مہلت دینا چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی المتوفیٰ ۵۴۸ھ اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

الارجاء علی معنیین احدهما التاخیر قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ والثانی اعطاء الرجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرة الی القیامة فلا یقضی علیه بحکم مافی الدنیا من کونه من اهل الجنة او من اهل النار وقیل الارجاء تاخیر علی رضی الله تعالیٰ عنه عن الدرجة الاولیٰ الی الرابعة.

(الملل والنحل علی هامش کتاب الفصل ج۱ ص ۱۸۶)

ارجاء کے دو معنیٰ ہیں (۱) تاخیر کرنا (قرآن پاک میں ہے) قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (انہوں نے کہا کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دو) یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیے اور ان کو مہلت دینا چاہیے اور دوسرا امید دلانا (یعنی محض ایمان پر نجات کی امید دلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے معاصی کچھ ضرر نہیں دیتے اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ بھی ہے کہ مرتکب کبیرہ کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔ اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے (ترجمہ ختم)

اب چونکہ ارجاء کے مفہوم میں تاخیر شامل ہے اس لیے جو حضرات گنہگار کے بارے میں توقف سے کام لیتے ہیں اور اس دنیا میں اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے بلکہ اس کے معاملہ کو آخرت پر چھوڑ دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ان کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے خواہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دے یا سزا بھگتنے کے لیے جہنم میں ڈال دے وہ سب مرجئہ ہیں اور اسی معنیٰ کے اعتبار سے امام صاحب اور دیگر حضرات محدثین کو مرجئہ کہا گیا ہے چنانچہ ملا علی قاری شرح "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں:

ثم اعلم ان القونوی ذکر ان ابا حنیفة کان یسمی مرجئا لتاخیره امر

صاحب الكبيرة الی مشية الله والارجاء التاخير (شرح فقه اکبر ص ۸۸)

پھر معلوم رہے قونوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو بھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کہتے تھے اور ارجاء کا معنیٰ ہی موخر کرنے کے ہیں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے یا صریح نصوص، آیات اور احادیث سے امام صاحب کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے اور تمام اہل سنت کا یہی مذہب ہے البتہ اگر غیر مقلدین کا عقیدہ اس کے خلاف ہو اور وہ گنہگار کو قطعی جنتی یا جہنمی قرار دیتے ہیں تو اس کی وضاحت ضروری ہے۔

ملاحظہ ہو امام صاحب خود اپنے اس عقیدے کی وضاحت فرماتے ہیں:

عن ابی مقاتل سمعت ابا حنيفة يقول الناس عندنا على ثلاثة تنازل الانبياء من اهل الجنة والمنزلة الاخرىٰ المشركون نشهد عليهم انهم من اهل النار والمنزلة الثالثه المومنون نقف عنهم لا نشهد على واحد منهم انه من اهل الجنة ولا من اهل النار ولكن نرجوا لهم ونخاف عليهم ونقول كما قالِ الله تعالىٰ خلطوا عملا صالحا واخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم حتى يكون الله عز وجل يقضى بينهم وانما نرجوا لهم لان الله عز و جل يقول (ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذالك لمن يشاء) ونخاف عليهم بذنوبهم وخطاياهم وليس احد من الناس اوجب له الجنة ولو كان صواما قواما غير الانبياء ومن قالت فيه الانبياء.

(كتاب العالم والمتعلم ص ۲۰، ۲۱ طبع حيدر آباد دكن)

ابومقاتل کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک لوگ تین طرح کے ہیں (۱) انبیا جو جنتی ہیں (۲) مشرکین جن کے متعلق ہماری شہادت جہنمی ہونے کی ہے (۳) مومن جن کے متعلق ہم توقف اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے نہ تو کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور نہ کسی کے جہنمی ہونے کی۔ ہاں ان کے بارے میں (جنت کی) امید اور دوزخ کا خوف رکھتے ہیں اور وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے بارے میں فرمایا ہے (ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے ان کو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمادیں اور

ہم ان کے لیے امید عفو اس لیے رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تحقیق اللہ اس کو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس (کفر و شرک) سے کم تر گناہ جس کے چاہے معاف کردے) اور ان کے بارے میں گناہوں اور غلطیوں کے سبب عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا ہے اگرچہ وہ کتنا ہی روزہ رکھنے والا اور عبادت کرنے والا ہو بجز انبیاء اور ان حضرات کے کہ جن کو انبیاء نے جنتی کہا ہو۔

حضرت امام کی عبارت بالا سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے:

(۱)......مرتکب کبیرہ امام صاحب کے نزدیک کافر نہیں

(۲)......اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے چاہے تو از راہ عدل اس کو سزا دے یا از راہ فضل اس کی مغفرت فرمادے۔

(۳)......اور یہ فیصلہ اس مسئلہ پر متفرع ہے کہ عمل ایمان کا جز ہے یا نہیں پس اس میں دیگر ائمہ اور محدثین بظاہر امام ابوحنیفہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ اختلاف صرف لفظی ہے فریقین کے نزدیک عمل ضروری ہے۔ امام صاحب کی مراد نفی جزء سے یہ نہیں کہ عمل کی ضرورت نہیں حاشا وکلا امام صاحب اس کے ہرگز قائل نہیں بلکہ امام صاحب عمل کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اُن کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ نے مغفرت نہ فرمائی تو تارک عمل پہلے ترک عمل کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

چنانچہ علامہ صدرالدین علی بن محمد الحنفی المتوفی ۷۹۲ھ فرماتے ہیں:

والاختلاف الذی بین ابی حنیفة والائمة الباقین من اهل السنة اختلاف صوری فان کون اعمال الجوارح لازمة الایمان القلب او جزء من الایمان مع الاتفاق علی ان مرتکب الکبیرة لا یخرج من الایمان بل هو فی مشیة الله ان شاء عذبه ان شاء عفا عنه .... نزاع لفظی لا یترتب علیه فساد اعتقاد. (شرح الطحاویه ص ۲۷۱ طبع جدید)

امر ایمان کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ اہل سنت کے درمیان جو اختلاف ہے وہ محض صوری یعنی لفظی اختلاف ہے حقیقی نہیں اس لیے کہ اعمال جوارح یا تو لازم ایمان ہیں یا

ایمان کا جزء ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہے چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے............

غرضیکہ یہ صرف لفظی اختلاف ہے اس سے عقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

ولیس النزاع الا راجعا الی اللفظ "لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے۔"

(التفهيمات الالٰهية ص۲۸)

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک عمل اگرچہ جزء ایمان نہیں تاہم ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور اس پر ثواب وعذاب کا ترتب ہوگا برخلاف مرجئہ کے کہ ان کے نزدیک ایمان کے بعد عمل کی حیثیت ترتب ثواب وعذاب کے درجہ میں بھی نہیں ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری کی تصریح ہے:

ثم المرجئة المذمومة المبتدعة ليسوا من القدريه بل هو طائفة قالوا لا يضر مع الايمان ذنب كما لاينفع مع الكفر طاعة فزعموا ان واحدا من المسلمين لا يعاقب على شيء من الكبائر فاين هذا الارجاء من ذالك الارجاء. (شرح فقه اكبر ص۸۹)

پھر مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ قدریہ سے الگ ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد انسان کے لیے کوئی گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو کسی کبیرہ گناہ پر اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پس اس ارجاء (یعنی اہل بدعت کا ارجاء) اور اس ارجاء (امام صاحب کا ارجاء) میں کیا نسبت۔

نیز مولف کا یہ قول کہ امام صاحب نے "فقہ اکبر" میں وہی عقیدہ ذکر کیا ہے، جو مرجئہ کا ہے یہ بالکل غلط ہے فقہ اکبر کا وہ نسخہ جو امام صاحب کی طرف منسوب ہے، جس کا مولف نے بھی ذکر کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

والايمان هو الاقرار والتصديق وايمان اهل السماء والارض لا يزيد ولاينقص والمومنون مستوون في الايمان والتوحيد متفاضلون في الاعمال. (فقه اكبر ص۱۱ طبع لاهور)

اور ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا اہل آسمان اور اہل زمین

کا ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ایمان و توحید میں سارے مومن برابر ہیں اور اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

اور دوسرے مقام پر یہ تحریر ہے:

ولا نقول ان المومن لا یضره الذنوب ولا نقول انه یخلد فیها و ان کان فاسقا بعد ان یخرج من الدنیا مومنا ولا نقول حسناتنا مقبولة وسیائتنا مغفورة کقول المرجئة (ص ۹۲)

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لیے گناہ مضر نہیں اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل ہی نہیں ہوگا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر چہ فاسق ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں اور تمام گناہ معاف ہیں جیسا کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔

نیز مولف کا یہ کہنا کہ غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔ یہ ان کے کتمان حقائق کی صریح دلیل ہے یا پھر ممکن ہے کہ انہوں نے الملل والنحل کی پوری عبارت نہیں پڑھی جس سے ان کو غلط فہمی ہوگئی اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ غسان کس وجہ سے امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے چنانچہ علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

ومن العجب ان غسان کان یحکی عن ابی حنیفة مثل مذهبه ویعده من المرجئة ولعله کذب کذالك علیه لعمری کان یقال لابی حنیفة واصحابه مرجئة السنة (الملل والنحل علی هامش کتاب الفصل ص۱۸۹ ج۱)

تعجب کی بات ہے کہ غسان بھی اپنے مذہب کو امام صاحب کا سا مذہب ظاہر کرتا تھا اور امام صاحب کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا غالباً یہ جھوٹ ہے مجھے زندگی عطا کرنے والے کی قسم کہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو تو مرجئہ السنۃ کہا جاتا ہے۔

اب ناظرین غور فرمائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ غسان کا امام صاحب کو مرجئہ کہنے کا مقصد صرف اپنے مذہب کی ترویج و تشہیر تھا ورنہ درحقیقت غسان اور امام صاحب کے عقیدے میں زمین و آسمان کا فرق ہے نیز کیا غسان کے کہنے سے امام صاحب مرجئہ بن جائیں گے غسان جیسے بدعتی کے کہنے سے امام صاحب کو مرجئہ کہنا اہل بدعت کا شیوہ ہوسکتا

ہے اہل سنت کا نہیں اور جب خود علامہ شہرستانی امام صاحب کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں اور غسان کے اپنے عقیدے کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنے کی بناء پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو پھر مولف کا علامہ شہرستانی کے حوالہ سے غسان کے قول کو نقل کرنا اور اس کو حجت کے طور پر پیش کرنا اور اس بناء پر امام صاحب پر طعن کرنا صریح بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حل:

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مولف کا مقصد تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے صرف یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب کو مرجئہ (ضالہ) میں شمار کیا ہے لیکن ہم ان شاء اللہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے امام صاحب کو مرجئہ ضالہ میں شمار نہیں کیا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ غنیۃ کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے وہ لاہور کا طبع شدہ ہے اور اس کے ساتھ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔ جس میں اس عبارت میں ''بعض'' کا لفظ موجود ہے اسی طرح غنیۃ کے مصری نسخہ میں بھی ''بعض'' کا لفظ موجود ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

اما الحنفیة فهم بعض اصحاب ابی حنیفة النعمان بن ثابت زعموا الخ

لیکن حنفیہ وہ بعض اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے۔ (الخ)

اور یہ بات مولانا محمود حسن خان صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

واما اصحاب الامام فنسخة کتاب الغنیة التی رجعت الیها ونقلت منها هی التی ذکر فیها اما الحنفیة فبعض اصحاب ابی حنیفة.

(معجم المصنفین ج۱ ص۱۹۸)

امام صاحب کے مقلدین کے بارے میں ایسا لکھنا تو غنیۃ کا وہ نسخہ جس کو دیکھ کر ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں **اما الحنفیة فبعض اصحاب ابی حنیفة** جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بعض حنفی ہیں جو امام صاحب کے بعض فروع فقہ میں تو مقلد تھے مگر عقائد میں مرجئہ تھے چونکہ یہ لوگ فروع میں امام صاحب کے مقلد تھے

اس لیے وہ بھی حنفی کہلائے اور غسان بھی انہیں میں داخل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا چنانچہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اسی اشکال کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان مراد الشیخ من الحنفیة فرقة منهم وهم المرجئة وتوضیحه ان الحنفیة عبارة من فرقة مقلد الامام ابی حنیفة فی المسائل الفرعیة وتسلك مسلکه فی الاعمال الشریعة سواء وافقته فی اصول العقائد ام خالفته فان وافقته یقال بها الحنفیة الکاملة وان لم توافقه یقال لها (الحنفیة) مع قید یوضح مسلکه فی العقائد الکاملة فکم من حنفی حنفی فی الفروع معتزلی عقیدة کالزمخشری جار الله .... ومولف القنیه ...... نجم الدین الزاهدی ...... وعبد الجبار وابی هاشم والجبائی وغیرهم وکم من حنفی حنفی فرعا مرجئی او زیدی اصلا. (الرفع والتکمیل ص ۱۷۸ طبع مصر)

حضرت شیخ کی مراد حنفیہ سے وہ فرقہ ہے جو مرجہ تھے وضاحت اس کی یہ ہے کہ حنفیہ تو اس جماعت کو کہتے ہیں جو مسائل فرعیہ میں امام ابوحنیفہ کی مقلد ہو اور اعمال شرع میں آپ کے مسلک پر چلے چاہے اصول عقائد میں آپ کے موافق ہو یا مخالف اب جو حضرات عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے موافق ہوں تو ان کو حنفیہ کاملہ کہا جائے گا اور اگر عقائد میں مخالف ہوں تو ان کو حنفی کہنے کے ساتھ ایسی قید بھی لگائی جائے گی جو ان کے مسلک کی وضاحت کرے چنانچہ ایسے بہت سے حنفی ہیں کہ جو فروع میں تو حنفی ہیں مگر عقیدہ میں معتزلی ہیں جیسے جاراللہ زمخشری، نجم الدین زاہدی صاحب القنیہ، عبدالجبار، ابوہاشم اور جبائی وغیرہ ہیں اور بہت سے حنفی ایسے ہیں جو فروع میں تو حنفی ہیں لیکن عقیدہ کے لحاظ سے مرجہ ہیں یا زیدیہ ہیں۔

مذکوہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کی عبارت میں حنفیہ سے مراد مطلق حنفیہ نہیں کہ جو عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے مقلد ہوں بلکہ وہ بعض حنفی مراد ہیں جو فروع میں امام صاحب کے مقلد تھے لہٰذا ان بعض کے مرجہ ہونے سے امام صاحب کا مرجہ ہونا لازم نہیں آتا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مولف نے کس طرح عوام کو دھوکہ دیا کہ غنیۃ کی عبارت کا ترجمہ کرتے وقت لفظ بعض کا ترجمہ حذف کر دیا اور اس طرح ان کو غلط فہمی کا شکار بنایا اور پھر حضرت شیخ حضرت ابوحنیفہ کو کیسے مرجئہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو امام صاحب کو امام کے لقب سے یادفرماتے ہیں چنانچہ وقت فجر کے بارے میں امام احمد کا مذہب نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقال الامام ابو حنیفة (امام ابوحنیفہ نے فرمایا) اور تارک صلاۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے ابوحنیفہ کو الامام ابوحنیفہ کے الفاظ سے یاد کیا چنانچہ موصوف فرماتے ہیں:

وقال الامام ابو حنیفة لا یقتل ''امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔''

اگر حضرت شیخ کے نزدیک امام صاحب مرجئہ ضالہ میں سے ہوتے تو پھر ان کو امام کے لقب سے کیوں یاد فرماتے اور امور شرعیہ میں دیگر ائمہ کے اقوال کے ساتھ ان کے قول کو کیوں ذکر کرتے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ امام صاحب پر تو سرے سے اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا جس کا جواب دیا جائے۔(افسوس ہے کہ مولف نے اپنے مقتدا حضرات کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا جو ان کو پتہ چلتا کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ) سرخیل گروہ اہل حدیث نواب صدیق حسن خان دلیل الطالب علی ارجع المطالب میں فرماتے ہیں:

سوال: غنیة الطالبین مرجنه دو اصحاب ابی حنیفه نعمان ذکر کرده و کذا غیره فی غیره وجه آن چیست

جواب: شاه ولی الله محدث دهلوی تفهیمات توشه مذکور ارجاء دو گونه است یکے ارجاء است که قائل را از سنت بیرون میکند دیگر آنست که از سنت بیرون نمیکند اول آنست که معقتد آن باشد که هر که اقرار بزبان وتصدیق بجنان کرد بیچ معصیت اور مقرنیت اصلا دیگر آند که اعتقاد کند که عمل از ایمان نیت ولیکن ثواب و عقاب هر ان مرتب است وسبب فرق میان هر دو آنست که صحابه و تابعین اجماع کرده اند هر تخطیه مرجنه دگفته اند که هر عمل ثواب و عذاب مرتب یشود پس مخالف ایشان ضال و مبتدع است و در مسئله ثانیه اجماع سلف ظاهر نشره بلکه

دلائل متعارضین است بعض آیات و حدیث واثر دلالت میکنندہ بر آنکه ایمان غیر هل است و بیسار سے از دلیل دال است هر آنکه اطلاق ایمان هر مجموعه قولی و عملی است واین نزاع راجع میشہ وبسونے لفظ بجهت اتفاق همه بر آنکه عاصی از ایمان فارغ نمی شود اگرچه مستحق عذاب است وصرف دلائل واله بر آنکه ایمان عبارت از مجموع این چایز ها است از ظواهر مش هادنی غایت ممکن است انتهیٰ وائمه بینهما معلوم شر کر مراد حضرت شیخ از مرجئه بدون اصحاب ابی حنیفة شق خالی است ولا غبار علیه اگرچه اسے ارجح از روئے نذر در دلائل یهاں مذهب اهل حدیث است که ایمان عبارت ست از مجموع اقرار و تصدیق و عمل به قال القاضی ثناء الله فی ومالا بد منه فا ندفع الاشکال وصفی مطلع الهلال وبالله التوفیق.

(دلیل الطالب ص۱۶۵، ۱۶۶، طبع مطبع شاه جهانی بهوپال ۱۳۹۵ھ)

سوال: غنیة الطالبین میں اصحاب ابی حنیفہ کو مرجئہ میں ذکر کیا گیا ہے اسی طرح اور لوگوں نے بھی اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات میں لکھا ہے کہ ارجاء کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم تو وہ ہے کہ اس کا قائل اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے (۲) دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔ پہلی قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ جس شخص نے ایمان کا زبان سے اقرار کر لیا اور دل سے تصدیق کر دی تو پھر چاہے کوئی گناہ کرے اس کو قطعاً کوئی مضر نہیں۔ (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے لیکن ثواب اور عقاب اس پر مرتب ہوتا ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا مرجئہ کے گمراہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ عمل پر ثواب اور عذاب مرتب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ اور مبتدع ہے لیکن دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع نہیں ہوا بلکہ دلائل متعارض ہیں بعض آیات، احادیث، آثار اس پر دال ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول و عمل دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے اس لیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عاصی (عصیان کی وجہ سے) ایمان

سے خارج نہیں ہو جاتا اگرچہ مستحق عذاب ہوتا ہے اور جو دلائل کہ ایمان کے مجموعہ (اقرار و تصدیق وعمل) پر دلالت کرتے ہیں ان کو ادنیٰ تامل سے ان کے ظاہر سے پھیرا جا سکتا ہے۔ انتہیٰ اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ کی مراد اصحاب ابی حنیفہ کے مرجئہ ہونے سے دوسری شق ہے۔ اور اس پر کوئی غبار نہیں (کیوں کہ یہ اعتقاد سنت کے خلاف نہیں) اگرچہ یہ دلائل کے اعتبار سے اہل حدیث کا مذہب راجح ہے کہ ایمان مجموعہ اقرار و تصدیق وعمل کا نام ہے اور یہی بات قاضی ثناء اللہ نے اپنی کتاب ''مالا بدمنہ'' میں کہی ہے لہٰذا اشکال ختم ہو گیا اور ہلال کا مطلع صاف ہو گیا اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کا ماخذ اس بحث میں تفہیمات الٰہیہ ہے، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اصل کتاب سے ان کی پوری عبارت پیش کر دیں تا کہ یہ مسئلہ نقل ہو کر پوری وضاحت سے قارئین کے سامنے آ جائے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيد المرسلين وبارك وسلم وعلى آله و صحبه اجمعين. اما بعد! فقد سالنى سائل عن قول امام الطريقة وقطب الحقيقة الشيخ عبد القادر جيلانى رضى الله تعالىٰ عنه وارضاه عند ذكر الفرق الغير الناجية فى الغنية حيث قسم المرجئة الى اثنى عشر فرقة منهم الحنفية ثم قال بعد التفصيل واما الحنفية فهم اصحاب ابى حنيفة النعمان زعموا ان الايمان هو الاقرار والمعرفة والاقرار بالله ورسله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوتى فى كتاب الشجرة فقال قوله هذا قدس سره يرد عليه وجهان من الاعتراض احدهما ان الحنفية من اهل السنة باتفاق من يعتدبه فلا يصح عدها من فرق المرجئة وتضليلها والحكم بانها غير ناج.

وثانيهما أنه بين العقائد التى سميت لأجلها المرجئةُ مرجئةً، وجعل الحنفية منهم، فكان مقتضى كلامه أن الحنفية قائلون بها معتقدون إياها، وليس الأمر كذلك، قال وإنما سموا المرجئة لأنها زعمت أن الواحد من

المكلفين إذا قال لا إله إلا الله محمد رسول الله، وفعل بعد ذلك سائر المعاصى لم يدخل النار أصلا، ومما لا شك فيه أن الحنفية براء من هذا الاعتقاد فقلت الإرجاء إرجاء ان يخرج القائل به عن السنة، وإرجاء لا يخرج، أما الأول فهو أن يعتقد أن من أقر باللسان وصدق بالجنان لا يضره معصية أصلا وأما الثانى فهو أن يعتقد أن العمل ليس من الإيمان، ولكن الثواب والعقاب مترتب عليه، وسبب الفرق بينهما أن الصحابة والتابعين أجمعوا على تخطئة المرجئة، فقالوا إن العمل يترتب عليه الثواب والعذاب، فكان مخالفهم ضالا مبتدعا وأما المسألة الثانية فليست مما ظهر فيها إجماع من السلف، بل الدلائل متعارضة، فكم من حديث وآية وأثر يدل على أن الإيمان غير العمل، وكم من دليل يدل على إطلاق الإيمان على مجموع القول والعمل، وليس النزاع إلا راجعا إلى اللفظ لاتفاقهم جميعا على أن العاصى لا يخرج عن الإيمان، وأنه يستحق العقاب، ثم الدلائل الدالة على أنه المجموع يمكن صرفها عن ظواهرها بأدنى عناية والإمام أبو حنيفة من القائلين لهذه الثانية، وهو من كبار أهل السنة وأئمتهم نعم نشأ فى أهل مذهبه والتابعين له فى الفروع آراء مختلفة، فمنهم المعتزلة كالجبائى وأبى هاشم والزمخشرى، ومنهم المرجئة، ومنهم غير ذلك فهؤلاء كانوا يتبعون أبا حنيفة فى الفروع الفقهية، ولا يتبعونه فى الأصول الاعتقادية، وكانوا ينسبون عقائدهم الباطلة إلى أبى حنيفة رضى الله عنه؛ ترويجا لمذهبهم، ويتعلقون ببعض أقوال أبى حنيفة رضى الله عنه، فانتهض لذلك أهل الحق من الحنفية كالطحاوى وغيره، فبينوا مذهب أبى حنيفة رضى الله عنه، وذبوا عنه ما نسبوا اليه يشهد بذلك نقول كثيرة لا تخفى على من راجع الكتب فبين الحنفية واهل السنة عموم وخصوص من وجه إذا علمت هذا فاعلم أن الشيخ رضى الله عنه ذكر فى الفرق الضالة المرجئة أهل الإرجاء الخارج

عن السنة، ولذلك قال إنما سموا مرجئة إلخ، وذكر منهم الحنفية، يعني قوما يتبعون في الفروع الإمام أبا حنيفة، ويدعون أنه رضي الله عنه كان موافقا لهم في هذا المذهب، ثم ذكر ما تعلقوا به من أقواله، فقال زعم أن الإيمان هو الإقرار إلخ فلما قررنا هكذا اضمحل الاعتراضان معا، وظهر أن الشيخ ما اتهم الإمام أبا حنيفة ولا الماتريدية من الحنفية، أعاذه الله من ذلك، وإنما نسب ما نسب إلى قوم من المرجئة، منتسبين إلى الإمام أبي حنيفة في الفروع يتعلقون بظاهر قوله ويحملون كلامه على غير محمله.

(التفهيمات الٰهيه ص۲۸، ۲۹ طبع مجلس علمي في ڈابھیل)

ایک سائل نے مجھ سے امام طریقت وقطب حقیقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے اس قول کی بابت سوال کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب غنیۃ میں غیر ناجی فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے مرجئہ کو بارہ فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں سے ایک حنفیہ بھی ہیں اور پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حنفیہ وہ فرقہ ہے جو مقلد ہے امام ابوحنیفہ نعمان کا اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان صرف (زبانی) اقرار اور معرفت (دل سے پہچاننے) اور اللہ اور اس کے رسولوں کا اقرار اور جو کچھ وہ اس کے پاس سے لے کر آئے ہیں کے اجمالی طور پر اقرار کا نام ہے جیسا برہوتی نے اپنی کتاب الشجرہ میں ذکر کیا ہے۔ سوال کرنے والے نے دریافت کیا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی اس عبارت پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ (۱) پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ تمام قابل اعتبار حضرات کا اتفاق ہے کہ حنفیہ اہل سنت میں داخل ہیں لہٰذا ان کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرنا اور گمراہ کہنا اور ان پر غیر ناجیہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت شیخ نے مرجئہ کے ان عقائد کو ذکر کر دیا ہے جن کی وجہ سے مرجئہ کو مرجئہ کہا جاتا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ حنفیہ بھی یہی عقائد رکھتے ہوں اور وہ ان باتوں کے قائل ہوں حالانکہ واقع میں ایسا نہیں چنانچہ حضرت شیخ نے مرجئہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جس مکلّف نے بھی زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لیا اب اس کے بعد چاہے سارے گناہ کرتا رہے جہنم میں بالکل نہیں جائے گا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حنفیہ اس عقیدے سے بری ہیں (کیوں کہ حنفیہ کے نزدیک عمل

پر ثواب وعقاب ضرور مرتب ہوگا) (حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں ارجاء کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ ارجاء جس کا قائل اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (۲) دوسرا وہ ارجاء جس کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جس نے بھی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر دی تو پھر چاہے جو گناہ کرے اس کو قطعاً مضر نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ عمل اگر چہ ایمان میں داخل نہیں ہے لیکن ثواب اور عقاب اس پر مرتب ہوتا ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا مرجئہ کے بر سر خطا ہونے پر اتفاق ہے اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ عمل پر ثواب اور عقاب مرتب ہوتا ہے لہذا اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔

لیکن دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع منعقد نہیں ہوا بلکہ دلائل متعارض ہیں بعض آیات، احادیث اور آثار اس پر دال ہیں کہ ایمان اور عمل جداگانہ ہیں اور بہت سی دلیلیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول و عمل دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے لیکن نزاع صرف لفظی ہے اس لیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عاصی (عصیان کی وجہ سے) ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا ہے اگر چہ مستحق عذاب ہوتا ہے اور جو دلائل کہ ایمان کے مجموعہ (اقرار وتصدیق و عمل) پر دلالت کرتے ہیں ان کو ادنیٰ تامل سے ظاہر سے پھیرا جا سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ اس دوسرے مسلک کے قائل ہیں اور وہ کبار اہل سنت میں ہیں بلکہ ان کے امام ہیں ہاں امام صاحب کے اہل مذہب اور فروع میں ان کے متبعین میں مختلف قسم کے لوگ پیدا ہوئے ہیں بعض ان میں سے (عقیدہ) معتزلہ تھے جیسے جبائی، ابو ہاشم اور زمخشری ہیں اور بعض ان میں مرجئہ بھی تھے بعض دوسرے فرقوں کے بھی اور یہ سب لوگ فروع فقہیہ میں آپ کے متبع اور مقلد تھے لیکن اصول اعتقادیہ میں آپ کے متبع نہ تھے اور اپنے باطل عقائد کو بغرض اپنے مذہب کی ترویج امام صاحب کی طرف منسوب کرتے تھے اور امام صاحب کے بعض اقوال سے اپنے آپ کو متعلق کرتے تھے۔ ان دھوکہ بازیوں کو دور کرنے کے لیے اہل حق حنفی علماء جیسے امام طحاوی ہیں اٹھے اور انہوں نے امام صاحب کا صحیح مذہب بیان کیا اور ان غلط عقائد کی نشاندہی کی جو آپ کی طرف غلط منسوب کیے جاتے تھے اس بات کی شہادت بکثرت نقول۔ سے ملتی ہے اور جس نے بھی اصول کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتا

ہے غرضیکہ حنفیہ اور اہل سنت کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت موجود ہے جب یہ تفصیل معلوم ہوچکی تو اب معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ نے فرق ضالہ میں ان مرجۂ کو شمار کیا ہے، جن کا ارجاء خارج عن السنۃ ہے اسی لیے آپ نے ان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ انما سموا مرجئة اھ اور ان میں ان حنفیہ کا ذکر کیا جو فروع میں امام صاحب کی اتباع کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی اسی عقیدہ میں ان کے موافق ہیں (جب کہ واقع میں ایسا نہیں) پھر حضرت شیخ نے امام صاحب کے ان اقوال کا تذکرہ کیا جن سے وہ لوگ اپنا تعلق جتلاتے ہیں فقال زعم ان الایمان هو الاقرار اھ (حالانکہ ان کا یہ بیان صحیح نہیں) اب ہماری اس تقریر سے سائل کے دونوں اعتراض ختم ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ حضرت شیخ نے نہ تو امام ابوحنیفہ کو اور نہ ہی حنفیہ ماتریدیہ کو (ارجاء سے) متہم کیا ہے بلکہ یہ عقیدہ ان مرجۂ کا ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو فروع میں امام صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپ کے کلام کو غلط محمل پر محمول کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے:

(۱)...... حنفیہ اہل سنت ہیں (بلکہ امام صاحب تو کبار اہل سنت میں داخل اور ان کے امام ہیں) اور فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں۔

(۲)...... مرجۂ ضالہ اور حنفیہ کے عقائد مختلف ہیں اور جن عقائد کی وجہ سے مرجۂ کو مرجۂ کہا جاتا ہے حنفیہ ان عقائد کے حامل نہیں۔

(۳)...... عمل کے جزو ایمان ہونے اور نہ ہونے میں امام ابوحنیفہ اور دیگر حضرات محدثین کے درمیان جو اختلاف ہے وہ صرف لفظی ہے حقیقی نہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس سلسلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہیں جیسے کہ

ثم الدلائل الدالة علی انه المجموع یمکن صرفها عن ظاهرها بادنیٰ عنایة (پھر وہ دلیلیں جو ایمان و عمل دونوں کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان کو بادنیٰ تامل ظاہر سے پھیرا جا سکتا ہے) کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے۔

(۴)...... حنفیہ اور اہل سنت میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اس اعتبار سے حنفیہ کی تین قسمیں بنیں گی۔

(ا)...... خالص حنفی جو اصولاً اور فروعاً امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ جیسے امام طحاوی، امام ابو یوسف وغیرہ۔

(ب)...... حنفیہ معتزلہ یعنی جو اصولاً معتزلی ہیں اور فروع میں امام صاحب کے مقلد ہونے کی وجہ سے حنفی ہوئے ہیں جیسے جبائی ہاشم وغیرہ

(ج)...... حنفیہ مرجئہ جو اصول میں تو مرجئہ ہیں اور فروع میں حنفی ہیں۔

(۵)...... حضرت شیخ نے حنفیہ خالصہ کو مرجئہ میں شمار نہیں کیا (بلکہ اس میں مذکورہ بالا تین اقسام میں سے تیسری قسم مراد ہے) لہٰذا اس سے امام صاحب پر کیا زد پڑ سکتی ہے؟ غرضیکہ امام صاحب پر اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا اور جس معنی میں امام صاحب کو مرجئہ کہا گیا ہے وہ ''ارجاء'' اہل سنت کے مسلک کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ بہت سارے محدثین ایسے گزرے ہیں کہ جن کو اس عقیدہ کی بنا پر مرجئہ کہا گیا۔ چنانچہ محدث ابن قتیبہ اپنی مشہور اور مستند کتاب معارف میں مرجئہ کے عنوان سے بہت سارے فقہاء اور محدثین کے نام گنواتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کو مرجئہ کہا گیا............ لکھتے ہیں:

ابراهيم التيمي، عمرو بن مرة، ذر الهمداني، طلق بن حبيب، حماد بن ابى سليمان، ابو حنيفه صاحب الرأى، عبدالعزيز بن ابى داؤد، وابنه عبدالحميد، خارجه بن مصعب، عمرو بن قيس الماصر، ابو معاويه الضرير ويحيىٰ بن زكريا بن ابى زائده، ابويوسف صاحب الرأى، محمد بن الحسن ومحمد بن السائب، مسعر.

(معارف ابن قتيبه ص۲٦۸ طبع مصر ۱۳۵۳ھ)

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

رجال المرجئة كما نقل الحسن بن محمد بن على بن أبى طالب وسعيد بن جبير وطلق بن حبيب وعمرو بن مرة ومحارب بن دثار ومقاتل بن سليمان وذر وعمرو بن ذر وحماد بن أبى سليمان وأبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد بن الحسن وقديد بن جعفر وهؤلاء كلهم أئمة الحديث لم يكفروا أصحاب الكبائر بالكبيرة ولم يحكموا بتخليدهم فى النار خلافا للخوارج

والقدرية. (الملل والنحل علی هامش کتاب الفضل ص۱۹۴، ۱۹۵ طبع مصر)
جیسا کہ منقول ہے ان حضرات کو مرجئہ کہا گیا حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب، سعید بن جبیر، طلق بن حبیب، عمرو بن مرۃ، محارب بن دثار، مقاتل بن سلیمان، ذر و عمرو بن ذر، حماد بن ابی سلیمان، ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن الحسن اور قدید بن جعفر حالانکہ یہ سب کے سب حدیث کے امام ہیں اور مرتکب کبیرہ کی (گناہ کی وجہ سے) تکفیر کے قائل نہیں اور اس کے ابدی جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگاتے برخلاف خوارج اور قدریہ کے۔

کتب اسمائے رجال کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اکابر امت میں کس جلالت شان کے حامل تھے۔ سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں اور عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہیں جب کوفہ کے لوگ حج کو آتے اور ابن عباس سے کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو آپ جواب میں فرماتے کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہے لیکن ان کو بھی لکھنے والوں نے مرجئہ لکھ دیا۔

پس ثابت ہوا کہ اس مذموم معنیٰ میں (جو اہل بدعت کا عقیدہ ہے) ان حضرات کی طرف ارجاء کی نسبت کرنا درست اور صحیح نہیں اور ایسا عقیدہ رکھنا اہل سنت کے مسلک کے خلاف بھی نہیں۔ اسی لیے امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام مسعر بن کدام کے ترجمہ میں امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر حضرات کا نام لے کر یہ تصریح کی ہے کہ ان حضرات کو مرجئہ کہنا ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ولا عبرة بقول السليمانی كان من المرجئة مسعر وحماد بن ابی سليمان والنعمان وعمرو بن مرة وعبدالعزيز بن ابی رواد وابو معاوية وعمر بن ذر وسرد جماعة قلت الارجاء مذهب لعدة من اجلة العلماء لا ينبغی التحامل علی قائلة. (ج۳ ص۱٦۴)

مسعر، حماد بن ابی سلیمان، نعمان (بن ثابت الامام)، عمرو بن مرہ، عبدالعزیز بن ابی رواد، وابومعاویہ، عمر بن ذر ان کے علاوہ علماء کی ایک جماعت کو نام بنام ذکر کر کے کہا کہ یہ سب مرجئہ تھے۔ سو سلیمان کا یہ کہنا قابل اعتبار نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ "ارجاء" تو بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور اس مذہب کے قائل پر مواخذہ نہ کرنا چاہیے۔

صرف یہی حضرات نہیں بلکہ اسی طرح بخاری و مسلم اور کتب صحاح کے سینکڑوں راوی ایسے ہیں جن کی عدالت وثقاہت مسلم ہے مگر اس عقیدہ کی وجہ سے (کہ ایمان اور عمل جدا

گانہ چیزیں ہیں) ان پر بھی "ارجاء" کی تہمت جڑ دی گئی ہے۔

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی میں بخاری و مسلم کے ان راویان حدیث کی نام بنام فہرست پیش کی ہے جن کو مرجئہ کہا گیا چنانچہ فرماتے ہیں:

فائدہ اردت ان اسرد هنا من رمی ببدعته ممن اخرج لهم البخاری ومسلم او احدهما وهم ابراهیم بن طهمان، ایوب بن عائذ الطائی، ذر بن عبدالله المرهبی، شبابة بن سوار عبد الحمید بن عبدالرحمن، ابویحیٰی الحمانی، عبدالمجید بن عبدالعزیز، ابن ابی رواد، عثمان بن الغیاث البصری، عمر بن ذر، عمر بن مرة، محمد بن حازم، ابو معاویة الضریر ورقاء بن عمر الشیکری، یحیٰی بن صالح الوحاضی، یونس بن بکیر، هؤلاء رموا بالارجاء وهو تاخیر القول فی الحکم علی مرتکب الکبائر بالنار.

(تدریب الراوی ج۱ ص ۳۲۸ طبع بیروت)

ہمارا ارادہ ہے کہ یہاں ان حضرات کا ذکر کریں جن کو بدعتی کہا گیا اور ان سے امام بخاری اور امام مسلم ہر دو حضرات نے یا کسی ایک نے روایت لی ہے اور وہ حضرات یہ ہیں:

ابراہیم بن طہمان، ایوب بن عائذ الطائی، ذر بن عبداللہ المرہبی، شبابۃ بن سوار عبدالحمید بن عبدالرحمٰن، ابویحیٰی الحمانی، عبدالمجید بن عبدالعزیز، ابن ابی رواد، عثمان بن غیاث البصری، عمر بن ذر، عمر بن مرۃ، محمد بن حازم، ابو معاویہ عزیر ورقاء بن عمر الشیکری، یحیٰی بن صالح الوحاضی، یونس بن بکیر۔

ان سب پر ارجاء کا الزام عائد کیا گیا یعنی یہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے بارے میں اس کے دوزخی ہونے کا فیصلہ آخرت پر چھوڑتے ہیں کہ وہاں معلوم ہوگا ان میں سے کون دوزخ میں جاتا ہے اور کون اس سے رہائی پاتا ہے۔

امام صاحب کو مرجئہ کہنے کے اسباب و عوامل پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

قد عد جماعة الامام ابا حنیفة من المرجئة ولیس هذا الکلام علی حقیقة.

ایک جماعت نے امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کیا ہے لیکن یہ بات واقع کے خلاف ہے۔

اور پھر اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما اولا فقال شارح المواقف ان غسان الخ

واما ثانیًا فقد قال الامدی ان المعتزلة کانوا فی الصدر الاول یلقبون من خالفھم فی القدر مرجئًا او لانه لما قال الایمان لایزید ولا ینقص فان به الارجاء بتاخیر العمل عن النیة (الخیرات الحسان فصل السابع والعشرین)

پہلا سبب تو یہ ہے کہ غسان اپنے مذہب کی ترویج کے لیے ایسا کرتا تھا (جیسا کہ پہلے گزر چکا)

دوسرا سبب یہ ہے کہ آمدی نے کہا ہے یہ صدر اول میں معتزلہ کا یہ رویہ تھا کہ تقدیر کے مسئلہ میں جو ان سے اختلاف کرتا وہ ان کو مرجئہ کہا کرتے تھے۔

(۳) یا یہ کہ امام صاحب چونکہ ایمان میں کمی زیادتی کے قائل نہیں تھے اس لیے ان پر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر رکھتے ہیں۔

غرض امام صاحب پر ارجاء کا الزام اہل بدعت کا یا ان سادہ لوح ارباب روایت کا لگایا ہوا ہے۔ جو علم کلام کے دقیقہ شناس نہیں تھے اور یہ مذموم حرکت سب سے پہلے معتزلہ، قدریہ اور مرجئہ ضالہ سے صادر ہوئی اور انہی بدعتیوں کی پیروی میں مؤلف نے بھی امام صاحب کو مرجئہ کہہ دیا۔ ورنہ جو حقیقت اور واقع کے مطابق ہے۔ وہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

آخر میں اس بارے میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی رائے معلوم کرلیں کیوں کہ وہ علماء اہل حدیث میں بڑی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''اس موقعہ پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ آپ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ تقویٰ اور تورع پر گزری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں، بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے جس کی حقیقت کو نا سمجھ کر اور حضرت امام ممدوح کے طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے لیکن حقیقت میں علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۵۶ طبع لاہور)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے کہ آپ نے حضرت امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کیا ہے سواس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ سید نواب صاحب مرحوم کے حوالے سے دیتے ہیں۔(۷۰)

اور اس کے بعد میر صاحب نے دلیل الطالب کی وہی عبارت ذکر کی ہے، جس کو ہم ذکر کر آئے ہیں اور ایک اور مقام پر اس ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ لوگوں کے لکھنے سے آپ کس کس کو ائمہ اہل سنت کی فہرست سے خارج کریں گے۔(ص ۶۰)

نہ تنہا من دریں خانہ مستم　　　جنید و شبلی و عطار شہ مست

(ماخوذ نصرۃ الفقہ ص ۳۰ تا ۴۹)

دوسرا جواب مولانا نور بخش توکلی سے:

امام صاحب پر مرجیہ ہونے کا الزام مولانا ابوالقاسم سیف بناری (غیر مقلد) نے بھی الجراح علی ابی حنیفہ میں کیا تھا۔ مولانا نور بخش توکلیؒ نے اسی زمانہ میں اس اعتراض کا جواب دے دیا تھا وہ اعتراض اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰......قال لبناری

لیکن امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور سنئے۔ امام صاحب علاوہ اس کے ضعیف تھے مرجیہ بھی تھے اور مرجیہ کے بارے میں ترمذی میں بروایت ابن عباس مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجیۃ والقدریۃ** یعنی مرجیہ اور قدریہ اسلام سے خارج ہیں (مطلب یہ ہے کہ مسلمان نہیں)۔ اب سنئے ثبوت ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فہرست اسماء مرجیہ کی یوں لکھی ہے (۱) ابراہیم التیمی (۲) عمرو بن مرہ (۳) ابوذر ہمدانی (۴) طلق بن حبیب (۵) عبدالعزیز بن ابی رواد (۶) ابنہ عبدالمجید (۷) خارجہ بن مصعب (۸) عمرو بن قیس الماجر (۹) ابومعاویہ الضریر (۱۰) یحییٰ بن زکریا (۱۱) ابن ابی مائدہ (۱۲) محمد بن السائب (۱۳) مسعر بن

کدام (۱۴) حماد بن ابی سلیمان (۱۵) ابوحنیفہ الفقیہ (۱۶) ابو یوسف صاحب الرای (۱۷) محمد بن حسن انتہے۔

اس میں حماد بن ابی سلیمان امام صاحب کے استاد ہیں اور امام صاحب بھی خود موجود ہیں۔ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ چاروں کے چاروں مرجیہ۔ اور مرجیہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی۔ یہ لطف پر لطف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے تمام حنفیہ کو مرجیہ لکھا ہے۔ دیکھو غنیۃ الطالبین ص ۲۲۷۔

اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا **لیس لھم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافھموا ولا تعجلوا**۔ ص ۱۵۔۱۶

قال الرافضی

ابن قتیبہ دینوری کہ از اعاظم ثقات اھل سنت و عمدہ ترین معتبرین ایشان است ابو یوسف را مع استاد اعظمش یعنی ابو حنیفہ و استا واستادش یعنی حماد بارفیقش یعنی محمد بن الحسن مرجی قرار مے دھد و مجموعہ این اساتذہ و تلامذہ در یك رسن بستہ بسوے دارالبوار مے فرستد چنانچہ در کتاب معارف کہ بعنایت ایزد متعال نسخہ متعارف آن پیش این تشتت البال حاضر است مےفرماید - اسماء المرجئة ابراھیم التیمی، عمرو بن مرة، ابو ذر المھدانی، طلق من حبیب، حماد بن ابی سلیمان، ابوحنیفة الفقیہ، عبدالعزیز بن ابی رواد، وابنہ عبدالمجید، خارجہ بن مصعب، عمر بن قیس الماھر، ابو معاویة الضریر، یحیٰی بن زکریا بن ابی زائدہ، ابویوسف صاحب الرای، محمد بن الحسن، محمد بن السائب، مسعر بن کدام انتھے. استقصاء، ص۲۲٤. واز ھمین جا است کہ عارف ربانی و قطب صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی در کتاب غنیة ابوحنیفہ را مرجی گفتہ حضرات حنفیہ راھم مرجئہ قرار داد و بمقتضاے حدیث صنفان من امتی لیس لھما من الاسلام نصیب احدھما مرجی والأخر قدری

کما رواہ الترمذی امام اعظم و اتباعش را از اسلام خارج فرمودہ۔
استقصاء ص ۳۲۳ ملخصًا

اقول

امام صاحب سے پہلے حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما بھی اسی اتہام کا نشانہ بن چکے تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے صحیح بخاری کے ایک راوی محارب بن دثار کے ترجمہ میں لکھا ہے۔
وقال ابن سعد لا یحتجون بہ کان ممن یرجی علیا وعثمان ولا یشھد علیھما بایمان ولا کفر (میزان الاعتدال مجلد ثالث ص ۵). یعنی ابن سعد نے کہا کہ لوگ محارب بن دثار کے ساتھ احتجاج نہیں کرتے۔ وہ منجملہ ان کے تھا جو حضرت علی و عثمان کو مرجئہ کہتے تھے اور نہ ان کے ایمان کی شہادت دیتے تھے اور نہ کفر کی الخ۔ امام صاحب کا اس اتہام سے بری ہونا خود ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ آپ فقہ اکبر میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔
ولا نقول أن المومن لا تضرہ الذنوب ولا تقول انہ لا یدخل النار ولا نقول انہ یخلد فیھا وان کان فاسقا بعد ان یخرج من الدنیا مؤمنا ولا نقول ان حسناتنا مقبولۃ وسیئاتنامغفورۃ کقول المرجئۃ
ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ مومن کو گناہ مضر نہیں اور نہ یہ کہ گنہگار مومن وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن خواہ فاسق ہو دوزخ میں ہمیشہ رہے گا بعد اس کے کہ دنیا سے مومن گیا ہو۔ اور نہ ہمارا یہ عقید ہے کہ مومن کی نیکیاں مقبول ہیں اور اس کی برائیاں معاف کی گئی ہیں جیسا کہ مرجئہ کا قول ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ امام صاحب پر یہ اتہام کس طرح لگایا گیا۔ اور ابن قتیبہ تک کیونکر پہنچا۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی شافعی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی کتاب ملل ونحل (امام شہرستانی اپنی بے تعصبی کا اظہار اس کتاب کے مقدم ص ۹ میں بایں الفاظ کرتے ہیں
وشرطبی علی نفسی ان اورد مذھب کل فرقۃ علی ما وجدناہ فی کتبھم من غیر تعصب لھم یعنی میں نے اپنے اوپر یہ شرط کرلی ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب بغیر کسی

تعصب کے ذکر کروں جیسا کہ میں نے اس فرقہ کی کتابوں میں پایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے علاوہ دیگر اہل سنت و جماعت کی طرف بھی ارجاء کی نسبت کی جاتی تھی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادات مطبوعہ نولکشور ص ۵۰۹ میں لکھتے ہیں۔ وبعض از علماء اهل اعتزال ارجاء باهل سنت وجماعت نسبت کنند که جانب مغفرت و امیدواری را رعایت مینمایند ومیگویند اگر خدا خواهد همه گناهان را بخشد اگر چه مقرون بتوبه نبود و فاسق مخلد در ناد نبود و این محض تعصب ومکابره است چه ارجا است که مواخذه وعقاب را اصلا راه ندهند و بدان قائل نباشد و گویند که معصیت باوجود ایمان اصل ضرر ندارد و آنچه اهل سنت و جماعت میگویند نظر بمشیت وارادت حق است تعالے که یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وعذاب را برا ے عصاة اثبات میکنند و از ضرر ان خائف مے باشندو لیکن الایمان بین الخوف والرجاء انتهے

علامہ عبدالعزیز بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) نے امام فخر الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی (متوفی ص ۴۸۴ھ) کے قول و کان فی علم الاصول اما ما صادقا کے تحت میں بحوالہ مناقب الامام الاعظم ابو حنیفه النعمان للامام ظهیرالدین المرغینانی یوں لکھا ہے۔ وممایدل علی تبصره فیه ماروی یحیی بن شیبان عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال کنت رجلاً اعطیت جدلا لان فی الکلام فمضی دهر فیه اتردد وبه اخاصم وعنه أفاضل وکان اکثر اصحاب الخصومات بالبصرة فدخلتها نیفا عشرین مرة اقیم سنة واقل واکثر وکنت قد نازعت طبقات الخوارج من الأباضیة وغیرهم وطبقات المعتزلة وسائر طبقات اهل الا هواء وکنت بحمد الله اغلبهم وا قهرهم ولم یکن فی طبقات اهل الأهواء احد جدل عن المنزلة کان ظاهر کلامهم مموه بقبلة القلوب وکنت ازیل تمویهم مبدأ الکلام واما الروافض واهل الأرجا

الذین یخالفون الحق فکانوا بالکوفة اکثر و کنت فھو قھرتھم بحمد اللہ ایضا (کشف الاسرار علی اصول البز دوی جلد اول ص ۹) ترجمہ: علم کلام میں امام صاحب کے تبحر کی ایک دلیل یہ ہے کہ یحیٰی بن شیبان نے روایت کی کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو کلام میں خصومت کی قدرت عطا کی تھی۔ پس ایک زمانہ گزر گیا میں کلام میں متردد تھا اور اسی کے ساتھ مخاصمت کرتا تھا اور اسی کی حمایت کرتا تھا۔ اور اکثر اصحاب خصومات بصرہ میں تھے۔ اس لئے کچھ اوپر بیس دفعہ میں وہاں گیا۔ ایک سال یا کم و بیش وہاں قیام کرتا تھا اور اباضیہ وغیرہ خوارج کے فرقوں اور معتزلہ کے فرقوں اور اہل بدعت کے باقی فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرتا۔

اور بحمد اللہ میں ان پر غالب آجاتا اور ان کو مغلوب کر لیتا۔ اور اہل بدعت کے فرقوں میں معتزلہ سے بڑھ کر کوئی فرقہ جھگڑنے والا نہ تھا۔ کیونکہ ان کا ظاہر کلام دلوں کے جادو کے ساتھ ملمع کیا ہوا ہوتا تھا اور میں اصول کلام سے ان کی ملمع کاری کو زائل کر دیتا تھا۔ روافض اور مرجۂ جو حق کی مخالفت کرتے تھے وہ تو کوفہ میں کثرت سے تھے اور بحمد اللہ میں ان کو بھی مغلوب کر لیتا تھا انتہیٰ)

مطبوعہ مطبع عثمانیہ جزء اول ص ۷۹ میں مرجۂ کے فرقوں کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

الغسانیة اصحاب غسان الکونی زعم ان الایمان ھو المعرفة باللہ تعالی وبرسولہ والاقرار بما انزل اللہ مما جاء بہ الرسول فی الجملة دون التفصیل و الایمان یزید ولا ینقص و زعم ان قائلا لوقال اعلم ان اللہ قدحرم أکل الخنزیر ولا ادری ھل الخنزیر الذی حرمہ ھذہ الشاة ام غیرھا کان مومنا ولو قال اللہ قد فرض الی الکعبة غیرانی لا ادری ابن الکعبة و لعلھا بالھند کان مومنا ومقصودہ ان امثال ھذہ الاعتقادات امور وراء الایمان لا انہ کان شاکا فی ھذہ الامورفان عاقلا لایستجیر من عقلہ أن یشك فی ان الکعبة الی ای جھة وان الفرق بین الخنزیر والشاة ظاھرو من العجب ان غسان کان یحکی عن ابی حنیفة رحمہ اللہ مثل مذھبہ ویعدہ من

المرجئة ولعله كذب ولعمری کان يقال لابی حنيفة واصحابه كثير من اصحاب المقالات من جملة المرجئة ولعل السبب فيه انه لما كان يقول الايمان هو التصديق بالقلب وهولا يزيد ولا ينقص ظنوابه انه يوخر العمل عن الايمان والرجل مع تخرجه فی العمل كيف يفتی بترك العمل وله سبب اخرو هوانه كان يخالف القدرية والمعتزلة الذين ظهر فی الصدر الاول والمعتزلة كانوايلقبون كل من خالفهم فی القدومرجئاً وكذلك الوعيدية من الخوارج فلا يعدان اللقب انمالزمه من فريق المعتزلة والخوارج والله اعلم

غسانیہ اصحاب ہیں غسان کوفی کے غسان کا خیال تھا کہ ایمان پہچاننا اللہ ورسول کا ہے اور اقرار کرنا اجمال کے طور پر نہ کہ تفصیل کے طور پر ساتھ اس کے جو جناب رسالتماب اللہ طرف سے لائے اور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور گھٹتا نہیں۔ اور اس کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص کہے۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ نے سور کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ وہ سور جسے حرام کیا ہے یہ بکری ہے یا اس کے سوا اور تو وہ مومن ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اللہ نے کعبہ کا حج فرض کیا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کعبہ کہاں ہے۔ شائد وہ ہند میں ہے۔ تو وہ مومن ہے۔ غسان کا مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے اعتقادات خارج از ایمان ہیں۔ نہ یہ کہ وہ ان امور میں شک کرتا تھا۔ کیونکہ کوئی عقلمند اپنی عقل سے جائز نہیں سمجھتا کہ اس امر میں شک کرے کہ کعبہ کس طرف کو ہے۔ اور سور اور بھیڑ میں فرق ظاہر ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ غسان امام ابوحنیفہ سے اپنے مذہب کی مثل نقل کرتا تھا اور امام صاحب کو مرجئہ میں سے سمجھتا تھا۔ شائد یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں کو مرجئہ سنت کہا جاتا ہے۔

اور بہت سے اصحاب مقالات نے امام ابوحنیفہ کو مرجئہ میں سے شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ امام صاحب قائل تھے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ کم بیش نہیں ہوتا۔ اس لیے انہوں نے گمان کیا کہ آپ عمل کو ایمان سے موخر کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ عمل

میں اپنے مبالغہ واجتہاد کے باوجود کس طرح ترک عمل کا فتوے دے سکتے تھے۔اور اس کا ایک اور سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ امام صاحب ان قدریہ ومعتزلہ کی مخالفت کرتے تھے جو صدر اول میں ظاہر ہوئے۔اور معتزلہ ہر ایک شخص کو جو قدر میں ان کی مخالفت کرتا تھا مرجی کہتے تھے۔اسی طرح خوارج میں سے وعیدیہ اپنے مخالف کو مرجی کہتے تھے۔پس بعید نہیں کہ یہ لقب امام صاحب پر معتزلہ وخوارج ہر دو فریق کی طرف سے چسپاں ہو گیا ہو۔واللہ اعلم

اسی طرح شرح مواقف (مطبوعہ استنبول، جلد ثالث ص۲۹۳) میں لکھا ہے۔

(الغسانية اصحاب غسان الكوفى قالوا الإيمان هو (المعرفة بالله ورسوله بما جاء من عنده اجمالاً) لاتفصيلًا (وهو) اى الايمان ويزيد ولا ينقص وذلك) الاجمال (مثل ان يقول وقد فرض) الله (الحج ولا ادرى اين الكعبة ولعلها بغير مكة وبعث محمد ولا ادرى اهو الذى بالمدينة ام غيره وحرم الخنزير ولا ادرى اهو هذه الشاة ام غيرها فان القائل بهذه المقالات مومن ومقصودهم بما ذكروه ان هذه الامور ليست داخلة فى حقيقة الإيمان والا فلا شبهة فى ان عاقلا لا يشك فيها (وغسان كان يحكيه) اى القول بماذهب اليه (عن ابى حنيفة) ويعده من المرجئة (وهو افتراء) عليه قصد به غسان ترويج مذهبه بموافقة رجل كبير مشهور قال الآمدى ومع هذا فاصحاب المقالات قد عدوا اباحنيفة واصحابه من مرجئة اهل السنة ولعل ذلك كان المعتزلة فى الصدر الاول كانوا يلقبون من خالفهم فى القدر مرجئًا اولانه لماقال الايمان هو التصديق ولايزيد ولا ينقص ظن به الارجاء بتاخير العمل عن الايمان وليس كذلك اذعرف منه المبالغة فى العمل والاجتهاد فيه

غسانیہ اصحاب میں غسان کوفی کے۔وہ کہتے تھے کہ ایمان معرفت ہے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ساتھ اس کے جو آپ لائے اللہ کے ہاں سے اجمال کے طور پر نہ کہ تفصیل کے طور پر اور ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا نہیں۔اور وہ اجمال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے۔کہ اللہ

نے حج فرض کر دیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کعبہ کہاں ہے۔
شاید وہ مکہ کے سوا کسی اور جگہ ہے۔ اور اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ آپ وہی ہیں جو مدینہ میں ہیں۔ یا کوئی اور۔ اور اللہ نے سور کو حرام کر دیا اور میں نہیں جانتا کہ وہ یہ بکری ہے یا کوئی اور چارپایہ۔ پس ان اقوال کا قائل مومن ہے۔ اور غسانیہ کا مقصود ان اقوال سے یہ ہے کہ یہ امور حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔ ورنہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عقلمند ان امور میں شک نہیں کرتا۔ اور غسان اپنے اس قول کو امام ابوحنیفہ سے نقل کرتا تھا اور آپ کو مرجئہ سے شمار کرتا تھا۔ مگر یہ آپ پر افترا ہے۔ اس سے غسان کا مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے مشہور شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے۔ آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) نے (ابکار الافکار میں) کہا کہ بایں ہمہ اصحاب مقالات نے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کو مرجئہ اہل سنت میں شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ معتزلہ صدر اول میں ان اشخاص کو جو قدر میں ان کی مخالفت کرتے تھے مرجئہ کے لقب سے پکارتے تھے۔ یا اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ امام صاحب قائل ہیں کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور وہ کم وبیش نہیں ہوتا۔
اس لئے عمل کو ایمان سے موخر کرنے کی وجہ سے آپ پر ارجاء کا گمان کیا گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ امام صاحب کا عمل وعبادت میں مبالغہ واجتہاد مشہور ہے۔
علامہ سید محمد مرتضیٰ (متوفی ۱۲۰۵ھ) عقود الجواہر المنیفہ (مطبوعہ قسطنطنیہ جزء اول ص۱۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔

واما نسبة الارجاء اليه نغير صحيح فان اصحاب الامام كلهم على خلاف رأى اصحاب الارجاء فلو كان ابو حنيفة مرجئا لكان اصحابه على رأيه و هم الآن موجودون على خلاف ذلك وإذا اجمع الناس على امر وخالفهم واحدا واثنان لم يلتفت إلى قوله ولم يصدق فى دعواه حتى ان الصلاة عند ابى حنيفة خلف المرجئة لاتجوز ومن اجمع الامة على انه احدالائمة الاربعة المجمع عليهم لا يقدح فيه قول من لا يعرفه الا بعض

المحدثین.

امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کے سب اصحاب مرجئہ کی رائے کے خلاف ہیں۔ پس اگر امام ابوحنیفہ مرجی ہوئے۔ تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے پر ہوتے۔ حالانکہ وہ اب تک اس کے خلاف پر موجود ہیں۔ اور جب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور ایک یا دو ان کے مخالف ہوں۔ تو اس ایک یا دو کے قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی اور اُسے اپنے دعوے میں سچا نہ سمجھا جائے گا۔ یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ امت کا اس مر پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ ان ائمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ لہذا آپ میں ایسے شخص کا قول قادح نہ ہوگا جس کو سوائے بعض محدثین کے کوئی اور نہ جانتا ہو۔

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ ارجاء کی نسبت امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف محض افترا ہے۔ جس کا بانی خواہ غسان ہو یا معتزلہ یا کوئی اور۔ مگر مجھے امام بخاری پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ انہوں نے اس افترا کو صحیح سمجھ کر اپنی کتاب الضعفاء میں درج کر دیا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے اتحاف النبلا میں لکھا ہے کہ ہم نے تلاش کر کے یہ بات معلوم کی کہ امام الائمہ محمد بن اسماعیل بخاری نے امام ابوحنیفہ کو کتاب الضعفاء میں یوں ذکر کیا ہے۔

نعمان بن ثابت الکوفی روی عنه عباد بن العوام وابن المبارك و هشیم ووکیع ومسلم بن خالد و ابومعاویة والمقری وکان مرجئًا سکنوا عن روایته وعن حدیثه. (تنویر الحاس فی مناقب الائمة الثلاثه ص ۳۱)

نعمان بن ثابت کوفی۔ روایت کی آپ سے عباد بن عوام و ابن مبارک و ہشیم و وکیع و مسلم بن خالدہ ابومعاو مہ و مقری نے اور تھے آپ مرجی۔ سکوت کیا ہے لوگوں نے آپ کی روایت سے اور آپ کی حدیث سے

ابن راہویہ جن کا تعصب حنفیہ کرام کے ساتھ پہلے بیان ہو چکا امام بخاری کے شاگرد ہیں۔ اور ابن قتیبہ شاگرد ہیں ابن راہویہ کے۔ پس اس طرح ممکن بلکہ غالب ہے کہ امام بخاری سے یہ افترا بتوسط ابن راہویہ امام ابن قتیبہ کو پہونچا ہو۔ تجاوز اللہ عنا و عنہم۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں جوامام صاحب کی نسبت لکھا ہے وہ خودامام بخاری کے قاعدے کے موافق غلط ہے کیونکہ صحیح بخاری میں مرجیہ کی روایات سے حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔ بنارسی نے جو تکفیر کا فتوے دیا ہے۔اس کا وہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا۔

بنارسی نے فہرست مرجیہ تو نقل کر دی اور خوش ہوگیا کہ اس میں امام صاحب وصاحبین اور حماد بن ابی سلیمان موجود ہیں۔مگر ان کے علاوہ جواور نام ہیں ان پر بالکل غور نہیں کی۔ لہٰذا ہم ان کو مع مختصر حالات (دیکھو خلاصة تذهيب تهذيب الكمال اور كتاب الجمع بين رجال الصحيحين ابن القيرانى الشيبانى) یہاں لکھتے ہیں:

(۱) ابراہیم تیمی۔امام بخاری کے استاد کے استاد کے استاد ہیں (صحیح بخاری۔ باب ظلم دون ظلم، تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

(۲) عمرو بن مرہ۔ امام بخاری کے استاد کے استاد کے استاد ہیں (صحیح بخاری۔ باب علامہ حب اللہ عز وجل)۔تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

(۳) ذر ہمدانی۔امام بخاری کے استاد کے استاد کے استاد ہیں (صحیح بخاری. باب المتيم هل ينفخ فيهما) - تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

(۴) طلق بن حبیب۔ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے ہیں۔صحیح بخاری کے سوا باقی صحاح ستہ میں ان کی روایت موجود ہے۔

(۵) عبدالعزیز بن ابی رواد۔صحیح بخاری میں ان تعلیقاً روایت موجود ہے۔ مسلم کے سوا باقی ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

(۶) عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد، مسلم اور ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

(۷) خارجہ بن مصعب۔ترمذی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

(۸) عمر بن قیس الماصر۔امام ثوری کے استاد اور ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے

ہیں۔

(۹) ابو معاویہ ضریر۔ امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے۔

(۱۰) یحییٰ (ا) بنارسی غلطی سے اسے دو نام علیحدہ علیحدہ سمجھا ہے۔) بن زکریا بن ابی زائدہ۔ ابن مدینی کے استاد اور امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے

(۱۱) محمد بن السائب۔ صحیح ترمذی کے راویوں میں سے ہیں۔

(۱۲) مسعر بن کدام۔ امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں صحیح بخاری (باب الوضوء بالمد) بلکہ تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ چار کی نسبت تو آپ نے نعوذ باللہ تکفیر کا فتویٰ دے دیا۔ باقی بارہ کی نسبت جو اسی فہرست میں شامل ہیں کیا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ بھی بتایئے کہ امام بخاری اور دیگر ائمہ جنہوں نے ان کی روایت کو صحیح سمجھ کر صحاح میں درج کر دیا ان کا کیا حکم ہے اور صحاح ستہ کا اعتبار کہاں تک رہا۔ **فافهموا ولا تعجلوا.**

بنارسی نے جو غنیۃ الطالبین کا حوالہ بقید صفحہ دیا ہے۔ وہ غنیۃ مترجم بہ ترجمہ فارسی مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی مطبوعہ لاہور سے ہے۔ اس نے صرف حنفیہ کا نام مرجئہ کے فرقوں میں دیکھ کر لکھ دیا کہ حضرت پیران میرے تمام حنفیہ کو مرجئہ لکھا ہے۔ اُسے چاہئے تھا کہ حنفیہ کی تشریح بھی جو اسی کتاب میں ص ۲۳۰ پر درج ہے دیکھ لیتا۔ اور وہ یہ ہے۔

واما الحنفية فهم بعض اصحاب ابى حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الايمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوقى فى كتاب الشجرة.

یعنی حنفیہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب ہیں جنہوں نے گمان کیا کہ ایمان اللہ و رسول کی معرفت اور زبان سے ان کا اقرار کرنا اور رسول جو کچھ اللہ کے ہاں سے لائے اس کا اقرار کرنا ہے بر سبیل اجمال جیسا کہ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں ذکر کیا ہے

انتہی۔
مترجم فارسی اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔
بدانکه ذکر حنفیه در فرق مرجئه و گفتن که ایمان نزد ایشان معرفت است و اقرار خلاف مذهب این طائفه است که در کتب مقرر است و شاید این را بعضے مبتدعان به بعض این فرقه داخل کرده اندور کلام شیخ قدس سره انتهے.
اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ یہ عبارت الحاقی نہیں۔ تو اس سے یہ کہاں پایا جاتا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے تمام حنفیہ کو مرجئہ قرار دیا ہے۔ بلکہ آپ نے تو بنا بر قول بر ہوتی امام صاحب کے بعض اصحاب کو مرجئہ لکھا ہے۔ جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے نزدیک عمل ایمان کی جزو ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔
ونعتقد ان الایمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالارکان (غنية الطالبين مطبوعه مطبع میریه بمکة الحمية - جزء اول - ص ۵۵).
چونکہ اس بعض نے صرف قول و معرفت پر اقتصار کیا۔ اس لئے آپ نے اسے مرجئہ کہہ دیا۔ حالانکہ عمل کمال ایمان کی جزو ہے نہ کہ حقیقت ایمان کی۔ تافہم
(ماخوذ الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۸۸ تا ۲۰۰)

تیسرا جواب:

(۳) مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی سے

حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی امام ابوحنیفہ پر ارجاء کے الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

تتمہ فرقہ مرجئہ:

تاریخی سلسلہ کے ضمن میں فرقہ مرجیہ کی ابتداء اور اس کے بانی اور اس کے مختلف مسائل کی نسبت کہ ارجاء کا اطلاق بحسب لغت کس کس مسئلہ پر آسکتا ہے۔ مختصراً ذکر ہو چکا ہے۔

اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اس کی بعض صورتیں ائمہ اہل سنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہیں۔ البتہ مرجئہ خالصہ کا یہ قول کہ ایمان کے ہوتے معاصی و بدکرداریاں مضر نہیں ہیں۔ سراسر باطل اور قابل اعتراض ہے۔ اس موقع پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے کہ بعض محققین نے سیدنا امام ابوحنیفہ کو بھی رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ آپ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ اور تورع پر گزاری ہے۔ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

ارجاء اور امام ابوحنیفہ:

بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو رجال مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے۔ لیکن حقیقت اس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔

اول یہ کہ آپ پر یہ بہتان ہے۔ آپ مخصوص فرقہ مرجیہ میں سے نہیں ہو سکتے۔ ورنہ آپ اتنے تقویٰ وطہارت پر زندگی نہ گزارتے۔ حوالجات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں۔

کما ان اباحنیفة وان کان الناس خالفوه فی اشیاء وانکروها علیه فلایستریب احد فی فقهه وفهمه وعلمه وقد نقلوا عنه اشیاء یقصدون الشناعة علیه وهی کذب علیه قطعا مثل مسئلة الخنزیر البری ونحوها

(منهاج السنة (جلد اول ص۲۵۹، مطبوعه مصر)

جس طرح کہ اگرچہ بہت لوگوں نے کئی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی اور آپ پر ان امروں کا انکار کیا لیکن کوئی شخص بھی ان کی فقاہت اور فہم اور علم میں شک نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں نے آپ سے بہت سی ایسی چیزیں نقل کیں۔ جن سے ان کا مقصد آپ پر برائی تھوپنا تھا۔ حالانکہ وہ باتیں آپ پر قطعی طور پر جھوٹ ہیں مثلاً خنزیر بری اور مثل اس کی دیگر مسائل۔

(ب) اسی طرح دوسرے موقع پر امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام ابوداؤد، امام دارمی، وغیرہم ائمہ اہل سنت کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں، امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد لولوئی کا ذکر ہی ان کے ساتھ ہی کر کے سب کے علم وفضل اور اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض مصنفین نے ان کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے۔ (منہاج السنہ جلد اول ص ۲۳۱، ۲۳۲)

(ج) نیز فرماتے ہیں:

امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ وغیرہم ائمہ سلف میں سے ہیں۔

(منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۳۳، نیز جلد اول ص ۲۴۰، ۲۴۲)

کہاں تک گنتے جائیں۔ منہاج السنہ ایسے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اور امام ابن تیمیہ امام ابوحنیفہ کے حق میں دیگر ائمہ سنت کی طرح نہایت ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔

(۲) اسی طرح علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

اور تعجب ہے کہ غسان (مرجیوں میں سے فرقہ غسانیہ کا پیشوا) امام ابوحنیفہ سے بھی مثل اپنے مذہب کے نقل کیا کرتا تھا۔ اور آپ کو مرجیوں میں شمار کرتا تھا۔ اور غالباً یہ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کو مرجۃ السنہ کہا جاتا ہے بہت سے اصحاب مقالات آپ کو منجملہ مرجیہ کے شمار کیا ہے۔

(الملل والنحل للشهرستانی جلد اول ص ۱۸۹)

تنبیہ: گو اس حوالہ میں مرجئیہ کہا جانا مذکور ہے لیکن مرجیہ السنہ کہنے میں مدافعت بھی ہے کیونکہ مرجیہ خالصہ اور مرجیہ السنہ میں فرق ہے کہ مرجیہ خالصہ تو وہ ہیں جو بحیثیت فرقہ کے تمام خصوصیات مرجیہ کے قائل ہیں جن کو علامہ شہرستانی (جلد اول ص ۱۸۶) میں مرجیہ خالصہ کہتے ہیں اور امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۲۷ میں اور حضرت نواب صاحب بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دلیل الطالب میں ان کا مذہب یہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے معصیت ضرر نہیں دیتی۔ اور یہ مذہب خلاف صحابہ اور ائمہ سنت ہے۔ اور مرجئۃ السنۃ سے ایسے لوگ مراد ہیں جو ہوں تو اہل سنت لیکن بحسب لغت ان مسائل کی وجہ سے جو اہل

سنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہیں ان پر ارجا کا لفظ بولا گیا ہو جیسا کہ سابقا حضرت حسن بن محمد بن حنفیہ کے ذکر میں حافظ ابن حجر کے کلام سے گزر چکا۔

(۳) اسی طرح حافظ ذہبی آپ کی جلالت شان کے بدل قائل ہیں چنانچہ آپ اپنی مایہ ناز کتاب میزان الاعتدال کے شروع میں فرماتے ہیں:

''اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا۔ جن کی احکام شرعیت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام بخاری۔

(میزان جلد اول مطبوعہ لکھنو)

اسی طرح حافظ ذہبی اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب امام اعظم سے مزین کر کے آپ کا جامع اوصاف حسنہ ہونا ان الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں۔

كان إماما ورعا عالما عاملا متعبدًا كبير الشان لايقبل جوائز السلطان بل يتجر و يكتسب (تذكره جلد١ ص ١٥١)

آپ (دین کے) پیشوا۔ صاحب ورع۔ نہایت پرہیزگار، عالم باعمل تھے (ریاضت کش) عبادت گزار تھے۔ بڑی شان والے تھے۔ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ تجارت کر کے اور اپنی روزی کما کر کھاتے تھے۔''

سبحان اللہ کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے۔ اور آپ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور حکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ نہیں رکھا۔

اسی طرح اسی کتاب میں امام یحییٰ بن معین سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: امام ابوحنیفہ میں کوئی عیب نہیں اور آپ کسی برائی سے متہم نہ تھے۔ (امام یحییٰ بن معین جرح میں متشددین سے تھے۔ باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہ پر کوئی جرات نہیں کرتے ۱۲ منہ) (۵۱)

تنبیہ: شاید آپ کے دل میں ان حوالجات کے بعد بھی یہ وسوسہ گذرے کہ ہوسکتا ہے کہ امام ذہبی کو امام صاحب کے مرجیہ ہونے کا علم نہ ہو۔ سو اس کا مختصر اور مسکت جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں امام مسعر کے ترجمہ کے ضمن میں امام ابوحنیفہ اور آپ کے بزرگ استاد حماد بن ابی سلیمان کا بالخصوص ذکر کر کے سب مذکورین سے الزام ارجاء کو اس طرح دفع کرتے ہیں۔

"مسعر بن کدام حجت ہیں۔ امام ہیں اور سلیمانی کا یہ قول کہ حماد ابن ابی سلیمان اور نعمان یعنی امام ابوحنیفہ اور عمرو بن مرہ اور عبدالعزیز بن ابی رواد اور ابو معاویہ عمر بن ذر اور اس قسم کے دیگر بہت سے بزرگ جن کا ذکر اس نے کیا ہے۔ مرجیہ میں سے ہیں قابل اعتبار نہیں ہے۔ (میزان جلد دوم ص ۷۴ مطبوعہ لکھنو)

اس کے بعد حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ارجاء بہت سے بڑے بڑے علماء کا مذہب ہے پس مناسب نہیں کہ اس کے قائل پر حملہ کیا جائے۔ (ص ۷۰ ۴)

اس فہرست میں دیگر بزرگوں کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور آپ کے استاد حماد کا بھی ذکر جن کے مناسب حال یہ شعر ہے

نہ تنہا من دریں مے خانہ ستم   جنید و شبلی و عطا شد مست

امام سعید بن جبیر تابعیؒ:

اسی طرح علامہ شہرستانی حضرت سعید بن جبیر کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کرتے ہیں لیکن حجاج بن یوسف مشہور ظالم نے جوان کو قتل کیا تو حافظ ذہبی اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں قتلہ الحجاج قاتلہ اللہ حضرت سعید بن جبیر تابعی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہیں جب کوفہ کے لوگ حج کو آتے اور حضرت ابن عباس سے کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو آپ جواب میں فرماتے کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہے؟ اگر حضرت سعید بن جبیر واجب التعظیم بزرگ نہ ہوتے تو حافظ ذہبی جیسا ناقد الرجال امام ان کے قتل پر حجاج کے حق میں یہ بددعا نہ کرتا۔ (ص ۲)

حاصل کلام یہ کہ لوگوں کے لکھنے سے آپ کس کس کو ائمہ اہل سنت کی فہرست سے خارج کریں گے۔

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر اور امام ابوحنیفہ:

حافظ ذہبی کے بعد خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر کو بھی دیکھئے۔ علوم حدیثیہ وتاریخیہ میں ان کے تبحر وفضل وکمال اور احوال رجال سے پوری آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ تہذیب التہذیب میں جو اصل میں امام ذہبی کی کتاب تہذیب ذی تہذیب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں آپ کی دینداری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت میں میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگان دین سے ان کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاھل یعنی حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے لوگ) کچھ تو حاسد ہیں اور کچھ جاہل ہیں سبحان اللہ! کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا ہے۔

نیز حافظ صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ قاضی احمد بن عبدۃ قاضی رے نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ہم ابن عائشہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اس نے امام ابوحنیفہ کی ایک حدیث بیان کر کے کہا کہ تم لوگ اگر آپؒ کو دیکھ پاتے تو ضرور آپ کو چاہنے لگتے پس تمہاری اور ان کی مثال ویسی ہے جیسے یہ شعر کہا گیا ہے۔

(۱) یعنی ارجاء کی وہ صورت جو اہل سنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے ۱۲ منہ جو عنقریب ان شاء اللہ شاہ ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے نقل کی جائے گی۔ اور کچھ علامہ شہرستانی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ ادر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کے کلام سے ذکر ہو چکی۔ ۱۲ منہ

(۲) نہ تو حضرت سعید بن جبیر کے یہ حالات تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۶ میں ہیں۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبر ۹۵ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲ منہ

اقرأ علیھم ویککم لا ابالکم　　من اللوم او سدوا المکان الذی سدوا

یعنی لوگو! تمہارا برا ہو۔ تمہارے باپ مر جائیں۔ ان پر ملامت (کی زبان) کوتاہ کرو۔ ورنہ اس مکان کو پر کرو جس کو انہوں نے پر کیا تھا۔ یعنی ویسے بن کر دکھاؤ۔ سبحان اللہ کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔

حوالہ تاریخ صغیر اور سیدنا امام ابوحنیفہ رحؒ:

امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری، کے بعض حوالے بعض لوگوں کے لئے سخت ٹھوکر کا باعث ہوئے ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہم ان میں سے سب سے سخت حوالے کا ذکر کر کے اس کا جواب دیں۔ اور باقی حوالوں کو اسی کے قیاس پر چھوڑ دیں وباللہ التوفیق۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے عرب کا منہ زور شاعر متنبی کہتا ہے۔

اذا اتتك مذمتي من ناقصٍ فهي الشهادة لي بانی كامل

یعنی جب تیرے پاس میری مذمت کسی ناقص آدمی کے ذریعے پہنچے تو تو سمجھ لے کہ وہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں کامل ہوں۔

محدثین کے نزدیک روایت کے متعلق سب سے پہلے راویوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے کہ وہ کیسے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح کی طرح اپنی دیگر کتب میں صحت کا التزام نہیں کیا۔ پس دیکھنا چاہئے کہ یہ روایت امام بخاری تک کیسے واسطے سے پہنچی ہے سو معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں۔

بیان کیا ہم سے نعیم بن حماد نے اس نے کہا ہم سے بیان کیا فزاری نے اس نے کہا میں (امام) سفیان کے پاس (بیٹھا) تھا کہ ان کے پاس (امام) نعمان (ابوحنیفہ) کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے کہا الحمد للہ وہ اسلام کو گھنڈی گھنڈی کر کے توڑتا تھا۔ اسلام میں اس سے بڑا بد بخت کوئی پیدا نہیں ہوا (معاذ اللہ) (تاریخ صغیر ص ۱۷۴ مطبوعہ الہ آباد)

الجواب: نعیم کے متعلق نقاد ائمہ حدیث میں سخت اختلاف ہے۔ بعض کی رائیں اچھی ہیں اور بعض کی بہت سخت ہیں۔ حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں۔

(۱) **احد الائمة الاعلام على لين فى حديثه** یعنی ائمہ اعلام میں سے ایک ہے۔

باوجود اس کے روایت حدیث میں نرم ہے۔

(۲) خرج له البخاری مقرونا بغیره امام بخاری نے اس کی حدیث روایت کی ہے لیکن دوسرے (ثقہ راوی) کے ساتھ ملا کر۔

(۳) قال العباس بن مصعب فی تاریخه نعیم بن حماد وضع کتبا فی الرد علی الحنفیة یعنی عباس بن مصعب نے اپنی تاریخ میں کہا کہ نعیم بن حماد نے حنفیوں کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔

(۴) امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں انا اعرف الناس (میزان) یعنی میں نعیم کے حال سے سب سے زیادہ واقف ہوں اس کے بعد امام ذہبی افتراق امت کی حدیث جو نعیم کی روایت سے ہے ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تفترق امتی علی بضع وسبعین فرقة اعظمها فتنة علی امتی قوم یقیسون الامور برایهم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال (میزان ج۲ ص......) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ میری امت پر سب سے بڑے فتنے والا وہ فرقہ ہوگا جو امور (دین) کو اپنی رائے سے قیاس کر کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائیں گے۔ (معاذ اللہ)

بے شک نعیم کی یہ حدیث حنفیوں کے رد کے لئے متشددین کے ہاتھ میں سیف مصقول کا کام دیتی ہے۔ لیکن اس کے آگے ملاحظہ فرمائیں کہ نعیم کی اس روایت کی بابت امام ذہبی انہی امام یحییٰ بن معین کی کیا رائے نقل کرتے ہیں۔

''محمد بن علی بن حمزہ مروزی (محمد بن علی بن حمزہ مروزی ...... انہی نعیم بن حماد کے بھی شاگرد ہیں (لسان المیزان) حافظ ابن حجر نے تقریب میں کہا ثقہ حدیث ثقہ ہے صاحب حدیث ہے بارہویں طبقے سے ہیں۔ ۲۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲ منہ۔) کہتے ہیں۔ میں نے حضرت یحییٰ بن معین سے اس روایت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ لیس له اصل یعنی اس کا کوئی اصل نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال جلد دوم ص ۵۳۵، ۱۲ منہ)

اس روایت کو نعیم کی کتب دربارہ تردید حنفیہ کے ساتھ ملا کر غور کیا جائے تو صاف کھل جاتا

ہے کہ نعیم کی مخالفت بنابر تحقیقات نہیں۔ بلکہ بے اصل روایات کی بنا پر ہے۔
خیر یہی تو مذہب حنفی کے متعلق اس کی روش کا حال ہے۔ اب خود سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ کی ذات اقدس کی نسبت حافظ ذہبی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں تو (ابوالفتح) ازدی نے کہا نعیم سنت کی تقویت میں حدیث بنالیا کرتا تھا اور جھوٹی حکایتیں بھی (امام ابوحنیفہ) نعمان کی عیب گوئی میں جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔

(میزان جلد۲ص ۵۳۶)

اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی اس قول کو تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے کہ حافظ عبدالعظیم منذری نے ترغیب وترہیب کے خاتمہ پر بعض ان راویوں کی فہرست لکھی ہے جن کے متعلق ائمہ حدیث کی مختلف رائیں ہیں اس فہرست میں اسی نعیم کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور امام ازدی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے کہ نعیم (مذکور) سنت کی تقویت میں اور امام ابوحنیفہ کی بدگوئی میں جھوٹی حدیثیں اور من گھرت، حکایتیں بنالیا کرتا تھا۔ (ترغیب وترہیب مطبوعہ دہلی برحاشیہ مشکوۃ ص ۶۷۴) ۱۲ منہ۔

اس کے علاوہ ہم ایک نادر حوالہ کا ذکر کرتے ہیں جو اکثر علما کی نظر سے مخفی ہے۔

حوالہ کتاب نہایۃ السؤل

احوال کتاب ومصنف:

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست رامپور میں موجود ہے یہ نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مصنف نے اس کتاب کی تالیف ربیع الاول یا ربیع الاخر ۸۲۸ھ میں شروع کی اور ۱۶ ربیع الاول ۸۲۹ھ میں اس سے فراغت پائی گویا تالیف و کتابت ہر دو میں ایک سال لگا۔ کتاب ضخیم ہے فلس کیپ سائز پر باریک خط سے پانچ سو ورق پر ختم ہوئی ہے۔ یعنی ایک ہزار صفحہ کی ضخامت ہے۔ مصنف کا نام ابراہیم ہے والد کا نام خلیل ہے۔ حلب کے رہنے والے ہیں سبط ابن العجمی کے نام سے مشہور تھے۔

۸۴۱ھ میں فوت ہوئے رحمہ اللہ کتاب کی عبارت یوں ہے (کان نعیم) ممن یضع الاحادیث فی تقویۃ السنۃ و حکایات مزورۃ فی ثلب نعمان کلھا کذب

کتاب کا پورا نام نهاية السئول في رواة السنة الاصول ہے جس میں مصنف علام نے صحاح ستہ کے راویوں کو جمع کر کے ان کے احوال ذکر کئے ہیں۔ مجھ عاجز کو اس کتاب کا مطالعہ مولانا محمد علی شوکت علی صاحبان کے چچیرے بھائی حافظ احمد علی صاحب کی معرفت جو اس کتب خانہ کے برکار رامپور کی طرف سے مہتمم تھے اور نواب حامد علی خاں صاحب بالقابہ مرحوم والئے ریاست کے معتمد خاص تھے۔ نصیب ہوا تھا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے فوائد بہیہ میں ان کے ترجمہ اور تصنیف کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے۔ ان میں نہایہ السئول کا بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ۔

(۴) امام نسائی کہتے ہیں نعيم ضعيف ليس بثقة یعنی نعیم ضعیف ہے۔ ثقہ نہیں ہے لیس بحجۃ (اکیلا روایت کرے تو، حجت نہیں ہے۔

(۵) ذكره ابن حبان في الثقات وقال ربما اخطأ ووهم یعنی ابن حبان نے اس کو ثقات میں لکھا ہے اور (باوجود اس کے) کہا وہ خطا بھی کرتا تھا اور وہم بھی۔

(۶) اسی طرح امام ابوداؤد کہتے ہیں نعیم کی بیس احادیث ہیں جن کا کوئی اصل نہیں۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین ذہبی جیسے ناقد الرجال امام اعظم کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں اور آپ کے حق میں لکھتے ہیں۔ احد ائمة الاسلام والسادة الاعلام واحد أركان العلماء، واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعه الخ نیز امام یحیٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ (امام ابوحنیفہ) ثقہ تھے اہل الصدق تھے۔ کذب سے متہم نہ تھے۔ نیز عبداللہ بن داؤد حرینی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نماز میں امام ابوحنیفہ کے لئے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔

(البدایہ والنہایہ جلد دہم ص ۱۰۷، ۱۲ منہ)

ایمان میں کمی بیشی اور حضرت امام ابوحنیفہ:

ایمان میں کمی بیشی کے مسئلہ کا مدار ایمان و اعمال صالحہ کی درمیانی نسبت ہے۔ اس کے

متعلق علما اسلام میں اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں بسط سے لکھ دی ہے۔

امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے شروع میں فرماتے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس وھو قول و فعل ویزید وینقص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بیان کہ اسلام پانچ چیزوں پر بنایا گیا ہے اور وہ قول اور فعل ہے اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

فالسلف قالوا ھو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان و عمل بالارکان

سلف امت کا قول ہے کہ ایمان اعتقاد قلبی اور شہادت زبانی اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں **والمرجئة قالوا ھو اعتقاد و نطق فقط** یعنی مرجیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اعتقاد اور شہادت کا نام ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ایمان کی تعریف کے متعلق اسلامی فرقوں کے اختلاف ذکر کیے ہیں۔ تیسرے فرقے کے اقوال کے ضمن میں نمبر اول پر فرماتے ہیں:

الاول ان الایمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب وھو قول ابی حنیفة وعامة الفقھاء وبعض المتکلمین (جلد اول ص ۱۳۱ مصری

کہ ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل کی معرفت کا نام ہے اور یہ قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور عام فقہاء کا اور بعض متکلمین کا۔

پس حضرت امام صاحب پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ ان کا قول مرجیوں کے موافق ہے۔

علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی الملل والنحل میں مرجیوں کے فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد

فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو مرجیوں میں کیوں شمار کیا گیا؟

ولعل السبب فیه انه لما كان يقول الايمان هو التصديق بالقلب وهو لا يزيد ولا ينقص ظنوا انه يؤخر العمل عن الايمان و الرجل مع تحرجه فى العمل كيف يفتى بترك العمل وله سبب اخر و هو كان يخالف القدرية والمعتزلة الذين ظهروا فى الصدر الاول والمعتزلة يلقبون كل من خالفهم القدر مرجئا و كذلك وعيدية من الخوارج فلا يبعدان اللقب انما لزمه من فريقى المعتزلة والخوارج والله اعلم

(کتاب الملل والنحل شہرستانی بہامش کتاب الفصل لابن حزم مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۸۹، ۱۲ منہ۔ علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی علم کلام کے ایک مشہور امام ہیں۔ آپ امام دارمی سے کچھ پیشتر ہوئے ہیں آپ کی وفات ۵۴۸ھ میں ہوئی اور امام رازی کی ۶۰۶ھ میں اور حافظ ابن حزم قرطبی ہسپنی ہیں۔ حافظ حدیث تھے۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں جامع ہونے کے علاوہ وزیر سلطنت بھی تھے۔ آپ اتباع سنت میں بہت سخت تھے ان کی کتاب الفصل اپنے باب میں بے مثل کتاب ہے آپ نہایت ذکی اور قوی الحافظہ تھے آپ ۴۵۶ھ میں فوت ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲،)

شاید اس کا سبب یہ ہو کہ چونکہ آپ یعنی امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ ایمان (اصل میں) تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے تو اس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ عمل کو ایمان سے موخر کرتے ہیں اور وہ مرد (خدا) یعنی امام ابوحنیفہ عمل میں اس قدر پرہیز گار ہوتے ہوئے ترک عمل کا فتویٰ کس طرح دے سکتے ہیں اور اس کا سبب ایک اور بھی ہے کہ آپ قدریوں اور معتزلوں کے مخالف تھے جو صدر اول میں ظاہر ہوئے۔ اور معتزلہ لوگ ہر اس شخص کو جو تقدیر کے متعلق ان کا مخالف ہو مرجی کہتے تھے۔ اسی طرح خوارج میں سے وعیدیہ لوگ بھی۔ پس بعید نہیں کہ آپ کو یہ لقب ہر دو فریق معتزلہ وخوارج سے الزاما ملا ہو۔ واللہ اعلم۔

محاکمہ: جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو۔ اس میں ہم جیسے ناقصوں کا

محاکمہ کرنا بری بات ہے۔ لیکن چونکہ بزرگوں سے حسن تأدب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام واعتراض کو دور کریں۔ اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں۔ بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔ جس کی تفصیل مختصراً یہ ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے یا نہ ہونے یعنی داخل ماہیت ایمان ہونے یا نہ ہونے کی بنا ایمان واسلام کی درمیانی نسبت کے سمجھنے پر ہے کہ ہر دو ایک ہیں یا ان میں کچھ اختلاف ہے۔ اور اس امر میں ائمہ دین میں جو اختلاف ہے وہ معلوم علماء ہے جسے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجر نے اور علامہ عینی حنفی نے بھی شرح صحیح بخاری میں نہایت بسط سے بین کر دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر فریق کے پاس قرآن وحدیث سے دلائل ہیں۔ پس کسی فریق کو بھی ملامت نہیں کر سکتے۔

(خاکسار نابکار کہتا ہے کہ ایمان بحسب لغت تو تصدیق کو کہتے ہیں۔ جو دل کا کام ہے اور زبان سے اس کی شہادت ہوتی ہے اور اعمال اس کی علامات وثمرات ہیں۔ اور خدا نے ان ہر سہ پر نجات کلی کا وعدہ کیا ہے پس ایمان کی شرعی ماہیت میں یہ تینوں امر داخل ہیں۔ اور اس صورت میں سب دلائل جمع ہو جاتے ہیں۔ اور امام نووی نے ایک گروہ علماء سے ایسا ہی نقل کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ۔)

حوالہ فقہ اکبر:

اس کے بعد خود امام صاحب ممدوح کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ارجاء اور مرجیہ سے اعتزال اور اہل اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ چنانچہ آپ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

(امام ابن تیمیہ منہاج السنہ میں فقہ اکبر کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قرار دیتے ہیں پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بنا پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲ منہ۔)

ولا نقول ان المؤمن لا تضره الذنوب ولا نقول انه لا يدخل االنار ولا نقول انه يخلد فيها وان كان فاسقا بعد ان يخرج من الدنيا مومنا ولا نقول

ان حسناتنا مقبولة وسياتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول من عمل حسنة بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة ولم يطلبها بالكفر و الردة والاخلاق السيئة حتى خرج من الدنيا مومنا فان الله تعالى لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها وما كان من السيات دون الشرك والكفر ولم يتب عنها صاحبها حتى مات مومنا فانه في مشيته الله تعالى ان شاء عذبه بالنار وان شاء عفاعنه ولم يعذبه بالنار اصلا (فقه اكبر حامل شرح ابو المنتهى مطبوعه حيد اباددكن ص ۲۸، ۳۰)

(۱) اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ مضر نہیں ہے

(۲) اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ (بالکل) دوزخ میں نہیں جائے گا۔

(۳) اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگر چہ وہ عمل میں، فاسق ہو۔ بشرطیکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا ہو اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (ضرور) مقبول ہیں۔ اور ہماری برائیاں (ضرور) مغفور ہیں جس طرح کہ مرجیہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کوئی نیکی تمام شرائط سے ادا کرے درحالیکہ وہ نیکی عیوب مفسدہ سے خالی ہو اور اس نے اس کو کفر اور ارتداد اور بری عادتوں سے باطل نہ کر دیا ہو حتی کہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ قبول کرے گا اس کو اس شخص سے اور اس کو اس پر ثواب دے گا اور جو برائیاں ترک اور کفر کے سوا ہوں اور ان کے کرنے والے نے ان سے توبہ نہ کی ہو۔ حتی کہ وہ ایمان کی حالت میں مر جائے۔ تو اس کا معاملہ خدا کی مشیت پر ہے چاہے اسے دوزخ سے عذاب کرلے اور پھر نکال لے، اور چاہے اسے معاف کر دے۔ اور بالکل دوزخ کا عذاب نہ دے"۔

تبصرہ:

اس عبارت میں حضرت امام صاحب موصوف نے معتزلوں اور خوارج کے مسائل سے بھی اختلاف کیا ہے اور مرجیوں کا نام لے کر ان سے بیزاری ظاہر کی ہے اور واضح ہے کہ جو شخص کسی فرقہ میں داخل ہو وہ اس فرقہ کا نام لے کر اس کی تردید نہیں کرتا۔ اس عبارت میں

آپ نے خا اہل سنت کے مسائل لکھے ہیں۔ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ اور صحابہ اور خیار تابعین ان پر کاربند تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے وقت جزا سزا کے متعلق آیات واحادیث کا نقشہ آپ کے سامنے رکھا تھا۔ سب امور کو ملحوظ رکھ کر نہایت احتیاط و اعتدال کی باتیں لکھی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ اعمال پر جزا سزا کے ترتیب کے قائل تھے اور نجات کلی (بحسب وعدہ الٰہیہ) کے لئے اعمال صالح کا اعتبار کر کے اعمال سیئہ کو موجب عذاب جانتے ہیں۔ لیکن ان کی معافی اور ان پر عذاب کا فیصلہ سپرد خدا کرتے ہیں۔ سوائے کفر وشرک کے کہ ان کی معافی شرعاً سوائے اس دنیوی زندگی میں توبہ کرنے کے نہیں ہوسکتی اور یہ سب باتیں آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اور اس قسم کی دیگر آیات واحادیث سے ثابت ہیں۔ عبارت مذکورہ بالا سے تھوڑا آگے آپ ایمان کی بحث میں فرماتے ہیں۔

ایمان کی بحث:

والایمان هو الا قرار والتصديق وايمان اهل السماء والارض لايزيد ولا ينقص من جهة المؤمن بـه ويـزيـد وينقص من جهة اليقين والتصديق والـمومنون مستوون فی الايمان والتوحيد متفاضلون فی الاعمال والاسلام هو التسليم والانقيادلا وامر الله تعالى فمن طريق اللغة فرق بين الايمان والاسلام لكن لا يكون ايمان بلا اسلام ولا يوجد اسلام بلا ايمان وهما كالظهر مع البطن والدين اسم واقع على الايمان والاسلام والشرائع كلها.

(ص ۳۳ سے ص ۳۶ تک نسخہ مذکورہ بالا)

"اور ایمان اقرار (زبانی) اور تصدیق (قلبی کا نام) ہے۔ اور آسمان اور زمین والوں کا ایمان بلحاظ امور ایمانیہ کے کم وبیش نہیں ہوتا۔ اور یقین اور تصدیق کی رو سے زیادہ اور کم ہو جاتا ہے۔ اور (سب) مو . ایمان اور توحید میں برابر ہیں اور اعمال میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور اسلام خدا تعالے کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور ان کا پابند رہنے کا نام ہے۔ پس لغت کی رو سے تو ایمان اور اسلام میں فرق ہے لیکن شرعاً، ایمان کے

بغیر اسلام نہیں ہوتا اور اسلام کا وجود بغیر ایمان کے نہیں اور وہ دونوں مثل پشت اور پیٹ کے ہیں اور دین ایک ایسا اسم ہے جس کا اطلاق ایمان، اور اسلام اور احکام شرعیہ سب پر ہے۔"

تبصرہ: اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام والا مقام ایمان میں کمی بیشی کے قائل تو ہیں لیکن نفس ایمان اور ایمانیات اور اعمال میں بنا بر حقیقت و ماہیت فرق کر کے ایک جہت میں قائل ہیں اور دوسری میں نہیں اور یہ ایک اجتہادی باریک بینی ہے جس سے تفصیلات و اعتبارات میں اختلاف ہے۔ نفس مسئلہ میں نہیں۔ اسی لئے تو وہ ایمان اور اسلام میں بحسب لغت تو فرق کرتے ہیں لیکن حسب شرع کہتے ہیں کہ ایمان اسلام کے بغیر نہیں۔ اور یہ بات حدیث جبرائیل علیہ السلام سے صاف ظاہر ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان کے ضمن میں عقائد کو اور اسلام کی تشریح میں فرائض و شرائع کو لفظ دین سے تعبیر کرنا مذکور ہے (صحیح بخاری کتاب الایمان)۔

لطف یہ کہ حضرت امام ہمام ایمان و اسلام کے تعلق و تلازم اور دونوں میں امتیاز بحسب حقیقت کو پشت اور شکم کی مثال سے ظاہر کرتے ہیں جو نہایت ہی لطیف و موزوں ہے وللہ درہ۔

جملہ شرعیات ایمان شرعی میں داخل ہیں:

اگرچہ یہ امر حوالہ مذکورہ سے بھی ظاہر ہے۔ لیکن ہم اس کی بابت ایک خاص حوالہ ذکر کرتے ہیں۔ جو اکثر علماء کی نظر میں نہ ہوگا۔

وقد حکی الطحاوی حکایة عن ابی حنیفة مع حماد بن زید ان حماد بن زید لما روی له حدیث ای الاسلام افضل الخ قال له الا تراه یقول ای الاسلام افضل قال الایمان ثم جعل الهجرة والجهاد من الایمان نسکت ابو حنیفة فقال بعض اصحاب الا تجیبه یا ابا حنیفة قال بما اجیبه وهو یحدثنی بهذا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم (ص ۳۸۱)

امام طحاوی حنفی امام ابوحنیفہ کا ایک واقعہ جو امام حماد بن زید محدث کے ساتھ ہوا حکایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حماد نے امام صاحب کے پاس حدیث ای الاسلام روایت کی

اور کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ سائل نے آنحضرت سے سوال کیا ای الاسلام افضل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان پھر ہجرت اور جہاد کو بھی امور ایمان میں شمار کیا تو امام ابوحنیفہ خاموش ہو گئے۔ آپ کے ایک شاگرد نے کہا آپ اس کو جواب کیوں نہیں دیتے تو آپ نے فرمایا وہ مجھ کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہے میں اس کو کیا جواب دوں۔ (کتاب شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السلفیہ مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۲۔ یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں بامر سلطان (باقی صفحہ ۵۰ پر)

امام طحاوی کے اس حوالہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ حدیث رسول کی کتنی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے سامنے کسی طرح گردن جھکا دیتے تھے۔ اور یہ بھی کہ آپ نے از روئے شرع اعمال کو داخل ایمان تسلیم کر لیا یا آپ آگے ہی تسلیم کرتے تھے۔ ہذا وللہ الحمد۔

حوالہ غنیۃ الطالبین اور اس کا جواب

بعض لوگوں کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے کہ آپ نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ حضرت سید نواب صاحب مرحوم کے حوالے سے دیتے ہیں جو انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

آپ دلیل الطالب میں بطور سوال و جواب فرماتے ہیں۔

سوال: در غنیۃ الطالبین مرجیہ را در اصحاب ابی حنیفہ نعمان ذکر کردہ اند وکذا وغیرہ فی غیرہ وجہ آن چست؟

جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در تفہیمات الٰہیہ نوشتہ ارجاء دوگونہ است یکے ارجاء است کہ قائل راز سنت بیرون نمی کند دیگر آنست کہ از سنت بیرون نمی کند اول آن ست کہ معتقد آن باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان وتصدیق بجنان کرد معصیت او را مضر نیست اصلاً ودیگر آنکہ اعتقاد کند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب وعقاب بر آں مترتب ست وسبب فرق میان ہر دو آنست کہ صحابہ وتابعین اجماع کردہ اد بر عطیہ مرجیہ وگفتہ اند کہ بر عمل ثواب

وعقاب مترتب می شود. پس مخالف ایشان ضال ومبتدع است ودر

شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا ہے کہ ارجاء دو قسم پر ہے۔ ایک ارجاء ایسا ہے کہ قائل کو سنت سے نکال دیتا ہے دوسرا وہ ہے جو سنت سے نکالتا نہیں۔ اول یہ ہے کہ کوئی اس بات کا معتقد ہو کہ جس شخص نے زبان سے اقرار کر لیا اور دل سے تصدیق کر لی اس کو کوئی معصیت بالکل ضرر نہیں دے گی۔ اور دوم یہ کہ اعتقاد کرے کہ عمل ایمان کی جز نہیں ہے لیکن ثواب وعقاب ان پر مترتب ہوتے ہیں اور دونوں (قسموں) میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے مرجیہ کے خطا ہونے پر اور ان (صحابہ اور تابعین) کا قول ہے کہ عمل پر ثواب اور عقا . مترتب . ا ۔ ہے

(کتاب شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السّلفیہ مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۲۔ یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں بامر سلطان ابن سعود ایدہ اللہ مکہ معظمہ میں طبع ہوئی ہے۔ یہ حوالہ اس عاجز کو حاجی عبد الغفار صاحب تاجر کوٹھی حاجی علی جان صاحب مرحوم کے افادات سے ملا۔ جبکہ میں سفر بمبئی سے دہلی واپس آیا۔ آہ آج حاجی عبد الغفار صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ عاملہ اللہ برحمۃ واسعۃ میں عاجز ان کے لئے ہر شب ان کا نام لے کر مع بعض دیگر احباب کے مغفرت کی دعا کرتا ہوں بفضل اللہ تعالےٰ میر سیالکوٹی۔)

مسئلہ ثانیہ:

اجماع سلف ظاهر نشده بلکه دلائل متعارضست بعض آیات و احادیث و اثر دلالت می کنند بر آن که ایمان غیر عمل ست دبسیاری از دلیل دال ست بر آن که اطلاق ایمان بر مجموع قول و فعل ست واین نزاع راجع می شود بسوئے لفظ بجهت اتفاق همه بر آں کے عاصی از ایمان خارج نمی شود اگر چه مستحق عذاب ست و صرف دلائل واله بر آں که ایمان عبارت از مجموع ایں چیزها است از ظواهرش بادنٰے عنایت ممکن ست انتهی

پس ان (صحابہ اور تابعین) کا مخالف گمراہ اور بدعتی ہے اور دوسرے مسئلہ میں سلف کا

اجماع ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات واحادیث اور آثار صحابہ، اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان غیر عمل ہے اور اکثر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول اور عمل پر ہے اور یہ نزاع (محض) لفظ کی طرف رجوع کرتی ہے یعنی لفظی ہے بوجہ اس کے کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عاصی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر چہ مستحق عذاب ہے۔ اور ان دلائل کو پھیرنا ہو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان ان سب چیزوں کے (عقائد واعمال) کا نام ہے ادنیٰ توجہ سے ممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے اس حوالہ کے بعد حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور اپنی طرف سے اس پر تبصرہ کر کے کہتے ہیں:

وازینجا معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ جیلانی از مرجیہ بودن اصحاب ابی حنیفہ ثانی شق ست و لا غبار علیہ اگرچہ ارجح از روئے نظر در دلائل ہماں مذہب اہل حدیث ست کہ ایمان عبارت ست از مجموع اقرار وتصدیق وعمل وبہ قال القاضی ثناء اللہ فی مالا بد منہ فاندفع الاشکال وصفی مطلع الھلال وباللہ التوفیق (ص١٦٥، ١٦٦)

حضرت شیخ جیلانی کی مراد شق ثانی ہے۔ اور اس پر کوئی غبار نہیں۔ اگر چہ دلائل پر نظر رکھنے سے اہل حدیث کا مذہب ہی راجح ہے کہ ایمان مجموع اقرار در تصدیق اور عمل کا نام ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب حنفی نے بھی مالا بد منہ میں یہی کہا ہے۔ پس مشکل دور ہو گئی اور ہلال کا مطلع صاف ہو گیا۔ اور توفیق خدا سے ہے۔ (ص١٦٥، ١٦٦)

فیض ربانی:

ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبداللہ عبیداللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا

ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں۔ اور حضرت امام صاحب کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا۔ یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظلمت بعضها فوق بعض کا نظارہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے۔ وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب کے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں یہ کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ " تعالے منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے افتمارونه علی یریٰ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ ھذا واللہ ولی الهداية.

خاتمۃ الکلام:

اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں۔ اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجب خسران ونقصان ہے۔ نسئل اللہ الکریم حسن الظن والتادب مع الصالحين ونعوذ باللہ العظیم من سوء الظن بهم والرقيعة فيهم فانه عرق الرفض والخروج وعلامة المارقين ولنعم ماقیل

از خدا خواهیم توفیق ادب
بے ادب محروم شد از لطف رب

خاک پائے علماء متقدمین ومتاخرین حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

تکملہ (مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور

إلى غيره.

ترجمہ:...ابواسحاق الفزاری کہتے ہیں کہ مجھے اوزاعی نے کہا ہے کہ بے شک ہم ابوحنیفہ پر اس لیے ناراض ہوتے ہیں کہ ان کے پاس نبی علیہ السلام کی حدیث آتی ہے مگر وہ پھر بھی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ (کتاب السنہ ج۱،ص۱۸۸)

قول نمبر۲:

۳۲۶:... حدثني إبراهيم، ثنا أبو توبة عن أبي إسحاق الفزاري قال: قال الأوزاعي: إنا لا ننقم على أبي حنيفة الرأي، كلنا نرى، إنما ننقم عليه أنه يذكر له الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيفتي بخلافه.

ترجمہ:...اوزاعی کہتے ہو کہ ہم ابوحنیفہ پر رائے کی وجہ سے ناراض نہیں کیونکہ ہم سب بھی رائے (قیاس کرتے ہیں) ہم تو اس پر ناراض اس لیے ہیں کہ ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اس کے خلاف فتوی دیتا ہے۔

(کتاب السنہ ج۱،ص۲۰۷،رقم:۳۲۶)

قول نمبر۳:

۳۰۸:... حدثني أبو الفضل الخراساني، ثنا أبو نعيم، قال: كان شريك سيء الرأي جدا في أبي حنيفة وأصحابه، ويقول: مذهبهم رد الأثر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ:...ابونعیم کہتے ہیں کہ شریک کی رائے ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے بارے میں بری تھی (سخت تھی) وہ کہتے تھے کہ ان کا مذہب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کرنا ہے۔ کتاب السنہ ج۱،ص۲۰۴)

قول نمبر۴:

۲۹۶:... حدثني أبو الفضل الخراساني، ثنا إسماعيل بن أبي أويس قال قال لي خالي مالك بن انس: أبو حنيفة من الداء العضال. وقال مالك: أبو

میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔ اختلاف مذاق و مشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں ۱۲ منہ۔ علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں امامنا وسیدنا ابوحنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ شابیب العفو والغفران (ص ۲) نیز فرماتے ہیں ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم زینت بخش مراتب ان کے لئے ہے۔ (ص ۵)۔ ۱۲ منہ) (ماخوذ تاریخ اہل حدیث ص ۳۹ تا ۵۲)

اعتراض نمبر ۲:

امام ابوحنیفہ اپنی رائے سے حدیث کو رد کرتے تھے

عبداللہ بن احمد نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کتاب السنہ کے مختلف مقامات پر مختلف لوگوں سے ایسے اقوال نقل کیے ہیں جن کی تعداد کافی ہے ہم نے سرسری طور پر ایسے اقوال کی تعداد معلوم کرنا چاہی تو ۲۶ تو آسانی سے مل گئے۔ مثلاً رقم نمبر ۲۵۱، ۳۲۶، ۳۳۰، ۳۰۸، ۲۹۵، ۳۱۸، ۲۲۹، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۸۴، ۳۲۰، ۳۵۳، ۳۶۰، ۳۸۸، ۳۹۲، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۹، ۴۱۰۔

ہم یہاں پر پہلے نمونہ کے طور پر ان میں سے کچھ اہم قوال کو نقل کرتے ہیں پھر سب کا اکٹھا جواب عرض کریں گے۔

قول نمبر ۱:

۲۵۱: ... حدثنی محمد بن هارون أبو نشیط، ثنا أبو صالح الفراء سمعت الفزاری - یعنی أبا إسحاق - قال: قال لی الاوزاعی إنا لننقم علی أبی حنیفة أنه کان یجیء الحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم فیخالفه

حنيفة ينقض السنن.

ترجمہ:...اسماعیل بن ابی اویس کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں مالک بن انس نے کہا کہ ابوحنیفہ لاعلاج بیماریوں میں سے ہیں۔اور مالک نے کہا کہ ابوحنیفہ سنن کوتوڑتا ہے۔
(کتاب السنہ ج ا ص ۱۹۹)

قول نمبر ۵:

۳۱۸:.... حدثني إبراهيم ثنا أبو صالح محبوب بن موسى الفرا عن يوسف بن إسباط قال: قال أبو حنيفة لو ادركني رسول الله صلى الله عليه وسلم لأخذ بكثير من قولي.

ترجمہ:... یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاتے تو میرے بہت سارے اقوال لے لیتے۔(کتاب السنہ ج ا ص ۲۰۶)

ناظرین ہم نے ۲۶ (چھبیس) اقوال میں سے صرف ۵ (پانچ) اقوال نمونہ کے طور پر یہاں نقل کیے ہیں۔

باقی اقوال بھی اسی قسم کے ہیں۔امام ابوحنیفہ نے کبھی بھی قرآن وسنت کی مخالفت نہیں کی ہم یہاں پر امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ احناف کے اقوال نقل کرتے ہیں جن سے ان اعتراضوں کا خود بخود جواب ہو جائے گا۔ جو کتاب السنہ والے نے نقل کیے ہیں۔ہمیں ہر ہر قول کی سند پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

جواب:

فقہاء احناف اور فہم حدیث کے مصنف لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ احناف کا حدیث کے بارے میں اصولی مسلک

سب سے پہلے اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ احادیث نبویہ کے حوالے سے ائمہ احناف کا اصولی موقف کیا ہے۔اس ضمن میں ان کے مسلک کے بارے میں خود ائمہ احناف اور ان

کے علاوہ دیگر اہل علم ،، جو بیانات تاریخ کی س۔ ۔ ۔ ں نقل ہوئے ہیں، ان میں سے چند اہم بیانات یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے ایک موقع پر اپنے منہج استدلال کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

آخذ بكتاب الله، فما لم اجدفبسنة رسول الله، فان لم اجد فی کتاب الله ولا سنة رسول الله اخذت بقول اصحابه، آخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم، فاما اذا انتهى الامر او جاء ا ابرا۔ والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب. وعدد رجالا فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا.

(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۵)

''میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ جو بات کتاب اللہ میں نہ ملے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں۔ اگر مجھے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں وہ بات نہ ملے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے قول پر عمل کرتا ہوں اور ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں، لے لیتا ہوں اور جس کے قول کو چاہتا ہوں، چھوڑ دیتا ہوں، البتہ ان کے قول کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے قول کو اختیار نہیں کرتا۔ ہاں، جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، محمد بن سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب۔ انھوں نے اور بھی کئی نام گنوائے۔ تک پہنچ جائے تو یہ کچھ لوگ ہیں جنھوں نے اجتہاد کیا، چنانچہ میں بھی اجتہاد کرتا ہوں جیسے انھوں نے اجتہاد کیا۔

درج ذیل بیان سے بھی مذکورہ منہج استدلال کی تائید ہوتی ہے۔

سئل ابو حنيفة رحمه الله تعالى: اذا قلت قولا و كتاب الله يخالفه؟ قال: اتركوا قولى بكتاب الله، فقيل: اذا كان خبر الرسول صلى الله عليه وسلم يخالفه؟ قال: اتركوا قولى بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقيل: اذا كان قول الصحابة يخالفه؟ قال: اتركوا قولى بقول الصحابة. (شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ص ۲۲)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر آپ نے کوئی ایسی رائے قائم کی ہو جواللہ کی کتاب کے خلاف ہوتو؟ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کے سامنے میری رائے کوترک کردو۔ پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس کے خلاف ہوتو؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے بھی میرے قول کوترک کردو۔ پوچھا گیا کہ اگر صحابہ کا قول اس کے مخالف ہوتو؟ انھوں نے کہا کہ صحابہ کے قول کی وجہ سے بھی میرے قول کو چھوڑ دو۔"

امام ابوحنیفہ سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے کہا:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی (ابن عابدین ردالمحتار علی الدرالمختار، ج ا ص ٦٧)

جب حدیث صحت سے ثابت ہوتو وہی میرا مذہب ہے۔

نعیم بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ:

عجبا للناس یقولون انی اقول بالرای وما افتی الا بالاثر

(البخاری، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، ج ا ص ۳۰)

لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رائے کی بنیاد پر فتوی دیتا ہوں۔ میں تو بس آثار کی روشنی میں فتوی دیتا ہوں۔

امام عبدالوہاب شعرانی نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

کذب واللہ وافتری علینا من یقول اننا نقدم القیاس علی النص، وھل یحتاج بعد النص الی القیاس؟ (اشعرانی، المیزان الکبری، ج ا ص ۴۴)

جوشخص یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں، خدا کی قسم وہ جھوٹ کہتا اور ہم پر افترا باندھتا ہے۔ کیا نص کے بعد بھی قیاس کی ضرورت رہتی ہے؟

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

کان ابو حنیفة اذا وردت علیه المسالة قال ما عندکم فیھا من الآثار؟ فاذا روینا الآثار وذکرنا و ذکر ھو ما عندہ نظر، فان کانت الآثار فی احد القولین اکثر اخذ الاکثر، فاذا تقاربت اختار.

(الموفق المکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة، ج ا ص ۹٦)

''امام ابو حنیفہ کے سامنے جب مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پوچھتے تھے کہ تمھارے پاس اس کے متعلق کیا روایات ہیں؟ جب ہم روایات بیان کرتے اور وہ بھی ان روایات کا ذکر کرتے جو ان کے علم میں ہوتیں تو پھر غور کرتے تھے۔ اگر ایک قول کی تائید میں زیادہ روایات ہوتیں تو اس کو اختیار کر لیتے تھے اور اگر دونوں طرف کی روایات برابر ہوتیں تو کسی ایک قول کو اختیار کر لیتے تھے۔''

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ کو لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ:

لیس الامر كما بلغك يا أمير المومنين انما اعمل اولا بكتاب الله، ثم بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم باقضية ابي بكر وعمر وعثمان وعلى، ثم باقضية بقية الصحابة، ثم اقيس بعد ذلك اذا اختلفوا.

(المیزان الکبریٰ، ج ۱، ص ۸۰)

اے امیر المومنین، معاملہ ویسے نہیں ہے، جیسے آپ کو اطلاع پہنچی ہے۔ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر، پھر ابو بکر، عمر، عثمان، اور علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر، پھر باقی صحابہ کے فیصلوں پر اور پھر اس کے بعد اگر صحابہ کا اختلاف ہو تو قیاس سے کام لیتا ہوں۔

ایک موقع پر امام ابو حنیفہ اور حماد بن زید کسی مسئلے پر مکالمہ کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں امام ابو حنیفہ خاموش ہو گئے۔ ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ حماد کو جواب کیوں نہیں دیتے؟ امام صاحب نے کہا کہ:

لا أجيبه وهو يحدثني بهذا عن صلى الله عليه وسلم.

''میں ان کو جواب نہیں دے سکتا جبکہ وہ مجھے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے سنا رہے ہیں۔''

(ابن عبد البر، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، ج ۹ ص ۲۴۷)

زہیر بن معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے غلام کی امان کے متعلق پوچھا (جو وہ

جنگ کے موقع پر دشمن کو دے) تو انھوں نے کہا کہ اگر وہ لڑائی میں شریک نہ ہو تو اس کی دی ہوئی امان باطل ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے امرا کو یہ لکھا تھا کہ غلام کی دی ہوئی امان کا اعتبار کیا کرو۔ اس پر امام ابوحنیفہ خاموش ہو گئے۔ زہیر کہتے ہیں کہ میں سال کے بعد میں امام ابوحنیفہ سے ملا اور ان سے اسی مسئلے کے متعلق دوبارہ پوچھا تو انھوں نے مجھے عمر بن عبدالعزیز کے اس واقعے کا حوالہ دیا اور اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ ان تک جو روایت پہنچ جاتی ہے، وہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ (ابن عبدالبر، الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، ج ا ص ۱۴۰)

ایک مسئلے پر بحث کے دوران میں دوسرے فریق نے امام ابوحنیفہ کو ایک حدیث کا حوالہ دے کر کہا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں امام صاحب نے فرمایا:

لعن الله من يخالف رسول الله صلى الله عليه وسلم، به اكرمنا الله وبه استنقذنا. (نفس المصدر، ج ا ص ۱۴۱)

"اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ نے آپ ہی کے ذریعے سے ہمیں عزت بخشی اور آپ ہی کے ذریعے سے ہمیں نجات دی۔"

امام عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے:

سمعت زفر يقول: نحن لا ناخذ بالراى ما دام اثر واذا جاء الاثر تركنا الراى. (القرشی الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ج ا ص ۵۳۴)

"میں نے زفر بن الہذیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تک حدیث موجود ہو، ہم رائے کو اختیار نہیں کرتے اور جب حدیث آ جائے تو ہم رائے کو ترک کر دیتے ہیں۔"

امام زفر کا یہی قول شداد بن حکیم نے بھی نقل کیا ہے۔

(خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، ص ۵۱۰)

ابن عبدالبر نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا:

العلم اربعة اوجه: ما كان في كتاب الله الناطق وما أشبهه، وما كان في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم الماثورة وما اشبهها وما كان في ما اجمع عليه الصحابة وما أشبهه، وكذلك ما اختلفوا فيه لا يخرج عن جميعهم، فاذا وقع الاختيار فيه على قول فهو علم يقاس عليه ما اشبه، وما استحسنه عامة فقهاء المسلمين وما أشبه وكان نظيرا له ...... ولا يخرج العلم عن هذه الوجوه الاربعة.

(ابن عبدالبر، جامع بيان العلم وفضله، ج۱ ص۷۵۹)

"علم کی چار صورتیں ہیں: وہ جو اللہ کی کتاب میں صریحاً بیان ہوا ہو اور جو اس کے مشابہ ہو (یعنی اس پر قیاس کیا جا سکے)، وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ماثورہ میں ہو اور جو اس کے مشابہ ہو، وہ جس پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا ہے اور جو اس کے مشابہ ہو۔ اسی طرح جس مسئلے میں صحابہ کا اختلاف ہو، اس میں ان سب سے ہٹ کر کوئی رائے قائم نہ کی جائے۔ اگر ان میں سے کسی قول کو اختیار کیا جائے تو وہ بھی علم ہے جس پر ملتی جلتی صورتوں کو قیاس کیا جائے گا۔ (علم کی چوتھی صورت وہ آرا ہیں جنھیں فقہائے مسلمین کی اکثریت نے پسند کیا ہو اور وہ جو اس کے مشابہ اور اس کی نظیر ہو۔ علم ان چار صورتوں سے باہر نہیں پایا جاتا۔"

امام ابو یوسف سے امام ابو حنیفہ کے احادیث و آثار کا متبع ہونے کی گواہی یوں منقول ہے کہ جب وہ مدینہ گئے اور امام مالک سے مختلف مسائل پر ان کا مذاکرہ ہوا تو امام مالک نے انھیں بتایا کہ خلفائے راشدین کے زمانے سے اہل مدینہ میں یہ تعامل چلا آ رہا ہے کہ سبزیوں اور ترکاریوں کی زکوۃ وصول نہیں کی جاتی۔ اس پر امام ابو یوسف نے اس حوالے سے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور کہا کہ:

لو رای صاحبي ما رايت لرجع مثل ما رجعت.

(ابن كثير، البداية والنهاية، ج۱۳ ص۶۱۷)

"اگر ابو حنیفہ یہ دلائل دیکھ لیتے جو میں نے دیکھے ہیں تو وہ بھی اسی طرح رجوع کر لیتے جیسے میں نے رجوع کیا ہے۔"

سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ کا مسلک یوں بیان کیا ہے:

كان ابو حنيفة ...... ياخذ بما صح عنده من الاحاديث التى كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وبما أدرك عليه علماء الكوفة. (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، ص۱۴۲)

''امام ابوحنیفہ ثقہ راویوں کی نقل کردہ ان احادیث پر عمل کرتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو اختیار کرتے تھے اور اس رائے کو قبول کرتے تھے جس پر کوفہ کے علما کو پاتے تھے۔''

حکم بن ہشام کہتے ہیں:

كان ابو حنيفة لا يرد حديثا ثبت عنده عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. (نفس المصدر، ص۱۶۹)

''امام ابوحنیفہ کسی ایسی حدیث کو رد نہیں کرتے تھے جو ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی۔''

حسن بن صالح کا بیان ہے:

كان النعمان بن ثابت فهما عالما متثبتا فى علمه، اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعده الى غيره. (نفس المصدر، ص ۱۲۸)

''نعمان بن ثابت فہیم، عالم اور علم میں پختہ تھے۔ جب ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو وہ اس کو چھوڑ کر کسی اور بات کو اختیار نہیں کرتے تھے۔''

احمد بن یونس نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ:

كان ابو حنيفة شديد الاتباع للاحاديث الصحاح. (کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، ج ۱ ص ۳۰)

''ابوحنیفہ صحیح احادیث کی سختی سے پیروی کرنے والے تھے۔''

فضیل بن عیاض سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا:

کان اذا وردت علیه مسالة فیها حدیث صحیح اتبعه و ان کان فیها قول عن الصحابة و التابعین اخذ به و الا قاس فاحسن القیاس

(نفس المصدر، ج ۱ص ۳۰)

"جب امام ابوحنیفہ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا جس کے متعلق صحیح حدیث موجود ہوتی تو وہ س کی پیروی کرتے تھے۔ اگر اس مسئلے میں صحابہ یا تابعین میں سے کسی کا قول منقول ہوتا تو س کو اختیار کر لیتے تھے، ورنہ قیاس سے کام لیتے اور عمدہ قیاس کرتے تھے۔"

نضر بن محمد المروزی فرماتے ہیں:

لم ار رجلا الزم للاثر من ابی حنیفة

(الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ج ۲ص ۲۰۱)

"میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی شخص کو حدیث کی اتباع کرنے والا نہیں دیکھا۔"

مذکورہ تمام اقتباسات خود ائمہ احناف کی اپنی تصریحات پر یا ان کے معاصر اہل علم کے بیانات پر مبنی ہیں اور ان کو پیش نظر رکھا جائے تو اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ حدیث کے متعلق ائمہ احناف کا اصولی نقطہ نظر کسی بھی طرح صحابہ وتابعین کے مستند موقف سے مختلف نہیں ہے اور وہ امت کے جمہور اہل علم کی طرح رائے اور قیاس کو کسی بھی پہلو سے حدیث پر مقدم قرار دینے کا رجحان نہیں رکھتے۔

صحابی کے قول کو قیاس پر ترجیح:

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایسے امور جن کا حکم قیاس واستنباط سے معلوم نہ ہو سکتا ہو، ان میں اگر کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو تو اسے مرفوع روایت کا درجہ دیتے ہوئے اس کے مقابلے میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ سرخسی نے اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے احناف کی آرا میں متعدد نظائر کا حوالہ دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

لا خلاف بین أصحابنا المتقدمین و المتاخرین أن قول الواحد من الصحابة حجة فی ما لا مدخل للقیاس فی معرفة الحکم فیه و ذلک نحو

المقادير التی لا تعرف بالرای، فانا اخذنا بقول علی رضی اللہ عنہ فی تقدیر المھر بعشرۃ دراھم، واخذنا بقول أنس فی تقدیر أقل الحیض بثلاثۃ ایام واکثرہ بعشرۃ ایام، وبقول عثمان بن ابی العاص فی تقدیر اکثر النفاس باربعین یوما، وبقول عائشۃ رضی اللہ عنہا فی ان الولد لا یبقی فی البطن أکثر من سنتین، وھذا لان احدا لا یظن بھم المجازفۃ فی القول ولا یجوز ان یحمل قولھم فی حکم الشرع علی الکذب فان طریق الدین من النصوص انما انتقل الینا بروایتھم، وفی حمل قولھم علی الکذب والباطل قول بفسقتھم وذلک یبطل روایتھم فلم یبق الا الرای او السماع ممن ینزل علیہ الوحی ولا مدخل للرای فی ھذا الباب فتعین السماع وصار فتواہ مطلقا کروایتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ولا شک أنہ لو ذکر سماعہ من رسول اللہ لکان ذلک حجۃ لاثبات الحکم بہ فکذلک اذا افتی بہ ولا طریق لفتواہ الا السماع، ولھذا قلنا ان قول الواحد منھم فی مالا یوافقہ القیاس یکون حجۃ فی العمل بہ کالنص بترک القیاس بہ، حتی انا فی شراء ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن اخذنا بقول عائشۃ رضی اللہ عنہا فی قصۃ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وترکنا القیاس لان القیاس لما کان مخالفا لقولھا تعین جہۃ السماع فی فتواھا وکذلک أخذنا بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما فی النذر بذبح الولد انہ یوجب ذبح شاۃ لانہ قول یخالف القیاس فتتعین فیہ جھۃ السماع واخذنا بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی تقدیر الجعل لراد الآبق من مسیرۃ سفر باربعین درھما لانہ قول بخلاف القیاس وھو اطلاق الفتوی منہ فی ما لا یعرف بالقیاس فتتعین جھۃ السماع.

(اصول السرخسی، ج۱ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

”ہمارے متقدمین اور متاخرین اصحاب میں اس ضمن میں کوئی اختلاف نہیں کہ جن

معاملات میں حکم کی معرفت میں قیاس کا دخل نہیں، ان میں صحابہ میں سے ایک فرد کا قول بھی حجت ہے۔ اس کی مثال وہ مقادیر ہیں جو رائے سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ہم نے مہر کی مقدار دس درہم قرار دینے میں علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا، حیض کی کم سے کم مدت تین دن مقرر کرنے میں انس رضی اللہ عنہ کے قول پر جبکہ زیادہ سے زیادہ کی تعیین میں سلمان رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا، نفاس کی انتہائی مدت چالیس دن ٹھہرانے میں عثمان بن ابی العاص کے قول کو بنیاد بنایا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کو اختیار کیا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ مدت نہیں رہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کے متعلق کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا کہ انھوں نے انکل پچو طریقے سے بات کہی ہوگی۔ اسی طرح شرعی حکم کے متعلق ان کے قول کو جھوٹ قرار دینا بھی ممکن نہیں، کیونکہ نصوص کی صورت میں دین ہمیں انہی کی روایت سے ملا ہے۔ اگر ان کے قول کو جھوٹ اور باطل قرار دیا جائے تو اس سے ان کو فاسق قرار دینا لازم آئے گا جس سے ان کی روایت کا اعتبار ختم ہو جائے گا۔ اس صورت میں (غیر قیاسی معاملات میں ان کے اقوال کو) یا تو ان کی اپنی رائے قرار دینا پڑے گا یا اس ہستی سے سماع پر مبنی تصور کرنا ہوگا جس پر وحی نازل ہوتی تھی۔ چونکہ ان معاملات میں رائے کا کوئی دخل نہیں، اس لیے ایسے اقوال کا مسموع ہونا ہی متعین ہے اور صحابی کا فتوی ہر لحاظ سے یوں ہی سمجھا جائے گا جیسے اس نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو سننے کا ذکر کیا ہوتا تو میں اس کی بنیاد پر حکم کو ثابت کرنے میں حجت ہوتی، چنانچہ اگر سماع کے علاوہ اس کے فتوے کی کوئی بنیاد نہ ہو سکتی ہو تو صحابی کے فتوے کا حکم بھی یہی ہوگا۔ اسی لیے ہم نے کہا ہے کہ کسی ایک صحابی کا قول بھی اگر قیاس کے خلاف ہو تو وہ عمل کرنے کے لیے اسی طرح حجت ہوگا جیسے کسی نص کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بائع کے اپنی بیچی ہوئی چیز کو خریدار کی طرف سے قیمت ادا کیے جانے سے پہلے، اس سے کم قیمت پر دوبارہ خرید لینے کے مسئلے کے متعلق ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتوے کو اختیار کرتے ہیں جو انھوں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے واقعے میں دیا اور قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ جب قیاس ام المومنین

کے فتوے کے خلاف ہے تو اس سے یہ تعین ہو گیا کہ ان کا فتویٰ سماع پر مبنی ہے۔ اسی طرح اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی منت ماننے کے متعلق ہم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتوے پر عمل کیا ہے کہ اس سے ایک بکری کو ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ قول قیاس کے خلاف ہے، اس لیے اس کا بھی سماع پر مبنی ہونا متعین ہے۔ اسی اصول پر جو شخص کسی کے بھاگے ہوئے غلام کو سفر کی مدت سے واپس لے آئے، اس کی اجرت چالیس درہم مقرر کرنے میں ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں، کیونکہ یہ قول خلاف قیاس ہے، جبکہ انھوں نے ایک ایسا فتویٰ دیا ہے جو قیاس کے ذریعے سے معلوم نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کا بھی سماع پر ہونا متعین ہے۔''

علامہ منبجی احناف کے نقطہ نظر کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

فقد حكم من حكينا قوله من الصحابة والتابعين بنجاسة ماء الآبار وتطهيرها بما روينا عنهم ولم ينقل عن غيرهم خلافه، فقلدناهم وتركنا القياس من اجل ما روى عنهم، وهذه المسالة اكبر شهادة لنا فى انا اقل الناس عملا بالقياس. (اللباب فى الجمع بين السنة والكتاب، ج١٠، ص٩٤)

''ہم نے جن صحابہ وتابعین کے آثار نقل کیے ہیں، انھوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ (گندگی گرنے سے کنووں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں سے ان سے اختلاف کرنا منقول نہیں۔ چنانچہ ہم نے ان کی تقلید کی اور ان سے مروی اقوال کی بنا پر قیاس کو ترک کر دیا۔ اور یہ مسئلہ ہمارے حق میں اس بات کی سب سے بڑی شہادت ہے کہ ہم لوگوں میں سب سے کم قیاس کرنے والے ہیں۔''

۵۔ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح:

سرخسی نے ائمہ احناف کے منہج میں روایات وآثار کو دی جانے والی اہمیت کے جن چند پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے، اس میں ایک مزید پہلو کا اضافہ کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ فقہائے احناف ایسی حدیث کو بھی جو سنداً ضعیف ہو، قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ فقہائے احناف کا یہ مسلک خود حنفی علماء نے بھی بیان کیا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے فقہی مسالک

کے اہل علم اور خاص طور پر حنفی منہج فکر کے بعض ناقدین نے بھی بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں چند تصریحات کا نقل کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ابن حزم لکھتے ہیں:

ان الحنفيين يقولون ان ضعيف الاثر اولى من القياس

(المحلی، ج۱۲ ص۴۵)

''احناف کہتے ہیں کہ ضعیف روایت بھی قیاس کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ان الحنفية مجمعون على ان مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث أولى عنده من القياس والراى. (ملخص ابطال القیاس ص ۶۸)

''احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث، قیاس اور رائے کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔''

علامہ منبجی نبیذ سے وضو کے جواز کے ضمن میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فهذه المسالة قد استدل فيهابهذا الحديث الذى قد اكثر الناس الطعن فيه وترك القياس من اجله ... فمن اتبع لحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الامام؟

(اللباب فى الجمع بين السنة و الكتاب، ج۱ ص۵۴)

''اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے جس پر لوگوں نے بکثرت اعتراضات کیے ہیں۔ سو اس امام سے بڑھ کر کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی پیروی کرتا ہو؟''

ملا علی القاری نے لکھا ہے:

وسموا الحنفية أصحاب الراى على ظن انهم ما يعملون بالحديث بل ولا يعلمون الرواية والتحديث لا فى القديم ولا فى الحديث، مع أن

مذهبهم القوی تقدیم الحدیث الضعیف علی القیاس المجرد الذی یحتمل التزییف. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱ص ۴۱)

''مخالفین حنفیہ کو اصحاب الرائے سے موسوم کرتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے، بلکہ روایت اور نقل حدیث کا ہی علم نہیں رکھتے، نہ پہلے دور میں اور نہ نئے زمانے میں، حالانکہ احناف کا قوی مذہب یہ ہے

''کہ وہ ضعیف حدیث کو مجرد قیاس پر جس میں کھوٹے پن کا احتمال ہے، مقدم قرار دیتے ہیں۔''

امام ابن تیمیہ مخالفت حدیث کے اعتراض کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ظن بأبی حنیفة أو غیره من ائمة المسلمین انهم یتعمدون مخالفة الحدیث الصحیح لقیاس او غیره فقد اخطا علیهم وتکلم اما بظن او بهوی، فهذا ابو حنیفة یعمل بحدیث التوضی بالنبیذ فی السفر مخالفة للقیاس وبحدیث القهقهة مع مخالفته للقیاس لاعتقاد صحتهما وان کان ائمة الحدیث لم یصححوهما (مجموع الفتاویٰ ج ۲۰، ص ۳۰۴، ۳۰۵)

''جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یا مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی دوسرا امام جان بوجھ کر، قیاس کے مخالف ہونے یا کسی اور وجہ سے صحیح حدیث کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ان کی طرف غلط بات منسوب کرتے ہیں اور ان کی اس بات کی بنیاد محض گمان یا تعصب ہے۔ دیکھو، امام ابوحنیفہ سفر میں نبیذ کے ساتھ وضو کرنے کی حدیث پر نیز قہقہہ والی حدیث پر عمل کرتے ہیں باوجودیکہ یہ دونوں حدیثیں قیاس کے خلاف ہیں، کیونکہ ابوحنیفہ انہیں صحیح سمجھتے ہیں، اگرچہ ائمہ حدیث ان دونوں روایتوں کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اس ضمن میں احناف کے نقطہ نظر کی وضاحت میں بہت سی مثالیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

واصحاب أبی حنیفة رحمه الله علی أن مذهب ابی حنیفة ان ضعیف

الحديث عنده اولى من القياس والراى وعلى ذلك بنى مذهبه كما قدم حديث القهقهة مع ضعفه على القياس والراى، وقدم حديث الوضوء نبيذ التمر فى السفر مع ضعفه على الراى والقياس، ومنع قطع السارق بسرقة اقل من عشرة دراهم والحديث فيه ضعيف، وجعل اكثر الحيض عشرة ايام والحديث فيه ضعيف، وشرط فى اقامة الجمعة المصر والحديث فيه كذلك، وترك القياس المحض فى مسائل الآبار لآثار فيها مرموعة، فتقديم الحديث الضعيف و آثار الصحابة على القياس والراى قوله. (اعلام الموقعين، ج ۱ ص ۷۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب اس پر متفق ہیں کہ ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث قیاس اور رائے پر مقدم ہے اور انھوں نے اسی پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے قہقہہ لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کی حدیث کو ضعیف ہونے کے باوجود قیاس اور رائے پر ترجیح دی ہے، سفر میں نبیذ کے ساتھ وضو کی حدیث کے ضعف کے باوجود اسے رائے اور قیاس پر مقدم رکھا ہے، چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں کاٹنے کو جائز نہیں کہا حالانکہ اس بارے میں وارد حدیث کمزور ہے، حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن کو قرار دیا ہے جبکہ اس سے متعلق حدیث ضعیف ہے اور جمعہ کی نماز کے لیے مصر کو شرط قرار دیا ہے حالانکہ اس کے متعلق حدیث کی صورت حال بھی یہی ہے۔ اسی طرح انھوں نے کنویں (کو پاک کرنے) کے مسائل میں غیر مرفوع آثار کو ترجیح دی ہے۔ گویا ضعیف حدیث اور صحابہ کے آثار کو قیاس اور رائے پر ترجیح دینا ان کا مذہب ہے۔"

محدث ابن الجوزی نے اگرچہ امام ابوحنیفہ کے اس طرز عمل کا ذکر طنز کے انداز میں کیا ہے، لیکن یہ بات انھوں نے بھی تسلیم کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

والعجب منه اذا راى حديثا لا اصل له هجر القياس ومال اليه كحديث نقض الوضوء بالضحك فانه شىء لا يثبت وقد ترك القياس لاجله (المنتظم فى تاريخ الامم والملوك، ج۸، ص۱۴۲)

تعجب ہے کہ جب ابو حنیفہ کوئی ایسی حدیث دیکھتے ہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو تو قیاس کو ترک کر کے اس حدیث کو اختیار کر لیتے ہیں، جیسے قہقہے سے وضو ٹوٹنے کی حدیث جو مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، امام ابو حنیفہ کے منہج کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ معلوم کل ہے کہ آپ مرسل روایت کو امام مالک کی طرح مطلقاً حجت مانتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کو مقدم جانتے ہیں کہ ضعیف کا ضعف عارضی ہے، اس میں احتمال صحت کا ہو سکتا ہے، لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں۔ بھلا وہ شخص جو صحابی کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو، وہ صحیح حدیث کو عمداً کس طرح ترک کر سکتا ہے؟ (تاریخ اہل حدیث، ص ۳۱۲)

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ حدیث وسنت کی اہمیت اور مقام مرتبہ اور رائے وقیاس کے مقابلے میں اس کے مقدم ہونے کے ضمن میں نہ صرف یہ کہ ائمہ احناف سے واضح، صریح اور غیر مبہم تصریحات منقول ہیں، بلکہ ان کے اصول اجتہاد میں بھی اس بنیادی رجحان کی جھلک بے حد نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اس خیال یا تاثر کی کوئی تائید ائمہ احناف کے اپنے موقف اور منہج اجتہاد سے نہیں ہوتی کہ وہ قابل اطمینان روایات کے مقابلے میں رائے اور قیاس کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں یا یہ کہ ان کے ہاں روایات کو نظر انداز کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ ائمہ احناف کے منہج اجتہاد اور ان کے علمی مآخذ میں احادیث و آثار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس ضمن میں احناف اور ائمہ حدیث کے نقطہ نظر میں اصولی طور پر کوئی فرق نہیں۔

حنفی مستدلات میں روایات و آثار کی مرکزیت

احادیث و آثار کی اہمیت کے حوالے سے ائمہ احناف کا رجحان اور طرز فکر معلوم کرنے کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ انھوں نے جن فقہی مباحث پر گفتگو کی ہے، ان کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان مباحث پر کلام کرتے ہوئے ان کے ہاں استدلال کا انداز اور مستدلات کی نوعیت کیا ہے اور ان سے احادیث و آثار کے حوالے سے ان کا زاویہ نظر کیا سامنے آتا ہے۔ خوش قسمتی سے امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے

قلم سے نکلنے والی متعدد اہم تصانیف تاریخی استناد کے ساتھ ہمیں دستیاب ہیں جو زیر بحث زاویے سے ائمہ احناف کے رجحان فکر کا مطالعہ کرنے کے لیے بھرپور مواد فراہم کرتی ہیں۔
اس ضمن میں درج ذیل تصانیف خاص طور پر اہمیت کی حامل ہیں:

۱۔الآ ثار لابی یوسف	۲۔کتاب الخراج
۳۔الرد علی سیر الاوزاعی	۴۔الآ ثار لمحمد
۵۔الموطا لمحمد	۶۔المبسوط
۷۔الحجۃ علی اہل المدینۃ	۹،۸۔السیر الصغیر والسیر الکبیر

ذیل میں ان تصانیف میں اختیار کیے جانے والے منہج استدلال کا ایک مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔

الآ ثار لابی یوسف:

امام ابو یوسف نے الآثار کے نام سے اپنے استاذ امام ابو حنیفہ کی مرویات کو جمع کیا ہے۔ اس میں مرفوع ومقطوع اور مسند ومرسل، ہر طرح کی روایات شامل ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی مرویات پر مشتمل مجموعوں میں اس مجموعے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ الاستاذ محمد ابو زہرہ علمی پہلو سے اس کتاب کی قدر وقیمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولهٰذا الكتاب قيمة علمية من ثلاث نواح.

''اس کتاب کی علمی قدر وقیمت تین پہلوؤں سے ہے۔''

اولاها انه مسند ابی حنيفة رضی الله عنه يطلعنا علی طائفة من مروياته ويرينا نوعا من الاحاديث التی اعتمد عليها فی بعض ما استنبطه من احكام وفتاوی.

ایک تو یہ کہ یہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسند ہے، جو ہمیں ان کی مرویات کے ایک حصے سے واقفیت بہم پہنچاتی ہے اور ان احادیث کی ایک نوع کو ہمارے سامنے پیش کرتی ہے جن پر امام ابو حنیفہ نے اپنے مستنبط کردہ بعض احکام اور فتاوی میں انحصار کیا۔

ثانيها انه يبين لنا كيف كان ابو حنيفة ياخذ بفتاوی الصحابة وكيف

كان ياخذ بالمرسل من الحديث ولا يشترط الرفع، وبعبارة عامة يرينا ما يشترطه ابو حنيفة فى الروايات المعتمدة ثالثها ان فى الكتاب جمعا لطائفة اختارها من فتاوى التابعين من فقهاء الكوفة خاصة سے خاص طور پر اور فقہائے عراق میں سے وفقهاء العراق عامة

(ابو حنيفة: حياته وعصره، آراؤه وفقهه، ص ٢٠٠)

''دوسری یہ کہ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کیسے صحابہ کے فتاوی کو اختیار کرتے تھے اور کیسے روایت کے مرفوع ہونے کی شرط لگائے بغیر مرسل احادیث کو بھی قبول کر لیتے تھے۔ وسیع تر مفہوم میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ہمیں یہ دکھاتی ہے کہ اپنی اختیار کردہ روایات کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کی شرائط کیا تھیں۔ تیسری یہ کہ اس کتاب میں فقہائے کوفہ میں عموماً، تابعین کے فتاوی کا ایک مجموعہ موجود ہے جس کا انھوں نے انتخاب کیا ہے۔''

کتاب الخراج:

کتاب الخراج امام ابو یوسف نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر تصنیف کی اور اس کا موضوع اسلامی ریاست کے محصولات اور دیگر مالیاتی معاملات سے متعلق شرعی و فقہی احکام کی وضاحت ہے۔ امام صاحب نے موضوع کے دائرے میں آنے والے جملہ مسائل وامور پر تفصیلی کلام کیا ہے اور ہر مسئلے سے متعلق مناسب قانون سازی کے ضمن میں خلیفہ کی راہ نمائی کی ہے۔

امام صاحب کی یہ تصنیف سرتاسر احادیث وآثار پر مبنی ہے اور ہر باب اور ہر مسئلے کے ضمن میں ان کا یہ منہج واضح طور پر دکھائی دیتا ہے کہ وہ سب سے پہلے متعلقہ روایات اور احادیث نقل کرتے ہیں اور پھر ان کی تشریح تفصیل کے حوالے سے قیاسی مباحث کا ذکر کرتے ہیں۔

الاستاذ ابو زہرہ نے اس کتاب میں امام ابو یوسف کے منہج کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

يعتمد فيه على القرآن والماثور عن النبى صلى الله عليه وسلم وفتاوى الصحابة، يروى الاحاديث ويستنبط عللها ويذكر اعمال

الصحابة ويستخرج اقوالهم مناطها

(ابو حنيفة: حياته وعصره، آراؤه وفقهه، ص ۱۷۴)

''مصنف نے اس کتاب کا مدار قرآن مجید، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول روایات اور صحابہ کے فتاوی پر رکھا ہے۔ وہ احادیث نقل کر کے ان سے (فقہی احکام) کی علتیں مستنبط کرتے ہیں اور صحابہ کے فیصلوں کا ذکر کر کے ان کے اقوال سے ان احکام کا مناط اخذ کرتے ہیں۔(ابو حنيفة: حياته وعصره، آراؤه وفقهه، ص ۲۰۰)

الدکتور بشری الشقوری نے امام ابو یوسف کے منہج پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

تعتبر السنة النبوية المصدر الواسع الذى اعتمد عليه الامام ابو يوسف واهتم به اهتماما كبيرا فهما لمعانيها واستكشافا لغوامضها واستنباطا للاحكام الوارِدة فيها فقد كان حريصا على ذكر اسانيد الروايات التى اوردها فى كتابه مستشعرا اهمية الاسناد وقيمته وذلك لما فى ذكر الاسناد من فوائد تبرز اساسا اثناء الحكم على الرواية بالصحة او الضعف......

سنت نبویہ وہ وسیع ماخذ ہے جس پر امام ابو یوسف نے انحصار کیا ہے اور اس کے معانی کو سمجھنے، اس کے غوامض کو دریافت کرنے اور اس میں وارد احکام کا استنباط کرنے کے حوالے سے انھوں نے سنت کے ساتھ خاص اعتنا کیا ہے۔ ابو یوسف اسناد کی اہمیت اور مقام کو محسوس کرتے ہوئے اپنی کتاب میں نقل کردہ روایات کی اسانید درج کرنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ سند کا ذکر کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جو روایت پر صحت یا ضعف کا حکم لگانے میں بنیاد کے طور پر نمایاں ہوتے ہیں۔

كما استعان الامام بمذهب الصحابى فى معرفة الاحكام الفقهية و فهم معانى الاحاديث فكتابه الخراج بعد سفرا مهما دفتيه الكثير من اقوال الصحابة وفتاويهم بالاضافة الى اقوال التابعين وبهذا يكون الامام قد استفاد كثيرا من اقوال الصحابة (رضى

الله عنهم) واستعان بها فی فهم الاحادیث وتقویة الاحکام الواردة فیها لما فی اقوالهم من دلیل وحجة. (معالم الفکر الاصولی قبل الامام الشافعی، http://www.feqhweb.com/vb/t2136.html، 12 جنوری 2013ء)

اسی طرح امام صاحب نے فقہی احکام کی معرفت اور احادیث کے معانی کو سمجھنے میں صحابہ کے مذاہب سے بھی مدد لی ہے۔ ان کی کتاب الخراج ایک ایسا صحیفہ ہے، جس میں صحابہ کے بہت سے اقوال اور فتاوی اور ان کے علاوہ تابعین کے اقوال بھی جمع ہیں۔ یوں امام صاحب نے صحابہ کے کثیر اقوال سے استفادہ کیا ہے اور احادیث کو سمجھنے اور ان میں وارد احکام کی تائید وتقویت کے لیے ان سے مدد لی ہے کیونکہ صحابہ کے اقوال دلیل اور حجت ہیں۔

الرد علی سیر الاوزاعی:

اس کتاب کا موضوع جہاد وسیر سے متعلق فقہی مسائل کے ضمن میں امام اوزاعی اور فقہائے عراق کی آرا کا باہمی تقابل اور ان میں ترجیح قائم کرنا ہے۔ امام ابو یوسف نے اس کتاب میں متعلقہ مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے اور فریقین کے موقف، مستدلات اور طرز استدلال کا ذکر کر کے علمی انداز میں اپنی ترجیح کو واضح کیا ہے۔

کتاب کا عنوان بتاتا ہے کہ امام صاحب جہاد وسیر کے باب میں امام اوزاعی کی بعض آرا سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس کتاب میں ان پر تنقید کرتے ہوئے اپنے موقف کی قوت کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بحث ومناقشہ کی تمام تر بنیاد متعلقہ مسئلے کے ضمن میں معقول احادیث وآثار ہی پر ہے اور یہ بات گویا بحث کے بنیادی نکتے کے طور پر تسلیم شدہ ہے کہ کسی بھی نقطہ نظر کی صحت یا عدم صحت کی تعیین کے لیے معیار کی حیثیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے منقول روایات وآثار ہی کو حاصل ہے۔

الدکتور بشری الشقوری نے اس کتاب کے مباحث کے اصولی پس منظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

لم یکن الاحتجاج بالسنة موضع نقاش فی ما سبق غیر ان بعد العهد وکثرة من تصدروا لروایتها وشیوع الاحادیث المکذوبة اوجد

كثيرا من البلبلة والتشويش الامر الذى ادى الى الاختلاف فى الاحتجاج ببعض انواع الحديث كالاحاديث المرسلة وخبر الواحد أو فى بعض الشروط التى ينبغى توفرها فى الحديث لكى يكون حجة فكان هذا مجال نقاش وحوار. (معالم الفکر الاصولی قبل الامام الشافعی، حوالہ مذکورہ)

ماسبق میں سنت سے استدلال محل نزاع نہیں تھا، لیکن زمانی فاصلے اور حدیث کو روایت کرنے والوں کی کثرت اور جھوٹی احادیث کے شیوع کی وجہ سے بے حد اضطراب اور ذہنی انتشار پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں حدیث کی بعض انواع مثلاً حدیث مرسل یا خبر واحد سے استدلال کے ضمن میں یا ان شرائط کے حوالے سے جن کا پایا جانا حدیث کے حجت ہونے کے لیے ضروری ہے، اختلاف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ یہی چیز مناقشہ اور مکالمہ کا موضوع تھی۔"

الآثار للشیبانی:

امام محمد نے اس کتاب میں فقہی مسائل سے متعلق ان روایات و آثار کو جمع کیا ہے جو انھیں اپنے کوفی اساتذہ اور فقہا و مشائخ کے واسطے سے پہنچی ہیں۔ یہ کتاب ایک ہزار کے قریب روایات کا مجموعہ ہے جن میں مرفوع احادیث کے علاوہ ایک بڑی تعداد صحابہ کے فتاویٰ اور تابعین کے اقوال کی ہے۔ کتاب کم و بیش تمام فقہی ابواب کا احاطہ کرتی ہے اور ہر باب کے اہم اور بنیادی مسائل پر مستقل عنوانات قائم کر کے ان کے تحت متعلقہ روایات نقل کی گئی ہیں۔ ہر مسئلے کے ضمن میں امام صاحب نے اپنے استاذ امام ابوحنیفہ کا موقف ؒ بیان کیا ہے اور اسی ضمن میں اپنی تائید یا اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔

زیر بحث سوال کے تناظر میں دیکھا جائے تو امام محمد کی یہ تصنیف نہایت واضح طور پر اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ احناف کے فقہی مسلک کی بنیاد اصلاً رائے اور قیاس پر نہیں جو روایات و آثار کے منقول ذخیرے سے بالکل کٹا ہوا اور لاتعلق ہو بلکہ انھوں نے بنیادی طور پر منقول روایات و اقوال اور فتاوی ہی میں ترجیح و انتخاب کا طریقہ اختیار کیا ہے اور تمام بنیادی اور اہم مسائل میں ان کے نقطہ نظر کی تائید میں مرفوع احادیث یا صحابہ اور اکابر تابعین کے اقوال اور فتاوی موجود ہیں۔

الاستاذ ابوزہرہ لکھتے ہیں:

قد جمع فيه الاحاديث والآثار قد جمع التى كانت عند اهل العراق ورواها ابو حنيفة رضى الله عنه، وهو يتلاقى فى كثير من مروياته مع كتاب الآثار لابى يوسف وكلاهما يعد مسندا لابى حنيفة، ولهما قيمة من حيث دلالتهما على مقدار اطلاع ابى حنيفة على الاحاديث وآثار الصحابة والتابعين ومقدار اعتماده فى الاستدلال على الاثر والحديث وما يشترطه فى الرواية ومن حيث دلالتهما على عماد المذهب الحنفى، اذ فيهما مجموع الاقضية والفتاوى التى اخذ فيها بالنص واستنبط العلل من ثناياها ثم قاس عليها وفرع الفروع واصل الاصول ووضع القواعد.

(ابو حنيفه: حياته وعصره، آراؤه وفقهه" ص۲۱۶)

''امام محمد نے اس میں ان احادیث اور آثار کو جمع کیا ہے جو اہل عراق کے ہاں موجود تھیں اور جنھیں امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔ اس کتاب کی بہت کی مرویات ابو یوسف کی کتاب الآثار کے مطابق ہیں اور یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ کی مسند شمار ہوتی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی اس لحاظ سے بڑی اہمیت ہے کہ یہ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے امام ابوحنیفہ کی واقفیت پر دلالت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ وہ استدلال میں آثار واحادیث پر کس قدر انحصار کرتے تھے اور روایت میں ان کی شرائط کیا تھیں۔ یہ دونوں کتابیں حنفی فقہ کی علمی بنیاد کو بھی واضح کرتی ہیں، کیونکہ ان میں وہ فیصلے اور فتوے جمع کیے گئے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ نصوص کو اختیار کیا اور ان میں سے (احکام کی علتیں مستنبط کیں اور پھر ان پر قیاس کرتے ہوئے فروع بھی مرتب کیں، اصول بھی وضع کیے اور قواعد بھی مقرر کیے۔''

الدکتور محمد الدسوقی نے اس کتاب کے منہج کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

وجمع الأمام محمد السنن والاخبار الماثورة التى كانت لدى اهل العراق فى كتابه الاثار وقد رواه عن ابى حنيفة ...... ومنهج محمد فى هذا الكتاب يقوم على ايراد السنن والاخبار و آراء الصحابة

والتابعين وبخاصة ابراهيم النخعي طوعا للتبويب الفقهي ...... والاحاديث في الآثار منها المسند والمرسل والمرفوع والموقوف والمقطوع، ولا يكتفي محمد بذكر هذه الاحاديث والاخبار دون ان ينبه على الرای الذی یاخذ به او یخالفه ...... ولكتاب الآثار قيمة علمية من حيث دلالته على مقدار اطلاع ابی حنيفة على الاحاديث و آثار الصحابة والتابعين، وايضا على كثرة الشيوخ الذين روى عنهم هذه الامام الجليل...... كتاب الآثار بالنسبة لابی حنيفة وثيقة علمية تؤكد معرفته الواسعة بالاحاديث والاخبار

(الامام محمد بن الحسن الشيبانی وآثره فی الفقه الاسلامی، ص۱۶۶،۱۶۷)

امام محمد نے اہل عراق کے ہاں موجود سنن اور اخبار ماثورہ کو اپنی کتاب الآ ثار میں جمع کیا ہے اور اسے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔ اس کتاب میں امام محمد کا منہج سنن، اخبار اور آرائے صحابہ وتابعین، بالخصوص ابراہیم نخعی کی آرا کو فقہی ابواب کے مطابق بیان کرنے پر قائم ہے۔ ...... کتاب الآ ثار میں بیان کردہ احادیث میں سے کچھ مسند ہیں، کچھ مرسل، کچھ موقوف اور کچھ مقطوع۔ امام محمد ان احادیث واخبار کو صرف بیان کر دینے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ جو رائے اختیار کرتے ہیں یا جس کی مخالفت کرتے ہیں، اس سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ ...... کتاب لآ ثار کی اس لحاظ سے بڑی قدر و قیمت ہے کہ اس کتاب سے احادیث اور آ ثار صحابہ وتابعین سے امام ابوحنیفہ کی آگاہی کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ نیز اس سے امام بوحنیفہ کے ان کثیر شیوخ کا پتہ چلتا ہے جن سے اس جلیل القدر امام نے روایت کی ہے۔ ...... امام ابوحنیفہ کے حوالے سے کتاب الآثار ایک علمی دستاویز ہے جو احادیث وآ ثار کے بارے میں ان کی وسیع معرفت کی آئینہ دار ہے۔"

الموطاللشیبانی:

الموطا بنیادی طور ان روایات پر مبنی ہے جو امام محمد نے اپنے استاذ امام مالک سے روایت کی ہیں۔ امام صاحب نے ان مرویات کے علاوہ کچھ مزید روایت بھی اس میں درج کی ہیں

جن کی تعداد مولانا عبدالحی لکھنوی کے بیان کے مطابق ۱۷۵ ہے، جبکہ الدکتور محمد الدسوقی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسی روایات کی تعداد ۱۰۰ ہے۔

(عبدالحی لکھنوی، مقدمہ موطا الامام مالک، ج ا ص ۱۴۱)

اس پہلو سے اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ آیا ''الموطا'' کو امام مالک کی موطا کی ایک روایت قرار دینا چاہیے یا امام محمد کی ایک مستقل بالذات تصنیف کا درجہ دینا چاہیے۔ عمومی طور پر اہل علم نے اسے امام مالک کی موطا ہی کی ایک روایت شمار کیا ہے، تاہم بعض اہل علم متعدد قرائن وشواہد کی بنا پر یہ نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ امام محمد کی یہ کتاب درحقیقت امام مالک کی موطا کے مقابلے میں ایک متوازی تالیف کا درجہ رکھتی ہے جس میں امام مالک کی فقہی آرا کے برعکس اہل کوفہ کی آرا کو ترجیح دینا پیش نظر ہے۔ (دیکھیے: نذیر حمدان ''الموطات للامام مالك''، ص ۹۵-۹۹)

مزید برآں امام صاحب نے اس کتاب میں امام مالک کی مرویات درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنی تعلیقات اور ترجیح وتجزیہ کے ذریعے سے اس میں فقہی آرا کے تقابلی مطالعہ کا رنگ پیدا کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ بدیہی طور پر ان کا رجحان عمومی طور پر فقہی مسائل میں اہل عراق کی آرا کو ترجیح دینے کی طرف ہے جن کو وہ دلائل کی رو سے راجح سمجھتے ہیں۔ یوں احناف کے منہج استدلال میں احادیث وآثار کی مرکزیت کے پہلو سے ''الموطا'' غیر معمولی قدر وقیمت کی حامل ہے اور اس حوالے سے ائمہ احناف کے طرز فکر اور رجحان کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔

الموطا کے منہج تصنیف پر روشنی ڈالتے ہوئے الدکتور محمد الدسوقی لکھتے ہیں:

محمد لم یرو ما سمع من مالك فحسب، فقد أضاف الی ما سمعه روایات اخری غیر روایات مالك وخصوصا روایات بعض علماء الحجاز واهل العراق، وکثیرا ما یعلق برایه مخالفا او موافقا لمالك او غیره معبرا عن ذلك بقوله: وبه ناخذ، وعلیه عمل الامة، وهو الصحیح، وهو الظاهر ...... وتعلیقات محمد تمتاز بالدقة والایجاز کما تنای

العصبية ولهذا كان لا يوافق أبا حنيفة في بعض آرائه ويأخذ برأي مالك او غيره من فقهاء المدينة.

(الامام محمد بن الحسن الشيباني واثره في الفقه الاسلامي، ص ۱۷۱)

"امام محمد نے صرف امام مالک سے روایت کردہ احادیث کو بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کی، بلکہ روایات مالک کے ساتھ دیگر روایات، بالخصوص علمائے حجاز وعراق سے سماعت کردہ روایات کا بھی اس میں اضافہ کر دیا ہے۔ بیشتر اوقات وہ زیر بحث مسئلے پر امام مالک کی رائے کے حق میں یا اس کے خلاف ان الفاظ سے اپنا تبصرہ بھی درج کرتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اسی پر امت کا عمل ہے، یہی صحیح ہے، یہی ظاہر ہے۔"

امام محمد کے تبصروں میں دقت نظر اور اختصار کے ساتھ ساتھ بے تعصبی نمایاں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی بعض آرا میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کرتے ہوئے امام مالک یا دیگر فقہائے مدینہ کی رائے اختیار کر لیتے ہیں۔"

کتاب الاصل للشیبانی:

امام محمد کی یہ کتاب "المبسوط" کے نام سے بھی معروف ہے اور ان کی جملہ تصانیف میں سب سے زیادہ مفصل اور مبسوط تصنیف ہے۔ امام محمد نے اس تصنیف میں فقہی مسائل سے متعلق امام ابوحنیفہ کے ساتھ اپنے مذاکروں کی روداد نقل کی ہے اور زیر بحث مسئلے سے متعلق ائمہ احناف کے باہمی اختلافات اور ان کے دلائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

کتاب کا اصل موضوع احادیث و آثار کی روایت نہیں، بلکہ قیاسی واستنباطی مسائل سے متعلق امام ابوحنیفہ کے فتووں کی علمی تفہیم ہے۔ اس کے باوجود کتاب میں مرفوع احادیث، صحابہ کے فتاوی اور تابعین کے آثار کا ایک بڑا ذخیرہ منقول ہے جن کی تعداد بعض تحقیقات کے مطابق سولہ سو (۱۶۰۰) سے متجاوز ہے۔

(کتاب سے متعلق تاریخی معلومات کے لیے الدکتور الدسوقی کی کتاب کے علاوہ دیکھیے: کتاب الاصل للشیبانی پر مقدمة التحقیق از الدکتور محمد بن بوینو کالن)

الحجۃ علی اہل المدینہ:

امام محمد کی یہ تصنیف امام ابو یوسف کی "الرد علی سیر الاوزاعی" کی طرز کی ہے اور اس میں وسیع تر دائرے میں فقہی مسائل ومباحث سے متعلق فقہائے عراق اور فقہائے حجاز کی آرا کا موازنہ کیا گیا اور اس ضمن میں اہل مدینہ کے موقف اور استدلال کی کمزوری کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ استدلال واستنباط میں روایات کی مرکزیت اور اہمیت کے مسلم ہونے کا جو نکتہ ائمہ احناف کی باقی تصانیف سے واضح طور پر سامنے آتا ہے، "الحجة علی اهل المدينة" میں بھی اسی قوت کے ساتھ دکھائی دیتا ہے، بلکہ اہل مدینہ کے موقف پر تنقید کرتے ہوئے امام محمد نے بے شمار مقامات پر بنیادی نکتہ ہی میں اٹھایا ہے کہ اہل مدینہ ایک مسئلے میں احادیث اور صحابہ کے آثار واقوال خود نقل کرنے کے باوجود ان سے متعارض رائے اختیار کر لیتے اور متعلقہ روایات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

الدکتور محمد الدسوقی لکھتے ہیں:

ویقوم منهج هذا الكتاب على ذكر راى ابى حنيفة فى صدر كل باب، يليه راى اهل المدينة وادلته، ثم يناقش محمد هؤلاء ان كان رايهم لديه يحتاج الى مناقشة، وهو فى حواره العلمى يعتمد على العقل والنقل، يسوق الحجة المنطقية ويورد بعدها الآثار والاخبار التى تدعمها، ومع قيام هذه المناقشة على العقل والنقل فانها كانت تتسم احيانا بشىء من الحدة، يبدو ذالك فى اتهام اهل المدينة بعدم التدقيق مثل قوله فى الرد عليهم فى ذهابهم بوجوب مسح الخفين ظاهرهما واسفلهما: "وكيف قال هذا أهل المدينة فما ايصر شيئًا يتكلم بهذا"، ولا جدال فى ان العبارة الاخيرة تحمل مسحة من العنف فى المناقشة، كذلك تبدو هذه الحدة فى اتهامهم بالتناقض فى آرائهم لانهم يجهلون الآثار او يعرفونها ولا يعملون بها، وايضا يجهلون آراء فقهائهم التى كان محمد يستدل بها فى بعض الاحيان.

(الامام محمد بن الحسن الشيبانى واثره فى الفقه الاسلامى، ص ۱۷۲)

''اس کتاب کا منہج یہ ہے کہ ہر باب کے آغاز میں امام ابوحنیفہ کی رائے بیان کی جاتی ہے۔اس کے بعد اہل مدینہ کی رائے اوران کے دلائل کا بیان ہوتا ہے۔ پھر اگر ان کی رائے مناقشہ ومکالمہ کی متقاضی ہو تو امام محمد ان کا تجزیہ بھی کرتے ہیں۔وہ اپنے علمی مکالے کی بنیاد عقل ونقل پر رکھتے ہیں اور منطقی دلائل پیش کرنے کے بعد اس کی تائید میں آثار واخبار بھی درج کرتے ہیں۔

اس علمی مکالمے کے عقل نقل پر مبنی ہونے کے باوجود کبھی کبھی اس میں گرمی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔مثلاً وہ اہل مدینہ کو گہرا غور وفکر نہ کرنے کا الزام دیتے ہیں، چنانچہ اہل مدینہ کے اس مسلک کا رد کرتے ہوئے کہ موزوں پر ان کے اوپر اور نیچے سے مسح کرنا واجب ہے، فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے یہ بات کیسے کہی؟ ہمیں نہیں معلوم کہ کوئی شخص جو ذرا سی بصیرت رکھتا ہو، وہ ایسی بات کیسے کرسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ آخری عبارت مناقشہ ومکالمہ میں سختی اور شدت کا تاثر لیے ہوئے ہے۔

اسی طرح اہل مدینہ پر ان کی آرا میں تناقض پائے جانے کے اعتراض میں بھی یہ سختی نظر آتی ہے، جس کی وجہ (ان کی رائے میں یہ ہے) کہ وہ آثار سے ناواقف ہیں یا آثار کو جانتے تو ہیں مگر ان پر عمل نہیں کرتے۔ نیز وہ اپنے فقہا کی ان آرا سے بے خبر ہوتے ہیں جن سے امام محمد بعض اوقات استدلال کرتے ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں:

وبعد كتاب الحجة اكثر كتب محمد الفقهية اشتمالا على الاحاديث والاخبار مع صغر حجمه بالنسبة للاصل، وذلك ان منهج تاليف هذا الكتاب كان يفرض عليه الاكثار من الاحاديث والاخبار دون اهتمام بتفريع المسائل، فهو في مناقشته لاهل المدينة كان يحاول ان يثبت لهم ان اهل العراق لا يقلون عنهم معرفة بالسنن والآثار ان لم يكونوا اكثر معرفة بها، ولذا كان في مناقشته يشير الى الاحتجاج بالاحاديث وانه يعرف الكثير منها وان اهل المدينة لا يعرفون الآثار او

يعرفونها ويتركونها وان ظنوا غير ذلك، فهو مثلا يقول في باب المرور بين يدى المصلي: "ولو اردنا ان نحتج عليهم باحاديث كثيرة من الاحاديث في هذا ونحوه لاحتججنا بها عليهم ولكن احتجاجنا باحاديثهم اوجب في الحجة عليهم۔" ويقول في باب المسح على الخفين: "الآثار في المسح للمقيم يوما وليلة وللمسافر ثلاثة ايام ولياليها كثيرة معروفة، وما كنت اظن احدا ممن نظر في الفقه يشكل عليه الآثار في هذا فهذه النصوص ونحوها وردت في مواطن عديدة من الحجة وهي في ما ارى تعبر عن احساس محمد نحو الرد على الزعم الشائع لدى اهل الحجاز بان بضاعة اهل العراق من الحديث قليلة وانهم يفرطون في استعمال الراى، لهذا اشتمل كتاب الحجة على طائفة من الاحاديث والاخبار تكاد تتساوى مع ما ذكره محمد في كتاب الآثار. ("الامام محمد بن الحسن الشيباني واثره في الفقه الاسلامي"، ص ۲۷۷)

"حجم کے لحاظ سے چھوٹی ہونے کے باوجود امام محمد کی فقہی کتب میں سے کتاب الحجہ سب سے زیادہ احادیث وآثار کی حامل شمار ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی غرض تالیف کا تقاضا تھا کہ امام صاحب تفریع مسائل کے اہتمام کے بجائے کثرت سے احادیث و آثار نقل کرتے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے ساتھ بحث ومناظرہ میں وہ ان کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل عراق معرفت سنن وآثار میں ان سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہیں، اس لیے وہ بحث ومباحثہ کے دوران میں احادیث کو بطور دلیل پیش کرتے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ احادیث کے ایک بڑے ذخیرے کا علم رکھتے ہیں، جبکہ اہل مدینہ آثار کا علم ہی نہیں رکھتے یا پھر جان بوجھ کر انھیں ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً نمازی کے آگے سے گزرنے کے مسئلہ میں امام موصوف فرماتے ہیں کہ "اگر ہم چاہیں تو اس مسئلے میں وارد ہونے والی بہت سی احادیث کے ذریعے سے ان کے خلاف حجت قائم کر سکتے ہیں، لیکن انھی کی بیان کردہ احادیث کو بطور دلیل پیش کرنا ان پر حجت قائم کرنے میں زیادہ موثر ہے۔ باب المسح علی الخفین میں امام موصوف فرماتے ہیں کہ "مقیم کے لیے ایک دن

رات اور مسافر کے لیے تین دن رات مسح کرنے کے بارے میں بہت سے مشہور و معروف آثار ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص بھی فقہ پر نظر رکھتا ہے، اس کے لیے اس مسئلے میں آثار کا معاملہ مشتبہ ہو سکتا ہے۔"

یہ اور اس قسم کی نصوص کتاب الحجہ میں متعدد مقامات پر آئی ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، یہ عبارات اہل حجاز کے ہاں عام اس بے بنیاد دعوے کے جواب میں امام محمد کے احساسات کی ترجمان ہیں کہ اہل عراق حدیث کے معاملے میں کم مایہ ہیں اور رائے کے استعمال میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ اسی بنا پر کتاب الحجہ احادیث واخبار کے اتنے بڑے حصے پر مشتمل ہے جو کتاب الآثار میں امام موصوف کی بیان کردہ احادیث وروایات کے تقریباً مساوی ہے۔"

روایات وآثار سے اعتنا کے ایک اور پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے الدکتور بشریٰ نے لکھا ہے:

اعتنى الامام محمد بعلم الرجال عناية خاصة فاهتم بنقد الأسانيد والتفتيش عن رجالها لما للرواة من اهمية فى نقل الاحاديث وتبليغ الآثار، ثم ان ثمرة عناية الامام محمد بن الحسن بالاسانيد و نقدها تجلت بالخصوص فى مسالة الترجيح حيث ينظر فى رجال الاسناد بدقة وتفحص لمعرفة مدى ثقتهم وصحة سماعهم لترجيح الرواية اوردها.

(معالم الفكر الاصولى قبل الامام الشافعى"، حوالہ سابق)

امام محمد نے علم الرجال پر خاص طور پر توجہ مرکوز کی ہے اور اسانید کی نقد وجرح اور ان کے راویوں کے حالات کی تحقیق کا اہتمام کیا ہے، کیونکہ احادیث کو نقل کرنے اور آثار کو آگے پہنچانے میں راویوں کی بڑی اہمیت ہے۔ اسانید اور ان کی چھان پھٹک کے حوالے سے امام محمد کے خاص اہتمام کا ثمرہ وہاں ظاہر ہوتا ہے جہاں دقت نظر اور تفحص کے ساتھ سند کے راویوں کے حالات پر غور کیا جاتا ہے تاکہ روایت کو قابل ترجیح یا قابل رد قرار دینے کے لیے یہ معلوم کیا جا سکے کہ راویوں کا پایہ اعتبار کیا ہے اور کیا ان کا سماع ثابت ہے یا نہیں۔"

السیر الکبیر والسیر الصغیر:
یہ دونوں کتابیں جنگ اور مابعد جنگ کے احکام سے متعلق ہیں اور فقہی نقطہ نظر سے بلند پایہ اور عالمی شہرت کی حامل تصانیف ہونے کے ساتھ ساتھ موضوع سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فیصلوں اور عہد صحابہ وتابعین کی جنگوں میں سامنے آنے والے فقہی نظائر کا بھی ایک جامع اور قیمتی ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد الدسوقی نے اس پہلو کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

وفی کتابی السیر الصغیر والکبیر جملة من الاحادیث والآثار لا باس بها، وقد اسلفت انه نسب الی الاوزاعی انه قال لما نظر فی السیر الکبیر: "لولا ما ضمنه الاحادیث لقلت انه یضع العلم من عند نفسه"، واذا کنت قد انتهیت الی ان الاوزاعی لم یطلع علی السیر الکبیر وان ما نسب الیه غیر صحیح فانه یظل له قیمته فی الدلالة علی معرفة محمد بالاحادیث وانه ضمن هذا الکتاب طائفة کثیرة منها ...... ان محمدا روی فی کتابیه نحو خمسمائة اثرا غلبها احادیث.

("الامام محمد بن الحسن الشیبانی واثره فی الفقه الاسلامی"، ص۲۷۷، ۲۷۸)

"السیر الکبیر اور السیر الصغیر، دونوں کتابوں میں احادیث وآثار کا بہت سا مواد ایسا ہے ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ امام اوزاعی کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ جب انھوں نے السیر الکبیر دیکھی تو یہ تبصرہ کیا کہ "اگر امام محمد اس میں احادیث درج نہ کرتے تو میں کہتا کہ وہ اپنے پاس سے علم کی باتیں وضع کر لیتے ہیں۔" میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ امام اوزاعی نے یہ کتاب نہیں دیکھی تھی اور اس قول کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہے تاہم اس بات پر دلالت کرنے میں اس قول کی قدر و قیمت برقرار رہتی ہے کہ امام محمد کو احادیث کی معرفت حاصل تھی اور انھوں نے اس میں احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر دیا...... امام محمد نے اپنی ان دونوں کتابوں میں تقریباً پانچ صد آثار روایت کیے ہیں جن کی غالب تعداد احادیث مشتمل ہے۔"

الدکتوربشریٰ الشقوری لکھتی ہیں:

وقد اعتمد الشیبانی فی ذلک کله علی القرآن والاحادیث التی قیلت فی مغازی الرسول علی اثر حوادث معینة وقعت وعلی الاحکام التی وقعت اثناء حروب المسلمین وفتوحهم کما اعمل القیاس فی احایین کثیرة. ("معالم الفکر 'لاصولی قبل الامام الشافعی"، حوالہ سابق)

"ان تمام مسائل کے بیان میں شیبانی نے قرآن مجید پر اور ان احادیث پر انحصار کیا ہے جو عہد نبوی کی جنگوں میں رونما ہونے والے متعین واقعات کے موقع پر کہی گئیں۔ اسی طرح ان احکام پر بنیاد رکھی گئی ہے جو مسلمانوں کی جنگوں اور فتوحات کے دوران میں پیش آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے بہت سے مقامات پر قیاس سے بھی کام لیا ہے۔"

ائمہ احناف کی مذکورہ تمام تصانیف پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے فقہی طرز فکر میں احادیث وآثار نہایت بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ احناف کے علمی مستدلات بنیادی طور پر احادیث وآثار ہی سے عبارت ہیں۔ ان کے ہاں احادیث اور رائے وقیاس کے باہمی تعلق کی نوعیت وہی ہے جو جمہور صحابہ وتابعین کے ہاں مسلم ہے، جبکہ اجتہاد واستنباط میں آثار سے گریز کرنے، ان کو اہمیت نہ دینے یا رائے اور قیاس کو ان پر ترجیح دینے کی کوئی ادنیٰ جھلک بھی اس پورے مواد میں دکھائی نہیں دیتی۔

جلیل القدر حنفی اصولی فخر الاسلام بزدوی نے اس حوالے سے امام محمد کا قول نقل کیا ہے کہ:

لا یستقیم الحدیث الا بالرای ولا یستقیم الرای الا بالحدیث حتی ان من لا یحسن الحدیث او علم الحدیث ولا یحسن الرای فلا یصلح للقضاء والفتوی وقد ملا کتبه من الحدیث.

("کنز الوصول إلی معرفة الاصول"، ج ۱ ص ۵)

"امام محمد نے ادب القاضی میں فرمایا ہے کہ نہ تو حدیث کو رائے کے بغیر صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور نہ حدیث کے بغیر محض رائے درست ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جو شخص حدیث یا علم

حدیث کو اچھی طرح نہ جانتا ہو اور رائے پر بھی مہارت نہ رکھتا ہو، وہ قاضی یا مفتی بننے کا اہل نہیں۔ امام محمد نے اپنی کتابوں کو احادیث سے بھر دیا ہے۔“

الاستاذ ابوزہرہ لکھتے ہیں:

بين يدى القارئ كتاب الآثار لابى يوسف وكتاب الآثار لمحمد رضى الله عنهما، وان نظرة عاجلة لهذين الكتابين ترى القارئ كيف كان ابو حنيفة يقبل احاديث الآحاد ويرويها ويبنى فقهه عليها، ياخذ بنصها ويستخرج علل الاحكام من بين ثناياها ثم يقيس عليها.

("ابو حنيفة: حياته وعصره، آراؤه وفقهه"، ص۲۷۵)

”ابو یوسف کی کتاب لآ ثار اور محمد رضی اللہ عنہا کی کتاب الآ ثار قاری کے سامنے ہیں۔ ان س کتابوں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی قاری کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ابو حنیفہ کیسے اخبار آحاد کو قبول کرتے، انھیں روایت کرتے اور ان پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھتے تھے۔ وہ ان کے الفاظ کو لے کر ان کے اندر سے احکام کی علتیں مستنبط کرتے تھے اور پھر اس پر قیاس کرتے تھے۔“

مولانا محمد حنیف ندوی نے اس نکتے کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”امام محمد سے دو طرح کی کتابیں منقول ہیں: ایک جو ظاہر الروایہ سے منسوب ہیں جیسے مبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور الزیادات۔ دوسرے نوادر، جیسے کتاب الامالی یا کیسانیات وغیرہ اور ان سب میں اپنے مسلک کی تائید میں احادیث وآ ثار ہی کو پیش کیا گیا ہے۔ (”مسئلہ اجتہاد“، ص ۶۱)

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ احناف کے منہج اجتہاد اور ان کے علمی مأخذ میں احادیث وآ ثار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور امام ابو حنیفہ کے براہ راست تلامذہ کی تصنیف کردہ کتب میں استدلال واستنباط کی اصل بنیاد احادیث وآ ثار ہی پر رکھی گئی ہے۔ ان تصانیف کے مواد اور طرز استدلال کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ احادیث وآ ثار کی اہمیت کے ضمن میں احناف اور ائمہ حدیث کے نقطہ نظر میں اصولی طور

پر کوئی فرق نہیں اور ائمہ حدیث کی طرح فقہائے احناف کے ہاں بھی روایات و آثار کو اجتہاد واستنباط کا بنیادی ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔

احادیث کو قیاس پر ترجیح دینے کے نظائر

فقہائے احناف کے منہج اجتہاد پر اٹھائے جانے والے اعتراضات میں سے رائے اور قیاس کو احادیث و آثار پر فوقیت دینے کا اعتراض، جیسا کہ عرض کیا گیا، سب سے اہم اور نمایاں ہے اور ان کے معاصرین میں یہ تاثر عام ملتا ہے کہ اہل عراق کے ہاں احادیث و آثار کے مقابلے میں رائے اور قیاس کو ترجیح دینے کی ایک عمومی روش پائی جاتی ہے۔

تاہم ائمہ احناف کے منہج استدلال کے براہ راست مطالعہ سے اس تاثر کی تائید نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث وسنت کی اہمیت اور مقام مرتبہ اور رائے و قیاس کے مقابلے میں اس کے مقدم ہونے کے ضمن میں نہ صرف یہ کہ ائمہ احناف سے واضح، صریح اور غیر مبہم تصریحات منقول ہیں، بلکہ ان کے اصول اجتہاد میں بھی اس بنیادی رجحان کی جھلک بے حد نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ اس خیال یا تاثر کی کوئی تائید ائمہ احناف کے اپنے موقف اور منہج اجتہاد سے نہیں ہوتی کہ وہ قابل اطمینان روایات کے مقابلے میں رائے اور قیاس کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں یا یہ کہ ان کے ہاں روایات کو نظر انداز کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس فقہی مسائل پر بحث کے دوران میں فقہائے احناف کے ہاں اس اصول کی تصریحات جا بجا ملتی ہیں کہ کسی مسئلے میں حدیث اور اثر کے ہوتے ہوئے رائے اور قیاس کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ مثال کے طور پر زندہ جانور کو ادھار فروخت کرنے کی بحث میں امام محمد لکھتے ہیں:

قد جاءت فی عدم جواز بیع الحیوان نسیئۃ آثار کثیرۃ لا یحتاج معها الی نظر وقیاس. ("الحجۃ علی اهل المدینۃ" ج۲،ص۳۸۱،۳۸۲)

"جانور کو ادھار فروخت کرنے کے عدم جواز سے متعلق بہت سی روایات منقول ہیں جن کے ہوتے ہوئے رائے اور قیاس کی ضرورت نہیں۔"

اسی طرح ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

والآثار فی ذلك أكثر من ان يحتاج فيها الى رای.

(نفس المصدر، ج ۳ ص ۴۰۱)

''اس مسئلے میں آثار اتنی کثرت سے مروی ہیں کہ رائے کی طرف رجوع کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔''

سرخسی نے اس ضمن میں احناف کے فقہی اصول کی وضاحت یوں کی ہے:

ان القياس لا يصلح معارضا للخبر الواحد عندنا ولهذا اخذنا بالخبر الواحد الموجب للوضوء عند القهقهة فی الصلاة وتركنا القياس به وابو حنيفة اخذ بخبر الواحد فی الوضوء بنبيذ التمر وترك القياس به

(اصول السرخسی، ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۴۵)

''ہمارے نزدیک قیاس خبر واحد کے معارض نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے ہم نے اس خبر واحد کو اختیار کیا ہے جو نماز میں قہقہہ لگانے پر وضو کو واجب کرتی ہے، جبکہ قیاس کو ترک کر دیا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ نے کھجور کی نبیذ سے وضو کرنے کے متعلق خبر واحد کو اختیار کیا ہے جبکہ قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔''

ائمہ احناف کے ہاں رائے اور قیاس کو احادیث و آثار کے مقابلے میں ترجیح حاصل ہونے کے مفروضے یا الزام کی تردید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ ان کی آرا میں جا بجا ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں وہ اپنے طے شدہ اصول کے مطابق کسی مسئلے میں رائے اور قیاس کو حدیث یا کسی صحابی کے فتوے کے پیش نظر ترک کرتے ہوئے اپنی رائے کی بنیاد ماثور روایات واقوال پر رکھتے ہیں اور اس بات کی باقاعدہ تصریح کرتے ہیں کہ ان کے فہم کے مطابق اس مسئلے میں قیاس کا تقاضا تو یہی تھا، لیکن انھوں نے حدیث یا کسی صحابی کے فتوے کے پیش نظر قیاس کو ترک کر دیا ہے اور حدیث پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی ہے۔

ذیل کی سطور میں فقہ حنفی کی امہات کتب سے اس نوعیت کی چند اہم مثالوں کی مدد سے احناف کے ہاں اس اصول کی اہمیت اور اس کے دائرۂ انطباق کی وسعت کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی:

۱۔امام ابوحنیفہ کی مسہور رائے ہے کہ نماز کی حالت میں ہنسنے سے نماز کے ساتھ ساتھ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔امام محمد نے اس ضمن میں امام صاحب کے ساتھ اپنا درج ذیل مکالمہ نقل کیا ہے۔

قلت: لم كان الضحك عندك هكذا والضحك والكلام فى القياس سواء ؟ قال: اجل ولكنى اخذت فى الضحك بالاثر الذى جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. (كتاب الاصل، ج١ ص١٦٦)

میں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک ہنسنے کا حکم یہ کیوں ہے، جبکہ قیاس کے اعتبار سے ہنسنے اور کلام کرنے کا حکم ایک ہونا چاہیے (یعنی جیسے نماز میں کلام کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اسی طرح ہنسنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے)۔امام صاحب نے کہا کہ ہاں لیکن میں نے ہنسنے کے معاملے میں اس حدیث کو اختیار کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

امام محمد نے بھی اس ضمن میں یہی استدلال پیش کیا ہے۔لکھتے ہیں:

لولا ما جاء من الآثار كان القياس على ما قال اهل المدينة و لكن لا قياس مع اثر وليس ينبغى الا ان ينقاد للآثار.

(الحجة على اهل المدينة، ج١ص٢٠٤)

''اگر روایات منقول نہ ہوتیں تو قیاس کا تقاضا وہی تھا جو اہل مدینہ کہتے ہیں، لیکن روایت کے ہوتے ہوئے قیاس کی کوئی حیثیت نہیں اور احادیث کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی مناسب طریقہ ہے۔''

۲۔روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لینے سے قضا کے واجب ہونے کے مسئلے میں لکھتے ہیں:

ان هذا لا ينبغى ان يوخذ بالراى للآثار التى جاءت مما لا يقدر على رده احد وقال ابو حنيفة: لولا ما جاء فى هذا من الآثار لأمرت بالقضاء

(نفس المصدر ا، ج ا ص ٣٩٢)

''اس معاملے میں قیاس پر عمل کرنا روا نہیں، کیونکہ ایسی روایات منقول ہیں جن کو کوئی بھی

شخص رد نہیں کر سکتا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر اس مسئلے سے متعلق احادیث مروی نہ ہوئیں تو میں (قیاس کی رو سے) روزہ قضا کرنے کو لازم قرار دیتا۔''

۳۔ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ تھی کہ اگر کپڑے پر منی لگ جائے تو خشک ہونے کے بعد اسے کھرچ کر صاف کر دینا کافی ہے، لیکن خون یا پاخانے وغیرہ کو رگڑ کر صاف کرنا کافی نہیں، بلکہ اسے دھونا ہوگا۔ امام محمد نے اس ضمن میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ اپنا مکالمہ یوں نقل کیا ہے:

قلت: فان اصاب الثوب دم او عذرة فحكها؟ قال: لا يجزيه ذلك، قلت: من اين اختلفا؟ قال: هما في القياس سواء غير انه جاء في المني اثر فاخذنا به. (کتاب الاصل، ج ۱، ص ۷۶)

میں نے پوچھا کہ اگر کپڑے کو خون یا پاخانہ لگ جائے اور آدمی اسے رگڑ کر صاف کر دے تو؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اس سے کپڑا پاک نہیں ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ منی اور خون وغیرہ کے حکم میں یہ فرق کیوں ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ قیاس کی رو سے تو ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے، لیکن منی کے متعلق ایک روایت آئی ہے، اس لیے ہم نے اس کو اختیار کیا ہے۔ (17)

۴۔ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اگر آدمی نماز کی حالت میں جان بوجھ کر وضو توڑ دے تو اسے نئے سرے سے نماز ادا کرنی ہوگی، جبکہ اگر بلا ارادہ واختیار ایسا ہو جائے تو وہ جتنی نماز پڑھ چکا ہو، اس کو شمار کرتے ہوئے وضو کرنے کے بعد باقی ماندہ نماز ادا کر لے۔ امام محمد اس ضمن میں لکھتے ہیں:

قلت: ولم يكون عليه في العمد أن يستقبل ولا يكون في ما سبقه ولم يملكه؟ قال: لان الاثر والسنة جاء في ما سبقه ان يتوضا ويبني على ما مضى.

''میں نے پوچھا کہ عمداً وضو توڑنے کی صورت میں اس پر کیوں لازم ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز ادا کرے جبکہ بلا اختیار وضو ٹوٹنے کی صورت میں ایسا کیوں ضروری نہیں؟

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ کیونکہ بلا اختیار وضوٹوٹ جانے کی صورت میں حدیث اور سنت وارد ہوئی ہے کہ وہ وضو کر کے باقی ماندہ نماز ادا کر لے۔''

۵۔ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اگر دو آدمی مل کر ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیں تو قصاص میں ان دونوں کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، بلکہ ان دونوں سے مشترکہ طور پر دیت وصول کی جائے گی۔ امام محمد اس ضمن میں احناف کے استدلال کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا يقطع يدان بيد واحدة وليس هذا كالنفس واذا اجتمع رجلان على قطع يد رجل عمداً كانت عليهما الدية في اموالهما وكذلك العين والرجلان ولولا الاثر والسنة لم يقتل اثنان بواحد فاخذنا في النفس بما جاء من الاثر والسنة واخذنا في ما دون النفس بالقياس

(کتاب الاصل، ج ۴ ص ۴۴۰)

ایک ہاتھ کے بدلے میں دو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ اس کا حکم انسانی جان سے مختلف ہے۔ اگر دو آدمی مل کر جان بوجھ کر ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیں تو اس کی دیت ان دونوں کے مال سے (مشترکہ طور پر) وصول کی جائے گی۔ یہی حکم دونوں آنکھوں اور دونوں پاؤں کا ہے۔ اگر حدیث اور سنت نہ ہوتو (قیاس کی رو سے) ایک آدمی کے بدلے میں دو آدمیوں کو بھی قتل نہیں کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم نے انسانی جان کے معاملے میں اس بات کو اختیار کیا ہے جو حدیث وسنت میں وارد ہوئی ہے، جبکہ جان سے کم تر (یعنی اعضاء) کے نقصان کی صورت میں قیاس پر عمل کیا ہے۔

۶۔ اعتدی (تم عدت گزارو) کے الفاظ سے واقع ہونے والی طلاق کے ضمن میں امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا:

القياس في قوله اعتدي ان يكون بائنا وانما اتبعنا الاثر وكذا قال ابويوسف: القياس ان يكون بائنا وانما تركنا القياس لحديث جابر رضي الله عنه. (الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۳ ص ۱۱۲)

''اعتدی کہنے سے قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ طلاق بائن واقع ہو، لیکن ہم حدیث کی اتباع

کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف نے بھی یہی کہا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ طلاق بائن واقع ہو، لیکن ہم نے قیاس کو جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث کی بنا پر چھوڑ دیا ہے۔''

۷۔ سرخسی نے نکاح کے ایجاب کے جواب میں نکاح کا لفظ بولے بغیر قبول کرنے سے نکاح کے منعقد ہو جانے کے ضمن میں امام ابو یوسف کی امالی سے ایک اقتباس ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

قال: انما ترکنا القیاس فی النکاح للسنة وهو ما حدثنی ابو اسحاق الشیبانی عن الحکم ان بلالا رضی الله عنه خطب الی قوم فأبوا ان یزوجوه فقال: لولا ان رسول الله امرنی ان اخطب الیکم ما فعلت فقالوا قد ملکت. (المبسوط، ج۵ص۹۸)

''نکاح کے مسئلے میں ہم نے قیاس کو سنت کی وجہ سے ترک کیا ہے۔ حکم نے نقل کیا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے ایک گھر والوں کو نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ بلال نے کہا کہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو نکاح کا پیغام دینے کے لیے نہ کہا ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ تم مالک ہو گئے ہو۔''

۸۔ ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ

وقد زعم یعقوب ان القیاس فی الجرح السائل والمستحاضة ان لا تتوضاء قال: ولکنا ترکنا القیاس للأثر.

(ابن المنذر، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف، ج۱ص۱۶۴)

''یعقوب (ابو یوسف) نے کہا کہ رستے ہوئے زخم اور استحاضہ کی صورت میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ وضو نہ کیا جائے لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے۔''

۹۔ خطیب بغدادی نے امام زفر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

انما ناخذ بالرای ما لم یجئ الاثر فاذا جاء الاثر ترکنا الرای

(الفقیه والمتفقه، ج۱ص۵۱۰)

''ہم رائے کو اس وقت اختیار کرتے ہیں جب اس معاملے میں کوئی اثر وارد نہ ہو۔ جب

اثر آجائے تو ہم رائے کو ترک کر دیتے ہیں۔''

بعد کے فقہائے احناف کے ہاں بھی اس اصول کے استعمال کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ چنانچہ دیکھیے:

۹۔ امام ابوبکر الجصاص ایسی مچھلی کے متعلق جو طبعی موت مر کر پانی کے اوپر تیرنے لگے، لکھتے ہیں:

هذا هو القياس فى السمك لما لم يحتج فى صحة ذكاته الى سفح الدم الا انا تركنا القياس للآثار التى ذكرنا ومن اصلنا تخصيص القياس بالآثار. (احکام القرآن، ج ۱ ص ۱۳۷)

''مچھلی کے بارے میں قیاس کا تقاضا یہی ہے (کہ وہ حلال سمجھی جائے، کیونکہ وہ ذبح ہونے کے لیے خون بہانے کی محتاج نہیں، تاہم اس قیاس کو ہم نے ان روایات کی بنیاد پر ترک کر دیا ہے جو ہم نے نقل کی ہیں اور ہمارا اصول یہ ہے کہ احادیث کی بنیاد پر قیاس کی تخصیص کر دی جاتی ہے۔''

امام سرخسی قے کے ناقض وضو ہونے کے مسئلے کے تحت لکھتے ہیں:

ان القياس أن القلس لا يكون حدثا .. ولكنا تركنا القياس عند ملء الفم بالآثار. (المبسوط، ج ۱ ص ۱۹۵)

''قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ قے سے نمونہ ٹوٹے، لیکن ہم نے منہ بھر کر تے آنے کی صورت میں روایات کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا ہے۔''

۱۱۔ غیر مسلموں کو زکوۃ دینے کے مسئلے کے تحت سرخسی نے لکھا ہے:

والقياس أن يجوز صرف الزكاة اليهم انما تركنا القياس فيه بالنص وهو قوله لمعاذ: خذها من اغنيائهم وردها فى فقرائهم.
(نفس المصدر، ج ۳ ص ۱۱۱)

''قیاس تو میں چاہتا ہے کہ غیر مسلموں کو زکوۃ دینا جائز ہو، لیکن ہم نے اس قیاس کو نص کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زکوۃ

مسلمانوں کے مال داروں سے لو اور انہی کے فقرا کو واپس لوٹا دو۔"

۱۲۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے رکن یمانی اور رکن حجر اسود کو چھونے کے بیان میں لکھتے ہیں:

القیاس ینفی استلام الرکن لان ذلك لیس من تعظیم البقعة کسائر المواضع من البیت ولکنا ترکنا القیاس فی الحجر بفعل رسول الله صلی الله علیه وسلم. (المبسوط، ج۴ص۵۶)

"قیاس تو کسی بھی کونے کو چھونے کی نفی کرتا ہے، کیونکہ ایسا کرنا اس جگہ کی تعظیم کا طریقہ ہیں، جیسا کہ بیت اللہ کے باقی سارے حصوں کو بھی نہیں چھوا جاتا لیکن حجر اسود کے بارے میں ہم نے اس قیاس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔"

۱۳۔ کسی عورت کی شرم گاہ کو شہوت کی حالت میں دیکھنے سے اس کی ماں اور بیٹی کے اس شخص پر حرام ہو جانے کی توجیہ سرخسی نے یوں کی ہے:

تثبت به الحرمة عندنا استحسانا وفی القیاس لا تثبت ...... ولکنا ترکنا القیاس بحدیث ام هانئ رضی الله عنها. (نفس المصدر ج۴، ص۲۳۱)

"یہ حرمت ہمارے نزدیک استحسانا ثابت ہوتی ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حرمت ثابت نہ ہو، لیکن ہم نے اس قیاس کو ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔"

۱۴۔ باپ کے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرنے کی صورت میں بلوغت کے بعد لڑکی کو نکاح رد کرنے کا اختیار حاصل نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی القیاس یثبت لها الخیار ولکنا نقول ترکنا القیاس للحدیث. (نفس المصدر ج۴، ص۲۳۶)

"قیاس کی رو سے لڑکی کو اختیار ملنا چاہیے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اس قیاس کو حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔"

۱۵۔ اگر ایک شخص اپنے اور ایک دوسرے شخص کے مشترکہ غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد

کر دے تو آزاد کنندہ کے مال دار ہونے کی صورت میں اس پر غلام کے باقی ماندہ حصے کی ادائیگی واجب ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والقياس فيه احد الشيئين: اما وجوب الضمان على المعتق موسرا كان او معسرا ...... او القياس الا يجب على المعتق ضمان بحال ...... ولكنا تركنا القياس للآثار. (المبسوط، ج۷، ص۱۰۹)

اس صورت میں قیاس کا مقتضا یا تو یہ ہے کہ آزاد کنندہ مال دار ہو یا تنگ دست، اس پر ضمان واجب ہو اور یا یہ کہ اس پر سرے سے کسی حال میں بھی ضمان واجب نہ ہو، لیکن ہم نے ان دونوں قیاسوں کو روایات کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔''

۱۶۔ کفار اگر مسلمانوں کا مال چھین کر لے جائیں اور پھر مسلمان جنگ کے بعد ان سے دوبارہ وہ مال غنیمت کے طور پر واپس حاصل کر لیں تو اس صورت میں اصل مالکوں کو اپنا مال بغیر معاوضے کے واپس لینے کا حق ہوگا یا نہیں؟ اس ضمن میں سرخسی لکھتے ہیں:

ان القياس الا يكون للمالك القديم حق الاخذ بعد زوال ملكه بتمام الاحراز ..... وانما تركنا القياس بالسنة.

(نفس المصدر، ج۱۰، ص۷۰، ۷۱)

''قیاس یہ ہے کہ پرانے مالک کو اس کا مال کفار کے قبضے میں چلے جانے کے بعد اس کی ملکیت ختم ہو جانے کی وجہ سے مال واپس لینے کا حق نہ ہو لیکن ہم نے سنت کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا ہے۔''

۱۷۔ جن معاملات کی اطلاع صرف خواتین کو ہو سکتی ہے، ان میں تنہا خاتون کی گواہی قبول کرنے کے مسئلے کے تحت سرخسی نے لکھا ہے:

ان الاصل ان لا شهادة للنساء فانهن ناقصات العقل والدين ...... فلا تكون شهادتهن على الانفراد حجة تامة لذلك ولكنا تركنا القياس في ما لا يطلع عليه الرجال بالاثر. (نفس المصدر، ج۱۶، ص۱۷۰)

''اصل تو یہی ہے کہ عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہ کیا جائے، کیونکہ وہ عقل اور دین کے لحاظ

ے ناقص ہیں، اس لیے تنہا عورتوں کی گواہی کو حجت نہیں ہونا چاہیے، تاہم جن امور کی اطلاع مردوں کو نہیں ہو سکتی، ان میں ہم نے حدیث کی بنا پر اس قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔

۱۸۔ دیت میں اونٹوں کی قیمت کو معیار قرار دینے کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ثم لا مدخل للبقر والغنم فی قیمة المتلفات اصلا فھی بمنزلة الدور والعبید والجواری وھکذا کان ینبغی أن لا تدخل الابل الا ان الآثار اشتھرت فیه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فترکنا القیاس بذلك فی الابل خاصة. (المبسوط، ج۲٦، ص۹٤)

''تلف شدہ چیزوں کی قیمت میں گایوں اور بکریوں کا اصلاً کوئی اعتبار نہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہیں جیسے گھر، غلام اور لونڈیاں۔ اسی طرح اونٹوں کا بھی اس معاملے میں کوئی اعتبار نہیں ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہرت کے ساتھ روایات منقول ہیں، چنانچہ ہم نے خاص اونٹوں کے معاملے میں اس قیاس کو ترک کر دیا ہے۔''

۱۹۔ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو اگر ہلاک کر دیا جائے تو اس کی دیت کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے سرخسی نے لکھا ہے:

ثم القیاس فی الجنین أحد شیئین: اما ان لا یجب فیه شیء لانه لم تعرف حیاته ... او القیاس ان یجب کمال الدیة ... ولکنا ترکنا القیاس بالسنة. (نفس المصدر، ج۲٦، ص۱۰۵، ۱۰٦)

''جنین کے معاملے میں قیاس کا تقاضا یا تو یہ ہے کہ اس میں کچھ بھی واجب نہ ہو کیونکہ اس کا زندہ ہونا یقینی نہیں اور یا یہ کہ اس میں پوری دیت واجب ہو، لیکن ہم نے سنت کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔''

۲۰۔ وراثت میں نانی کے حصہ دار ہونے کے مسئلے کے ضمن میں سرخسی نے لکھا ہے:

ان الادلاء بالانثی لا یکون سببا لاستحقاق فریضة المدلی به بحال کبنات الاخوات وبنات البنات الا انا ترکنا ھذا القیاس فی حق الجدات بالسنة. (المبسوط، ج۲۹، ص۱۸٤)

کسی عورت کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے اس عورت (کی غیر موجودگی میں) اس کے حصے کا مستحق قرار پانا کسی حال میں درست نہیں، جیسا کہ بہنوں کی بیٹیاں اور بیٹیوں کی بیٹیاں (ان کی غیر موجودگی میں ان کے حصے کی وارث نہیں بنتیں)، لیکن نانیوں کے معاملے میں ہم نے سنت کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے۔''

۲۱۔ کاسانی نے مکہ کی زمین کے خراجی ہونے کی بحث میں لکھا ہے:

وکان القیاس ان تکون مکة خراجیة لانها فتحت عنوة وقهرا وترکت علی اهلها ولم تقسم لکنا ترکنا القیاس بفعل النبی صلی الله علیه وسلم حیث لم یضع علیها الخراج. (بدائع الصنائع، ج۲، ص۵۸)

''قیاس کا مقتضا تو یہ تھا کہ مکہ کی زمین خراجی ہو، کیونکہ اسے جبراً فتح کیا گیا اور تقسیم کرنے کے بجائے اہل مکہ کے پاس ہی رہنے دیا گیا، لیکن ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا کیونکہ آپ نے مکہ کی زمین پر خراج عائد نہیں کیا۔''

۲۲۔ ایک جانور کی قربانی کے سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہونے کی وضاحت میں کاسانی لکھتے ہیں:

ان القیاس یابی جوازها عن اکثر من واحد لما ذکرنا ان القربة فی الذبح وانه فعل واحد لا یتجزا لکنا ترکنا القیاس بالخبر المقتضی للجواز عن سبعة مطلقا. (نفس المصدر، ج۵، ص۷۰)

''قیاس تو ایک سے زیادہ اشخاص کی طرف سے ایک جانور کی قربانی کی نفی کرتا ہے، کیونکہ (قربانی میں) تقرب جانور کو ذبح کرنے میں ہے اور جانور کو ایک ہی مرتبہ ذبح کیا جاتا ہے، جس میں حصہ داری نہیں ہو سکتی لیکن ہم نے اس قیاس کو اس حدیث کی بنا پر ترک کر دیا ہے جو سات آدمیوں کی طرف سے ایک جانور کی قربانی کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔''

آثار صحابہ کو قیاس پر ترجیح دینے کی مثالیں

رائے اور قیاس پر آثار کو ترجیح دینے کا یہ رجحان امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے ہاں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے حوالے سے نہیں، بلکہ صحابہ کے اقوال کے

حوالے سے بھی ملتا ہے۔ امام کرخی، اس ضمن میں امام ابو یوسف کے منہج کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کثیرا ما اری لابی یوسف فی اضعاف مسالة یقول: القیاس کذا الا انی ترکته للاثر وذلك الاثر قول الصحابی لا یعرف عن غیره من نظرائه خلافه، فهذا یدل من قوله دلالة بینة علی انه کان یری تقلید الصحابی اذا لم یعلم خلافه من اهل عصره اولی من القیاس.

(الفصول فی الاصول، ج۳، ص۳۶۱)

امام ابو یوسف کے ہاں میں کثرت سے ایسی مثالیں دیکھتا ہوں کہ وہ کسی مسئلے پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا، لیکن میں نے اسے اثر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور وہ اثر صحابی کا ایسا قول ہوتا ہے جس میں ان کے ہم مرتبہ صحابہ کا کوئی اختلاف معروف نہ ہو۔ امام ابو یوسف کا یہ قول واضح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر صحابی کے ہم عصر لوگوں میں سے کسی کا اس کی رائے سے اختلاف معلوم نہ ہو تو اس کی رائے کی اتباع، قیاس کے مقابلے میں زیادہ قابل ترجیح ہے۔"

اس ضمن میں قیاس کے مقابلے میں آثار کو ترجیح دینے کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ امام ابو حنیفہ کلی کیے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کو مکمل سمجھتے ہیں لیکن غسل کو مکمل نہیں سمجھتے اور اس طرح ادھورے غسل کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں۔ امام محمد نے اس حوالے سے امام صاحب کے ساتھ اپنا سوال و جواب ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

قال: اما ما کان فی الوضوء فصلاته تامة، وأما ما کان فی غسل الجنابة او طهر حیض فانه یتمضمض ویستنشق ویعید الصلاة، قلت: من این اختلفا؟ قال: هما فی القیاس سواء، الا انا ندع القیاس للاثر الذی جاء عن ابن عباس رضی الله عنهما. ("کتاب الاصل"، ج۱ ص۶۰)

"امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر وضو میں ایسا کیا تو آدمی کی (اس وضو سے پڑھی جانے والی)

نماز مکمل سمجھی جائے گی، لیکن اگر جنابت کے غسل میں یا حیض کے بعد کیے جانے والے غسل میں (کلی کیے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر نماز ادا کر لی) تو اسے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد نماز دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ وضو اور غسل کے حکم میں اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ قیاس کی رو سے تو ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے، لیکن ہم اس اثر کی وجہ سے جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، قیاس کو ترک کر دیتے ہیں۔"

۲۔ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے لیے آپس میں شراب اور خنزیر وغیرہ کی فروخت کے جواز کے حوالے سے امام محمد نے امام ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

فاما الخمر والخنزير فانى اجيز بيعها بين أهل الذمة لانها أموال اهل الذمة استحسن ذلك وادع القياس فيه من قبل الاثر الذى جاء فى نحو من ذلك عن عمر. (كتاب الاصل، ج۵، ص ۲۰۷)

"جہاں تک شراب اور خنزیر کا تعلق ہے تو میں اہل ذمہ کے لیے آپس میں ان چیزوں کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیتا ہوں کیونکہ یہ اہل ذمہ کے اموال ہیں۔ اس معاملے میں، میں استحسان سے کام لیتا ہوں اور قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ اس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہے۔"

۳۔ امام صاحب کی رائے یہ تھی کہ اگر امام اور مقتدی کے مابین دیوار دیوار حائل ہو تو مقتدی کی نماز درست ہوگی، لیکن اگر درمیان میں کوئی نہر یا گزرگاہ ہو تو نماز درست نہیں ہوگی۔ دوسری صورت میں نماز درست نہ ہونے کی وجہ انھوں نے یہ بیان کی ہے کہ:

لانه قد جاء الأثر فى ذلك انه من كان بينه وبين الامام نهر او طريق فليس معه. (نفس المصدر، ج۱، ص ۱۸۹، ۱۹۰)

"کیونکہ اس معاملے میں اثر وارد ہوا ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے مابین نہر یا گزرگاہ ہو تو وہ امام کے ساتھ شمار نہیں ہوگا۔"

۴۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر امام یا اس کا مقرر کردہ حاکم کسی شخص کو چوری کرتے

یا شراب پیتے یا زنا کرتے دیکھے تو اس کے لیے روا نہیں کہ وہ اس پر اپنے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر حد قائم کرے، جب تک کہ اس کے پاس یہ بات گواہوں کی گواہی سے ثابت نہ ہو جائے۔

وهذا استحسان لما بلغنا في ذلك من الاثر، فاما القياس فانه يمضي ذلك عليه ولكن بلغنا نحو من ذلك عن ابي بكر و عمر رضي الله عنهما.

(ابو يوسف، "كتاب الخراج" ص ١٧٨)

"یہ رائے استحسان پر مبنی ہے، کیونکہ اس معاملے میں روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ حاکم اپنے مشاہدے کی بنیاد پر سزا نافذ کردے، لیکن ہمیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ سے وہی رائے پہنچی ہے (جو ذکر کی گئی)۔"

۵۔ حالت احرام میں کسی شخص کے کسی دوسرے شخص کو شکار کی طرف راہنمائی کرنے پر جزا کے واجب ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے سرخسی لکھتے ہیں:

وفي القياس لا جزاء على الدال لان الجزاء واجب بقتل الصيد ...... والدلالة ليست في معنى القتل ...... الا انا تركنا القياس باتفاق الصحابة.

(سرخسي، "المبسوط"، ج٤ ص٨٩)

"قیاس کی رو سے تو راہ نمائی کرنے والے پر جزا لازم نہیں، کیونکہ جزا شکار کو قتل کرنے سے واجب ہوتی ہے جبکہ راہ نمائی کرنے میں قتل کرنے کا معنی نہیں پایا جاتا، لیکن ہم نے صحابہ کے اتفاق کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔"

۶۔ جو شخص پیدل چل کر بیت اللہ جانے کی منت مانے اور پھر اسے پورا نہ کر سکے، اس پر حج یا عمرہ لازم ہونے کے ضمن میں استدلال کرتے ہوئے سرخسی نے لکھا ہے:

وفي القياس لا شئ عليه ولكنا تركنا القياس بحديث علي رضي الله عنه. (نفس المصدر، ج٤، ص١٤٤)

"از روئے قیاس ایسے شخص پر کچھ بھی لازم نہیں لیکن ہم نے علی رضی اللہ عنہ کے اثر کی بنا پر اس قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔"

۷۔ میاں بیوی کے اکٹھے مرتد ہو جانے سے ان کے نکاح کے نہ ٹوٹنے کے ضمن میں سرخسی نے یوں استدلال کیا ہے:

وفي القياس تقع الفرقة بينهما ... ولكنا تركنا القياس لاتفاق الصحابة فان بني حنيفة ارتدوا بمنع الزكاة فاستتابهم ابوبكر رضي الله تعالى عنه ولم يأمرهم بتجديد الأنكحة. ("المبسوط"، ج٥، ص٤٨)

"قیاس یہ چاہتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو جائے، لیکن ہم نے صحابہ کے اتفاق کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے، کیونکہ بنو حنیفہ مرتد ہو گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے توبہ کے لیے کہا، لیکن انھیں نکاحوں کی تجدید کرنے کا حکم نہیں دیا۔"

۸۔ شوہر کی طرف سے بیوی کو علیحدگی کا اختیار ملنے کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واذا قال لا مراته اختاري فاختارت نفسها في القياس لا يقع عليها شيء وان نوى الطلاق ...... ولكنا تركنا القياس لآثار الصحابة.

(نفس المصدر، ج٦، ص ٢٤٧)

اگر آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تم اپنے متعلق فیصلہ کر لو اور وہ علیحدگی کا فیصلہ کر لے تو قیاس کی رو سے بیوی پر کچھ بھی واقع نہیں ہوگا، چاہے شوہر نے (یہ الفاظ کہتے ہوئے) طلاق کی نیت کی ہو لیکن ہم نے صحابہ کے آثار کی بنیاد پر قیاس کو ترک کر دیا ہے۔"

۹۔ اسی مسئلے کے ایک اور پہلو کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم كان القياس ان لا يبطل خيارها بالقيام عن المجلس لان التخيير من الزوج مطلق والمطلق في ما يحتمل التابيد متابد ولكنا تركنا هذا القياس لآثار الصحابة رضي الله عنهم. (نفس المصدر، ج٦، ص ٢٤٧)

"پھر قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ عورت کے اس مجلس سے اٹھ جانے سے اس کا اختیار باطل نہ ہو، کیونکہ شوہر نے اس کو اختیار مطلق طور پر دیا ہے اور جہاں اختیار کو دوام پر محمول کرنا ممکن ہو، وہاں مطلق دوام پر محمول ہوتا ہے لیکن ہم نے اس قیاس کو صحابہ کے آثار کی وجہ سے ترک

کردیا ہے۔"

۱۰۔ اگر کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ تم اپنے باپ کے نہیں ہو تو اس پر قذف کی حد واجب ہونے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی القیاس لا حد علیه لانه یجوز ان لا یکون ثابت النسب من ابیه من غیر ان تکون الام زانیة بان کانت موطوءة بشبهة ولدت فی عدة الوطئ ولکنا ترکنا هذا القیاس لحدیث بن مسعود رضی الله عنه حیث قال: لا حد الا فی قذف محصنة او نفی رجل عن أبیه.

("المبسوط" ج۹، ص۱۴۱)

"قیاس کی رو سے اس پر حد لازم نہیں، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس کی ماں کو زانیہ قرار دیے بغیر اس کا نسب اپنے باپ سے ثابت نہ ہو، مثلاً اس کی ماں سے شبہے سے جماع کر لیا گیا ہو اور اس نے عدت کے اندر اس بچے کو جنم دیا ہو تاہم اس قیاس کو ہم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وجہ سے ترک کر دیا ہے کہ پاک دامن عورت پر تہمت لگانے یا کسی کے باپ سے اس کے نسب کی نفی کرنے پر حد لگے گی۔"

۱۱۔ اگر کوئی شخص کسی کے بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر واپس لے آئے تو اسے اس کی اجرت ادا کرنے کے متعلق سرخسی لکھتے ہیں:

وفی القیاس لا جعل له ...... لانه تبرع بمنافعه فی رده علی مولاه ......ولکنا ترکنا هذا القیاس لاتفاق الصحابة رضی الله عنهم.

(نفس المصدر، ج۱۱، ص۱۸)

"قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اجرت کا حق دار نہ ہو، کیونکہ اس نے غلام کو مالک کے پاس واپس لانے کے لیے اپنی خدمات از خود پیش کی ہیں، لیکن ہم نے صحابہ کے اتفاق کی وجہ سے اس قیاس کو اختیار نہیں کیا۔"

۱۲۔ اگر کوئی شخص اس شرط پر کسی سے کپڑا خریدے کہ اگر اس نے تین دن تک قیمت ادا نہ کی تو یہ سودا کالعدم سمجھا جائے گا تو امام زفر کی رائے میں ایسی بیع فاسد ہے۔ سرخسی لکھتے ہیں:

البیع فاسد فی القیاس ...... ولکن ترکنا ھذا القیاس لحدیث ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما فانه باشر البیع بھذا الشرط وقول الواحد من فقھاء الصحابة رضوان اللہ تعالی علیھم مقدم علی القیاس عندنا.

(المبسوط، ج۱۳، ص۲۱)

”قیاس کی رو سے یہ بیع فاسد ہے لیکن ہم نے اس قیاس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے، کیونکہ انھوں نے یہ شرط شرط لگا کر سودا کیا تھا۔ ہمارے نزدیک فقہائے صحابہ میں سے کسی ایک کا فتویٰ بھی قیاس پر مقدم ہے۔“

۱۳۔ بائع اور مشتری کا مبیع کی قیمت کے متعلق اختلاف ہو جائے تو دونوں کو حلف اٹھا کر بیع ختم کرنے کا حق دیا جاتا ہے۔ سرخسی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

وفی القیاس القول قول المشتری ...... ولکن ترکنا القیاس بالسنة. (نفس المصدر، ج۱۳، ص۳۵)

”قیاس کی رو سے اس صورت میں خریدار کی بات کا اعتبار ہونا چاہیے، لیکن ہم نے سنت کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔“

۱۴۔ کئی افراد مل کر ایک شخص کو قتل کر دیں تو ان سب پر قصاص لازم ہونے کے مسئلے کے تحت لکھتے ہیں:

القیاس فی النفس ھکذا ان لا یستوفی المثنی بالواحد ...... ولکنا ترکنا القیاس فی النفس لحدیث عمر رضی اللہ عنه انه قتل سبعة من أھل صنعاء بواحد. (نفس المصدر، ج۱۸، ص۱۲۷)

”جان کے معاملے میں بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ ایک کے بدلے میں دو آدمیوں سے قصاص نہ لیا جائے، لیکن ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا ہے کہ انھوں صنعاء کے سات آدمیوں کو ایک آدمی کے قصاص میں قتل کر دیا۔“

۱۵۔ لڑکی کی پرورش کے ضمن میں ماں کے حق کے مسئلے میں کاسانی لکھتے ہیں:

ان القیاس ان تتوقت الحضانة بالبلوغ فی الغلام والجاریة جمیعا

...... الا انا ترکنا القیاس فی الغلام باجماع الصحابة رضی الله عنهم.

(بدائع الصنائع، ج٤ ص٤٢)

''قیاس تو یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی، دونوں کی پرورش کی مدت ان کے بالغ ہونے کو ٹھہرایا جائے، لیکن ہم نے لڑکے کے معاملے میں اس قیاس کو صحابہ کے اجماع کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔''

اعتراض نمبر۳:

امام ابوحنیفہ بادشاہ وقت کے خلاف خروج کو جائز کہتے تھے۔

عبداللہ بن احمد نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کتاب السنہ کے مختلف مقامات پر مختلف علماء کے اقوال جمع کئے ہیں جن میں سے بعض مقامات یہ ہیں:

رقم نمبر ۲۳۳، ۲۳۴، ۳۴۹، ۲۴۲، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۶۳، ۲۵۰، ۳۸۲، ۳۸۳ وغیرہ ہماری معلومات کے مطابق یہ 15 مقامات ہیں۔ اوران سب میں یہ بات موجود ہے۔ ہم ان سب کا اکٹھا جواب عرض کرتے ہیں اور نمونہ کے طور پر صرف ایک قول کو نقل کریں گے۔

امام ابویوسفؒ کا قول:

۲۳٤: حدثنی أبو الفضل الخراسانی، ثنا الحسن بن موسی الأشیب قال سمعت أبا یوسف یقول: کان أبو حنیفة یری السیف، قلت: فانت؟ قال: معاذ الله. (کتاب السنہ: ج۱، ص۲۸۲، رقم ۲۳۴)

ترجمہ:... حسن بن موسی الاشیب کہتے ہیں کہ میں نے امام ابویوسف کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ بادشاہ وقت کے خلاف خروج کا عقیدہ رکھتے تھے۔ میں نے پوچھا آپ تو کہنے لگے معاذ اللہ۔

جواب:

یہ اعتراض مولانا زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی کیا تھا اور اس کا جواب مولانا ظہور احمد الحسینی نے دیا ہے وہ اعتراض مع جواب کے ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ پر مسلمانوں کے خلاف تلوار چلانے کا الزام اوراس کی حقیقت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں: قاضی ابویوسف نے کہا: كان ابو حنيفة برى السيف ابو حنيفة مسلمانوں میں ایک دوسرے کو مارنے کے لیے تلوار چلانے کے قائل تھے۔(یعنی حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت کو جائز سمجھتے تھے) حسن بن موسیٰ الاشیب نے کہا کہ میں نے ابویوسف سے پوچھا کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ۔(کتاب السنہ لعبداللہ بن احمد ۲۳۴ وسندہ صحیح)(الحدیث (ش ۱۹، ص ۵۴)

جواب:

ذیل میں اس قول کی حقیقت ملاحظہ کریں:

کتاب السنۃ (المنسوب الی عبداللہ بن احمد) کے صرف ایک نسخہ (نسخة محمد بن سعيد القحطاني) میں امام ابوحنیفہ کے خلاف اس طرح کی روایات ہیں، اس کتاب کے باقی تمام نسخے اس طرح کی بیہودہ روایات سے خالی ہیں۔

(حاشيه كتاب السنة (ص ٦١ ج ١) للشيخ مصطفى امين)

لہٰذا علی زئی کی یہ ذمہ داری بنتی تھی کہ پہلے اس نسخہ کا صحیح ہونا ثابت کرتے پھر اس کی مذکورہ روایت کو استدلال میں پیش کرتے۔

ثانیاً: یہ قول بلحاظ سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابویوسف سے اس قول کا ناقل حسن بن موسیٰ بن الاشیب متکلم فیہ ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن علی بن مدینی (جن کا ثقہ ہونا بحوالہ مولانا ارشادالحق اثری غیر مقلد نقل ہو چکا ہے) نے اپنے والد امام علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳) تاریخ بغداد (ج ۷، ص ۴۴۰)

حافظ ذہبی نے اس کو "الضعفاء" میں ذکر کر کے اس کے بارے میں تصریح کی ہے کہ

واشار ابن المديني الى لين فيه (المغنى فى الضعفاء (ج ۱ ص ۲۵۸)

امام ابن المدینی نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام یحییٰ بن معین اس کو خبیث اللسان (بری زبان والا) قرار دیتے ہیں، اور اس کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ

کان یقع فی اصحاب الرائی (تاریخ بغداد (ج ۷ ص ۴۳۹)

یہ اصحاب رائے (فقہائے احناف) کے بارے میں بکواس کیا کرتا تھا۔

لہٰذا احناف کے خلاف اس کی روایت کالعدم ہے۔

نیز اس کا شاگرد ابوالفضل الخراسانی بھی غیر متعین ہے کہ یہ کون شخصیت ہیں، ثقہ ہیں یا نہیں؟

اسی طرح اس کتاب کے مؤلف امام عبداللہ بن احمد (بشرطیکہ اس کتاب کی نسبت ان کی طرف صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب) ایک بدعتی فرقہ مجسمہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے بندوں کی ہی مثل ہے مثلاً جلوس، قعود، حرکت اور ثقل وغیرہ ثابت کرتا ہے، سے تعلق رکھتے ہیں۔

موصوف اگرچہ ایک بلند پایہ حافظ الحدیث ہے، اور امام احمد بن حنبل جیسے امام اہل سنت کے صاحبزادے ہیں لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے حافظ عثمان بن سعید الدارمی (۱) حافظ عثمان بن سعید الدارمی ایک مشہور حافظ الحدیث ہیں لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے مثل بندوں کے صفات ثابت کرنے میں (جو کہ فرقہ مجسمہ کا مذہب ہے) غلو رکھتے ہیں۔ علامہ زاہد الکوثری نے ان کا خوب تعاقب کیا ہے، شیخ ناصر الدین البانی نے باوجود ایک متعصب غیر مقلد ہونے کے علامہ کوثری کے اس تعاقب کو درست قرار دیا ہے اور حافظ دارمی کے نظریہ کو غلط ثابت کیا ہے، چنانچہ البانی لکھتے ہیں: اقول

لاشك فی حفظ الدارمی وامامته فی السنة، ولكن يبدو من كتابه الرد علی المريسی انه مغال فی الاثبات فقد ذكر فيه ماعزاه الكوثری اليه من القعود والحركة والنقل ونحوه، وذلك مما لم يرد به حديث صحيح، وصفاته تعالی توفيقية فلا تثبت له صفة، بطريق اللزوم مثلاً، كان يقال: يلزم من ثبوت مجيئه تعالی و نزوله ثبوت الحركة، فان هذا ان صح بالنسبة للمخلوق، فالله ليس كمثله شی (حاشية التكميل (ج۱ ص ۳۴۹) ہم

(البانی) کہتا ہوں کہ دارمی کے حفظ اور سنت میں امام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کی کتاب "الرَّدُّ عَلَى الْمَرِيسِي" سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (اللہ کے لیے مثل بندوں کے) صفات ثابت کرنے میں غلو رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی اس کتاب میں واقعی وہ چیزیں ذکر کی ہیں جو (علامہ) کوثری نے ان کی طرف "قعود، حرکت اور ثقل وغیرہ منسوب کی ہیں، حالانکہ اس نظریہ کی تائید میں ایک بھی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی، اللہ کی صفات توفیقیہ ہیں اور اللہ کے لیے کوئی بھی صفت بطریق لزوم ثابت نہیں ہوسکتی مثلاً اللہ کی مجیئة اور نزول سے حرکت کا ثبوت نہیں ہوسکتا، یہ اگرچہ مخلوق کی نسبت تو ٹھیک ہے لیکن اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔) وغیرہ جیسے مجسمہ کے زیر اثر اس بدعتی فرقہ کو اختیار کرلیا، اور اپنے والد کی وفات کے بعد یہ کتاب (کتاب السنہ) لکھ کر سنت کے نام پر بدعات کو پھیلایا۔ انا اللہ

چنانچہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ﴿الرحمن علی العرش استوی﴾ کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ

وهل يكون الاستواء الا بالجلوس.

(کتاب السنۃ (ص ۹) طبع دار البصیرۃ الاسکندریہ، مصر)

استواء صرف جلوس (بیٹھنے) کے ساتھ ہی تو ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالی بیٹھتے بھی ہیں۔ **اَلْعِیاذُ باللہ**

اسی طرح انہوں نے ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کی تفسیر ایک ضعیف حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

انه ليقعد جل وعز فما يفضل منه الاقيدار بع اصابع، وان له اطيطًا كأطيط الرحل اذا ركب. (کتاب السنۃ (ص ۱۵۰)

"اللہ تعالیٰ اس کرسی پر بیٹھتے ہیں تو یہ کرسی آپ سے صرف چار انگلیوں کی مقدار میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور اللہ کے بیٹھتے وقت اس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کجاوے پر بیٹھا جائے تو اس سے جو آواز پیدا ہوتی ہے"۔

اس طرح انہوں نے اس میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ

ان الرحمن ليثقل على حملة العرش من اول النهار اذا قام المشركون حتى اذا قام المسبحون حفف عن حملة العرش. (کتاب السنۃ ص ۲۴۷)

''بے شک رحمان (اللہ تعالیٰ) عرش کے فرشتوں پر دن کے شروع میں ثقیل (بھاری) ہو جاتے ہیں جب مشرکین (اپنے معبودوں کی عبادت کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب تسبیح پڑھنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ عرش کے فرشتوں کے لیے (خفیف) ہلکے ہو جاتے ہیں''۔

اس کتاب میں اس طرح کے اور بھی کئی باطل نظریات ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام زاہد الکوثری کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے اس کتاب کے عیوب کی خوب قلعی کھولی ہے۔

(دیکھئے مقالات الکوثری (ص ۲۴۵ تا ۲۵۰)

علاوہ ازیں عبداللہ بن احمد، امام اعظم کے بارے میں بہت زیادہ تعصب اور عناد رکھتے ہیں، اور اس کتاب میں انہوں نے آپ کے خلاف انتہائی بے بنیاد اور لچر قسم کی باتیں منسوب کی ہیں یہاں تک کہ آپ پر یہ بھی الزام لگایا کہ آپ خشکی کے خنزیر کو کھانا جائز سمجھتے تھے۔ (کتاب السنۃ (ص ۸۱) اناللہ

حافظ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) ایسے دشمنان امام اعظم کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما ان ابا حنيفة وان كان الناس خالفوه فى اشياء وانكروها عليه فلا يستريب احد فى فقهه وفهمه وعلمه وقد نقلوا عنه اشياء يقصدون شناعة عليه وهى كذب عليه قطعا مثل مسئلة الخنزير البرى ونحوها.

(منہاج السنۃ (ج ۱ ص ۲۵۹)

''جس طرح امام ابوحنیفہ ہیں کہ اگرچہ بعض لوگوں نے کئی چیزوں میں آپ کی مخالفت کی ہے، اور آپ کی کئی چیزوں کا انکار کیا ہے، لیکن کوئی شخص بھی آپ کی فقاہت، سمجھداری اور آپ کے علم کا انکار نہیں کر سکتا، بعض لوگوں نے آپ سے کئی ایسی چیز میں نقل کی ہیں جس سے ان کا مقصد آپ پر برائی تھوپنا ہے حالانکہ وہ باتیں آپ پر محض جھوٹ ہیں۔ مثلاً خشکی

کے خنزیر کے حلال ہونے کا مسئلہ) اور دیگر اس طرح کے مسائل"۔

خود علی زئی نے بھی امام صاحب کی طرف خنزیر بری کے حلال ہونے کی نسبت کو غلط قرار دیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ

کیونکہ یہ مروی ہے کہ وہ خنزیر بری کو حرام سمجھتے تھے بلکہ خنزی، بحری (ڈولفن مچھلی) بھی ان کے نزدیک بقول دمیری (متوفی ۸۰۸ھ) حرام ہے۔(نصر الباری (ص ۱۹۹)

اس ساری تفصیل سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام احمد کے بیٹے عبد اللہ ایک بدعتی فرقے مجسمہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور امام صاحب کے بارے میں اس قدر عناد رکھتے ہیں کہ آپ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

جس قول کی سند اس قدر خرابیوں اور عیوب کا خزانہ ہو اس کو صحیح کہنا علی زئی جیسے لوگوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ جن کا مقصد محض امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کو بدنام کرنا ہے۔

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی
زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے

ثانیا:...اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی باور کرلیں تو اس قول "کان ابو حنیفة یری السیف" (امام ابوحنیفہ تلوار چلانے کو جائز سمجھتے تھے) کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امام صاحب مسلمانوں پر تلوار چلانا جائز سمجھتے تھے۔ جیسا کہ علی زئی نے بوجہ جہالت و تعصب اس کا یہ غلط مطلب بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ظالم اور جابر حکمرانوں کے ظلم اور ان کی زیادتیوں سے چھٹکارا دلانے کے لیے ایسے حکمرانوں کے خلاف خروج اور اعلائے کلمۃ اللہ کو جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب بنی امیہ اور بنی عباسی کے بعض ظالم حکمرانوں نے اپنی رعایا خصوصاً اہل بیت (خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور علویوں (خاندان حضرت علی المرتضیٰ) پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو آپ نے ان کے خلاف خروج کو جائز سمجھا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

یہاں تک تو درست ہے کہ حضرت امام (ابوحنیفہ) کو ایک اموی خلیفہ کے خلاف زید بن

علی کے خروج، یا منصور عباس کے عہد میں بعض علویوں کے خروج سے دلی ہمدردی تھی لیکن اس سلسلے کے سارے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی زیادہ وجہ امویوں او عباسیوں کے وہ لرزہ خیز مظالم تھے جو بیچارے علویوں پر توڑے جا رہے تھے۔

(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۲۹۸)

شیخ عبدالرحمان معلمی غیر مقلد لکھتے ہیں:

کان ابو حنیفة یستحب اویوجب الخروج علی خلفاء بنی العباس لما ظهر منهم الظلم (التنکیل ج ۱ ص ۹۳)

امام ابوحنیفہ بنی عباس کے خلفاء کے خلاف خروج مستحب یا واجب اس لیے کہتے تھے کیونکہ ان سے ظلم ظاہر ہوا تھا۔

نیز شیخ موصوف نے جابر حکمرانوں کے خلاف خروج کو ایک ''مجتہد فیہ'' مسئلہ قرار دیا ہے اور محققین کا اس سلسلے یہ مذہب نقل کیا ہے کہ اگر اس خروج سے ظالم حکمرانوں کے ظلم سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو پھر خروج جائز ہے۔ (ایضاً، ج ۱ ص ۹۵)

اور پھر اس مسئلہ میں امام صاحب ہی صرف منفرد نہیں ہیں بلکہ دیگر کئی نامور محدثین کا بھی یہی موقف ہے، چنانچہ خلیفہ منصور کے خلاف جب ابراہیم علوی نے خروج کیا تھا تو متعدد فقہا اور محدثین نے نہ صرف اس خروج کو جائز کہا تھا بلکہ اس خروج میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔

چنانچہ امام محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) نے ابراہیم علوی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وخرج معه عیسی بن یونس ومعاذ بن معاذ وعباد بن العوام، واسحق بن یوسف الأزرق، ومعاویة بن هشیم بن بشیر وجماعة کبیرة من الفقهاء و اهل العلم. (الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۴۰، ۴۴۱)

ابراہیم علوی کے ساتھ عیسیٰ بن یونس، معاذ بن معاذ، عباد بن عوام، اسحاق بن یوسف از رق، معاویہ بن ہشیم بن بشیر اور فقہاء واہل علم کی ایک بڑی جماعت نے بھی خروج کیا تھا۔

حافظ ذہبی بھی بحوالہ مورخ امام خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰ھ) لکھتے ہیں:

خرج مع ابراهیم هشیم وابو خالد الاحمر، وعیسی بن یونس وعباد بن

العوام ویزید بن هارون و کان ابو حنیفة یجاهر فی امره ویأمر بالخروج.
(العبر، ج۱ص۱۵۵)

''ابراہیم علوی کے ساتھ (محدثین میں سے) ہشیم، ابوخالد الاحمر عیسیٰ بن یونس اور یزید بن ہارون نے خروج کیا تھا، امام ابوحنیفہ بھی کھل کر اس کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو اس کے ساتھ خروج کا حکم فرماتے تھے''۔

لہٰذا اب اگر ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کی حمایت کرنے کی وجہ سے امام صاحب کے خلاف طعن و تشنیع کی جائے گی تو پھر ان فقہاء اور محدثین کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ جنہوں نے نہ صرف اس خروج کی حمایت کی بلکہ اس میں باقاعدہ شرکت بھی فرمائی؟

نیز اس سے پہلے صحابہ کرام اور دیگر سلف صالحین، ظالم حکمرانوں کے خلاف جو خروج بھی کرتے رہے ہیں ان کے خلاف کیا حکم صادر کیا جائے گا؟

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکی (م ۴۶۳ھ) ظالم حکمرانوں کے خلاف سلف صالحین کے خروج کے بارے میں لکھتے ہیں:

وبهذا خرج ابن الزبير والحسين على يزيد، وخرج اهل العراق وعلمائهم على الحجاج، ولهذا خرج اهل المدينة بنى امية عنهم وقاموا عليهم، فكانت الحرة. (الاستذکار، ج۵ص۱۶)

حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین نے یزید کے خلاف اور عراق کے اہل خیر واہل علم نے حجاج کے خلاف خروج کیا، اسی طرح اہل مدینہ نے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا، اور حرہ کا واقعہ پیش آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بھی حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے والوں کی دو اقسام بیان کی ہیں، ایک وہ جو دین کی خاطر ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے خروج کا مقصد محض اقتدار کا حصول اور دنیاوی مفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ موصوف پہلی قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:

قسم خرجوا غضبا للدين من اجل جور الولاة و ترك عملهم بالسنة

النبوية فهؤلاء اهل حق و منهم الحسين بن علی و اهل المدينة فی الحرة والقراء الذين خرجوا علی الحجاج. (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۵۳)

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو دین کی خاطر اور حکمرانوں کے ظلم اور ان کے سنت نبویہ کو ترک کرنے کی وجہ سے ان کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور یہ اہل حق کی قسم ہے۔ اس قسم سے تعلق رکھنے والوں میں سے حضرت حسین بن علی، اہل مدینہ جو واقعہ حرہ میں شریک تھے، اور وہ قراء جنہوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا، بھی ہیں۔

باقی امام ابو یوسف نے سائل کے جواب میں اس خروج پر جو معاذ اللہ کا (بشرط صحت روایت) تو وہ بھی انہوں نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق کہا، کیونکہ ان کے زمانہ میں خلیفہ ہارون الرشید کا دور خلافت تھا اور ان کے دور میں عدل و انصاف غالب تھا اس لیے ان کے خلاف خروج کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔ بخلاف امام صاحب کے دور میں کہ اس وقت جو ظلم برپا تھا اس کی تصدیق خود علمائے غیر مقلدین نے بھی کی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا دونوں کا موقف اپنی اپنی جگہ درست ہے۔

قارئین! یہ تھی اس روایت کی اصل حقیقت جس کو علی زئی نے کیا سے کیا بنا دیا۔ گویا

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اور پھر امام اعظم کے اس مسئلہ میں مؤقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابراہیم علوی کی حمایت کرنے کی پاداش میں خلیفہ منصور کے ہاتھوں زہر دیئے جانے سے آپ کی جو موت واقع ہوئی اس کو اہل علم نے شہادت کی موت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

وقد روی ان المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا رحمه الله لقيامه مع ابراهيم. (العبر، ج ۱ص ۱۶۴)

''مروی ہے کہ منصور نے آپ کو (اس کے خلاف) ابراہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے زہر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ رحمہ اللہ''

نیز فرماتے ہیں:

وبلغنا ان المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا. رحمه الله

''ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا جس کے اثر سے آپ شہادت کی موت پا گئے''۔

حافظ ذہبی نے امام اعظم کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وقيل، ان المنصور سقاه السم لقيامه مع ابراهيم، فعلى هذا يكون قد حصل الشهادة وفاز بالسعادة.

کہا گیا ہے کہ منصور نے امام صاحب کو زہر دیا تھا۔ اس طرح آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور آپ مقام سعادت سے سرفراز ہوئے۔

علی زئی وغیرہ غیر مقلدین کا امام عالی مقام کے اس اقدام پر تنقید کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ناصبی (دشمنان اہل بیت) حضرت حسین کے یزید کے خلاف اقدامِ جہاد کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ ان شاء اللہ۔

اعتراض نمبر۴:

امام ابوحنیفہ خلق قرآن کے قائل تھے

عبداللہ بن احمد نے کتاب السنہ میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ امام ابوحنیفہ قرآن کو مخلوق کہتے تھے کئی اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے بعض کو ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں

عبداللہ بن احمد نے صرف وہ اقوال نقل کئے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول مروی ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور ایسے اقوال جن میں یہ موجود تھا کہ قرآن مخلوق نہیں ہے ان کا ذکر نہیں کیا۔

قول نمبر۱:

۲۳۶:... حدثني إسحاق بن عبد الرحمن عن حسن بن أبي مالك عن أبي يوسف قال: أول من قال: القرآن مخلوق أبو حنيفة.

ترجمہ:... حسن بن ابی مالک امام ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ ابوحنیفہ ہیں۔

(کتاب السنہ، ج ۱ ص ۱۸۳، کتاب المجروحین ابن حبان، ج ۲، ص ۴۰۶)

قول نمبر ۲:

۲۴۱:... حدثني إسحاق بن أبي يعقوب الطوسي، حدثنا أحمد بن عبد الله / بن يونس عن سليم المقرىء، عن سفيان الثوري قال: سمعت حماداً يقول: ألا تعجب من أبي حنيفة؟ يقول: القرآن مخلوق قل له يا كافر يا زنديق.

ترجمہ:... سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے حماد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا آپ کو ابوحنیفہ پر تعجب نہیں ہے جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس کو کہو اے کافر! اے زندیق!

(کتاب السنہ، ج ۱، ص ۱۸۴، ۱۸۵)

قول نمبر ۳:

۲۳۹:... حدثني عبد الله بن عون بن الخراز أبو محمد - وكان ثقة - ثنا شيخ من أهل الكوفة، قيل لعبد الله بن عون: هو أبو الجهم فكأنه أقر أنه قال: سمعت سفيان الثوري يقول: قال لي حماد بن أبي سليمان إذ (هب) إلى الكافر يعني أبا حنيفة فقل له: إن كنت تقول أن القرآن مخلوق فلا تقربنا. (کتاب السنہ، ج ۱ ص ۱۸۴)

ترجمہ:... سفیان ثوری کہتے ہیں کہ مجھے حماد بن ابی سلیمان نے کہا جاؤ اس کافر یعنی ابوحنیفہ کے پاس اور اس سے کہو کہ اگر تو خلق قرآن کا قائل ہے تو ہمارے قریب مت آنا۔

قول نمبر ۴:

۲۳۵:... حدثني أبو موسى الانصاري، سمعت اسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة يقول: هو دينه ودين آبائه يعني القرآن مخلوق.

(کتاب السنہ، ج ۱ ص ۱۸۲)

ترجمہ:...ابو موسیٰ الانصاری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ (کہ قرآن مخلوق ہے) میرا اور میرے باپ دادوں کا دین ہے۔

قول نمبر ۵:

۴۰۶:... حدثني إسحاق بن إبراهيم ابن عم احمد بن منيع، اخبرني غير واحد منهم أبو عثمان سعيد بن صبيح أخبرني أبو عمرو الشيباني قال لما ولي اسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة القضاء قال مضيت حتى دخلت عليه فقلت بلغني أنك تقول القرآن كلام الله وهو مخلوق؟ فقال: هذا ديني ودين آبائي، فقيل له متى تكلم بهذا قبل أن يخلقه أو بعدها خلقه أو حين خلقه؟ قال: فما رد على حرفًا، فقلت يا هذا اتق الله وأنظر ما تقول وركبت حماري ورجعت.

ترجمہ:...ابوعمرو شیبانی کہتے ہیں کہ جب اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے قضا کا منصب سنبھالا تو میں اُن کی طرف چلا اور جا کے اُن سے پوچھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور وہ مخلوق ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔ تو اِن سے پوچھا گیا کہ اللہ نے یہ بات کب بتائی ہے قرآن کو پیدا کرنے سے پہلے یا بعد میں یا جس وقت قرآن کو پیدا گیا؟ راوی کہتے ہیں کہ وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے تو سب نے کہا: او اللہ سے ڈر اور جو کہہ رہے ہو اس کے بارے میں سوچو اور میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر لوٹ آیا۔ (کتاب السنہ، ج۱ص ۲۲۸)

ناظرین ہم نے نمونہ کے طور پر صرف پانچ قول نقل کیے ہیں بقایا اقوال میں بھی یہی کچھ ہے۔

جواب:

ہم پہلے ہم امام ابوحنیفہ کے وہ اقوال نقل کر دیتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قرآن کو مخلوق نہیں مانتے تھے بلکہ ایسے شخص کو آپ خود کافر کہتے تھے۔ بعد میں اعتراضوں کا جواب بھی دیں گے۔

جواب امام ابوحنیفہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے

پہلا قول:

۱......حکم بن بشر کہتے ہیں کہ حضرت سفیان بن سعید ثوری اور حضرت نعمان بن ثابت کا قول ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

دوسرا قول:

۲......ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے امام صاحب سے چھ مہینے تک مناظرہ کیا یہاں تک کہ وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳)

تیسرا قول:

۳......مزید فرماتے ہیں:

کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا بدعتی ہے اس کی نہ بات مانی جائے اور نہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

چوتھا قول:

۴......ابن مبارک جب امام صاحب کے پاس آتے ہیں تو آپ (یعنی امام ابوحنیفہ) پوچھتے تم میں یہ بیماری کیا پھیل پڑی ہے؟ جہم کیا کیا کہتا ہے؟ کہا وہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے آپ نے (یعنی امام ابوحنیفہ نے) یہ سن کر فرمایا (کبرت کلمة تخرج من افواهم ان یقولون الا کذبا) بڑی بری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے یقیناً وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

پانچواں قول:

۵......ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں:

لم یصح عندنا ان ابا حنیفة کان یقول القرآن مخلوق، ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ابوحنیفہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

چھٹا قول:

۶...... ابوسلیمان جوزجانی اور معلی بن منصور رازی کہتے ہیں۔

ما تکلم ابو حنیفة ولا ابویوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد من اصحابھم فی القرآن وانما تکلم فی القرآن بشر المریسی و ابن ابی داؤد ھؤلاء شانوا اصحاب الی حنیفة.

نہ امام ابوحنیفہ نے نہ ابویوسف نے نہ زفر نے نہ محمد نے اور نہ ان کے ساتھیوں میں سے کسی اور نے قرآن کو مخلوق کہا۔ یہ تو بشر مریسی اور ابن ابی داؤد کا قول ہے اور ان لوگوں نے اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام کیا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف غیر مقلد کی رائے

مولانا عطاء اللہ حنیف ابوزہری مصری کی کتاب حیات امام ابوحنیفہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:
صحیح یہ ہے کہ امام صاحب صراحۃً قرآن کے غیر حلوق ہونے کے قائل تھے جیسا کہ کتاب الاسماء (بیہقی) اور شرح فقہ اکبر ص ۳۱ میں ہے (عطاء اللہ حنیف)

(حاشیہ حیات امام ابوحنیفہ، ص ۳۳۷)

مزید لکھتے ہیں:

سارے ائمہ سلف عقیدہ خلق قرآن کو گمراہی سمجھتے تھے۔ خود حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں قابل شاگرد خلق قرآن کے عقیدہ کو کفر سمجھتے تھے۔ کتاب الاسماء والصفات (از بیہقی متوفی ۴۵۸ھ) امام ابویوسف سے بروایت ثقات مذکور ہے۔

کلمت ابا حنیفة فی ان القرآن مخلوق ام لا فاتفق علی ان من قال القرآن مخلوق فھو کافر. رواۃ ھذا کلھم ثقات. (ص ۱۸۸، طبع ہند)

(حاشیہ حیات امام ابوحنیفہ، ص ۳۳۸)

اور امام محمد سے منقول ہے من قال القرآن مخلوق فلا تصل خلفه ایضًا

(حاشیہ حیات امام ابوحنیفہ، ص ۳۳۸)

امام ابوحنیفہ کے مخالفین کو چاہیے کہ وہ یہ اعتراض کرنا چھوڑ دیں۔ انصاف کا تقاضہ تو یہی ہے۔ کیونکہ خود غیر مقلدین کے علماء کے ہاں بھی ترجیح قرآن کریم کے غیر مخلوق ہونے والے قول کو ہی ہے۔ اب ہم اس اصولی جواب کے بعد بعض اقوال کے الگ سے جواب بھی عرض کرتے ہیں۔

بعض اقوال کے جواب دیے ہیں:

جواب:

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

ابوسلیمان بن جوز جانی اور معلی میں منصور رازی کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام زفر، امام محمد اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا۔ یہ تو بشر مریسی اور ابن ابی داؤد کا قول ہے اور ان لوگوں نے اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام کیا ہے۔)
(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۷، رقم ۳۷۸)

جواب نمبر۲:

اس قول کی سند میں اسحاق بن عبدالرحمٰن راوی مجہول ہے۔

جواب نمبر۳:

علامہ کوثری لکھتے ہیں:

اور مذاہب کی کتابوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے جس نے یہ نظریہ دیا وہ الجعد بن درہم ہے۔ پھر جہم بن صفوان پھر بشر بن غیاث جیسا کہ لالکائی الحافظ کی کتاب شرح السنۃ، ابن ابی حاتم کی کتاب الرد علی الجہمیہ وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔
(تانیب الخطیب مترجم ص ۱۵۹)

جواب:

علامہ کوثری لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خلق قرآن کا نظریہ تو حماد بن ابی سلمان کے بعد رونما ہوا، جیسا کہ علماء کی صراحت سے پہلے بیان ہوا۔

جواب نمبر۲:

اس قول کی سند میں سلیم المقری ہے۔ یہ سلیم بن عیسیٰ ہے۔ یہ قرأت میں تو امام تھا مگر حدیث میں ضعیف تھا۔ قراء میں کتنے ہی اس طرح کے ہیں۔

(تانیب الخطیب مترجم ص ۸۵)

جواب نمبر۱:

امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل کی طرف جو اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ اس کے متعلق بشر بن ولید نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کی رائے تو ہو سکتی ہے مگر آپ کے آباء یقیناً اس کے قائل نہ تھے۔ (الانتقاء، ص ۱۶۶)

اعتراض نمبر۵:

امام ابوحنیفہ جہمی تھے

عبداللہ بن احمد نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کئی اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے چند اقوال یہاں پر ہم نقل کرتے ہیں۔

پہلا قول:

۲۳۱:... حدثنی محمود بن غیلان، ثنا محمد بن سعید بن (سلم) عن أبیه قال: سألت أبا یوسف. وهو بجرجان. عن أبی حنیفة فقال: وما تصنع به مات جهمیًا.

ترجمہ:... محمد بن سعید بن مسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف سے امام ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا جب آپ (ابو یوسف) جرجان کے علاقے میں تھے تو انھوں نے کہا کہ تمھارا اس سے کیا کام وہ تو جہمی ہو کر مرے ہیں۔

(کتاب السنہ ج ا ص ۱۸۱)

دوسرا قول:

۲۳۲:... حدثنی إسماعیل بن إسحاق الازدی القاضی، حدثنی نصر بن

علی ثنا الاصمعی عن سعید بن مسلم قال: قلت لأبی یوسف: أکان أبو حنیفة یقول بقول جهم؟ فقال: نعم.

ترجمہ:...سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف سے پوچھا کہ کیا ابوحنیفہ جہمیوں کا عقیدہ رکھتے تھے تو (ابو یوسف نے) فرمایا کہ جی ہاں۔ (کتاب السنہ ج ا ص ۱۸۱)

تیسرا قول:

۲۳۷:... حدثنی أحمد بن إبراهیم، ثنا خالد بن خداش عن عبد الملك بن قریب الاصمعی عن حازم الطفاوی قال ـ وکان من أصحاب الحدیث. أبو حنیفة إنما کان یعمل یکتب جهم تأتیه من خراسان.

(کتاب السنہ ج ا ص ۱۸۳)

ترجمہ:...حازم الطفاوی جو کہ اصحاب الحدیث میں سے ہے مجھے کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تو جہم کی کتابوں کے مطابق عمل کرتے تھے جو خراسان سے ان کے پاس آتی تھیں۔

چوتھا قول:

۳۳۰:... أخبرت عن الفضل بن جعفر بن سلیمان الهاشمی وهو عم جعفر بن عبد الواحد، حدثنی أبو جعفر بن سلیمان قال: کان والله أبو حنیفة کافرًا جهمیًا یری رأی بشر بن موسی، وکان بشر بن موسی یری رأی الخوارج.

ترجمہ:...ابو جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ واللہ ابو حنیفہ کافر تھا بشر بن موسیٰ کا عقیدہ رکھتا تھا اور بشر بن موسیٰ خوارج کا عقیدہ رکھتا تھا۔ (کتاب السنہ ج ا ص ۲۰۹)

ناظرین ہم نے نمونہ کے طور پر صرف چار اقوال نقل کر دیے ہیں باقی اقوال میں بھی یہ ہی بات ہے۔

جواب:

یہ اعتراض پہلے بھی امام صاحب کے مخالف کرتے رہتے ہیں۔ الجرح علی ابی حنیفہ والے

نے بھی یہ اعتراض کیا تھا اور اسی زمانہ میں ہماری طرف سے مولانا نور بخش توکلی ۔ نے اس کا جواب دے دیا تھا وہ اعتراض اور جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

قال البنارسی

یہاں تک تو ناظرین کو امام صاحب اور ان کے شاگردان اور ان کے استادوں کا حال معلوم ہو گیا ہو گا کہ ع ...... این خانہ ہمہ افتاب است لیکن تم ایک اور مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ خود امام صاحب کے اعلیٰ شاگرد (وہی شاگرد کہ اگر وہ نہ ہوتے تو امام صاحب کو کوئی جانتا ہی نہیں) یعنی امام ابو یوسف ۔ انہوں نے اپنے استاد امام صاحب کے جہمیہ اور مرجیہ ہونے کی بابت کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ عن سعید بن سالم قال قلت لقاضی القضاة ابی یوسف سمعت اھل خراسان یقولون ان ابا حنیفة جھمی سرجی فقال لی صدقوا قلت له فاین انت منه فقال انا کنا نأتیه یدرسنا الفقه ولم تکن نقلده دیننا انتھی ۔ یعنی سعید بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف سے کہا کہ میں نے خراسان والوں کو سنا ہے کہ وہ ابو حنیفہ کو جہمیہ اور مرجیہ کہتے ہیں ۔ ابو یوسف نے کہا کہ وہ لوگ سچ کہتے ہیں، میں نے کہا کہ آپ بھی انہیں کی صحبت سے فیضیاب ہیں ۔ ابو یوسف نے کہا کہ اجی ہم تو صرف اُن کے پاس فقہ پڑھنے آتے تھے باقی ہم اپنے دین میں انکی تقلید نہیں کرتے (کہاں ہو مقلد و غور سے دیکھو) ابو یوسف نے تو اپنے استاد کی یہ گت کیا۔ اور امام محمد نے یہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابو حنیفہ پر فضیلت دے دی۔

(دیکھو ابن ہلکان ص ۴۳۹، ج ۱، ص ۱۶۔۱۷)

قال الرافضی

ولطیفه دیگر شنید نیست که جناب قاضی القضاة حضرت ابی یوسف که شاگرد رشید امام اعظم بود در جواب مستفسر تصدیق جهمی

ومرجی او بودن فرموده از طرف خود خارجیت را همه بر وافزوده و چون سائل اعتراض به تلمذ ایں چنین کس کرد در امر حق شرم نکرده مے فرماید که ما محض درس فقه از و میگرفیتم و تقلید او در دین نمے ساختیم چنانچہ ابو علی یحییٰ نقلا عن القاضی ابی الیمن متصل عبارات سابقه مے آردواعجب ما مر فی هذا الباب ما ختمه به باسناده عن سعید بن سالم قال قلت لقاضی القضاة ابی یوسف سمعت اهل خراسان یقولون ان ابا حنیفة جهمی مرجی فقال وصدوق ویری السیف ایضاً قلت له فاین انت منه فقال انا کنا نأتیه یدرسنا الفقه ولم تکن نقلده دیننا.

(استقصاء الافحام ص۲۲۲)

اقول

قاضی ابن خلکان شافعی (وفیات الاعیان جزء ثانی ص ۳۰۷) کے حوالہ سے مذکور ہو چکا ہے کہ خطیب بغدادی نے ابن مبارک ووکیع وغیرہ کی روایت سے امام ابو یوسف کی طرف ایسے الفاظ منسوب کئے ہیں جن کا سننا ہمارے کان گوارا نہیں کرتے۔ یہ خبر بھی اسی قبیل سے ہے۔ قاضی ابوالیمن نے مختار مختصر تاریخ بغداد میں اس کے جواب میں یوں لکھا ہے۔

اما استحیی هذا الشیخ الحافظ من ان یورد مثل هذا الخبر عن ابی یوسف تلمیذ الرجل و صاحبة المنتمی الیه المنتفع به اعاذنا الله من فرطا لغفلة والجهالة (استقصا الافحام ص۲۲۹)

کیا اس شیخ حافظ وخطیب بغدادی) کو ایسی خبر امام ابو یوسف سے نقل کرتے شرم نہ آئی جو امام صاحب کے شاگرد اور آپ کی طرف منسوب اور آپ سے فیضیاب ہیں۔ اللہ ہم کو ایکی غفلتو جہالت کی زیادتی سے بچائے۔

امام صاحب چونکہ مرجئہ وجہمیہ ومعتزلہ وغیرہ فرقوں کی تردید کیا کرتے تھے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اس لئے مخالفین نے آپ کو مرجی وغیرہ مشہور کر دیا۔ اور ایسے افترا کی روایت آپ کے شاگردوں اور دیگر ہمعصروں کی طرف منسوب کر دی۔ چنانچہ امام موفق نے مناقب امام

(جلد اول، ص ۱۴۵) میں فرقہ جہمیہ کے بانی کے ساتھ آپ کا ایک مناظرہ باسناد متصل بروایت ابواسحاق خوارزمی بدین الفاظ شروع کیا ہے۔

قال ان جهم بن صفوان قصد اباحنيفة للكلام فلما لقيه قال يا با حنيفة اتيتك لاكلمك فى اشياء هيأ تهالك فقال ابو حنيفة الكلام معك عار و الخوض فيما انت فيه نار تتلظى قال فكيف حكمت على بما حكمت و لم تسمع كلامى ولم تلقنى قال بلغت عنك اقاويل لا يقو ل لها اهل الصلاة قال افتحكم على بالغيب قال اشتهر ذلك عنك وظهر عند العامة والخاصة فجاز لى ان الحقق ذلك عليك

کہا کہ جہم بن صفوان کلام کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ کے پاس آیا۔ جب آپ سے ملا۔ تو کہا اے ابوحنیفہ میں چند امور میں جن کو میں نے آپ کے لئے تیار کیا ہے آپ کے ساتھ کلام کرنے آیا ہوں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ تیرے ساتھ کلام کرنا عار ہے اور تیرے امور میں خوض کرنا شعلہ زن آگ ہے۔ اُس نے کہا۔ آپ نے یہ حکم مجھ پر کس طرح لگا دیا حالانکہ آپ نے میری بات نہیں سنی اور آپ مجھ سے ملے نہیں۔ آپ نے فرمایا تجھ سے ایسے اقوال مجھے پہنچے ہیں جن کے اہل صلاۃ قائل نہیں کہا۔ کیا آپ مجھ پر غیب سے حکم لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا عقیدہ مشہور اور خاص وعام کے نزدیک ظاہر ہے۔ پس میرے لئے جائز ہے کہ تجھ پر اس کی تصدیق کروں۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (مجلد ثالث، ص ۱۴۶) میں لکھا ہے۔

قال ابو حنيفة الرد جهم فى نفى التشبيه حتى قال انه تعالى ليس بشىء وافرط مقاتل فى معنى الاثبات حتى جعله مثل خلقه

یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جہم نے نفی تشبیہ میں افراط کی یہاں تک کہ کہہ دیا کہ اللہ تعالی شئی نہیں ہے اور مقاتل نے اثبات تشبیہ میں افراط کی یہاں تک کہ اللہ تعالی کو مثل اس کی مخلوق کے قرار دیا ہے۔ ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ امام صاحب جہمیت کو بہت برا سمجھتے تھے۔ امام بیہقی جن کا تعصب وتشدد ان کی سنن کبرے کے مطالعہ سے ظاہر وباہر ہے امام صاحب کو

کیسے صاف الفاظ میں اس الزام سے بری کرتے ہیں۔ وھی ھذہ

اخبرنا ابو سعد عبد الملك بن ابى عثمان الزاهد قال انا اسماعيل بن احمد الجرجانى قال حدثنا عبد الملك بن محمد الفقية قال ثنا سليمان بن الربيع بن هشام النهدى الكوفى قال سمعت كادح بن رحمة يقول سمعت ابا بكر بن عياش يقول من قال القرآن مخلوق فهو زنديق قال سمعت سليمان يقول سمعت الحارث بن ادريس يقول سمعت محمد بن الحسن الفقيه يقول من قال القرآن مخلوق فلا تصل خلفه وقرآن فى كتاب ابى عبد الله محمد بن يوسف ابراهيم الدقاق روايته عن القاسم بن ابى صالح الهمدانى عن محمد بن ابى ايوب الرازى قال سمعت محمد بن سابق يقول سالت ابا يوسف فقلت كان ابو حنيفة يقول القرآن مخلوق فقال معاذ الله ولا انا اقوله فقلت اكان يرى راى جهم فقال معاذ الله ولا انا اقوله رواته ثقات.

(كتاب الاسماء والصفات مطبوعه مطبع انوار احمد الله آباد ص ۱۸۸)

(بحذف اسناد) ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ وہ زندیق ہے۔ کہا میں نے سنا سلیمان کو کہ کہتے تھے۔ میں نے سنا حارث بن ادریس کو کہ کہتے تھے۔ میں نے سنا امام محمد بن حسین فقیہ کو کہ فرماتے تھے جو شخص یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھ۔ اور میں نے ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم دقاق کی کتاب میں بروایت قاسم بن ابی صالح ہمدانی پڑھا ہے کہ محمد بن ابوایوب رازی نے کہا کہ میں نے محمد بن سابق کو سنا کہ کہتے تھے۔ میں نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ کیا امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔ امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ معاذ اللہ اور نہ میں خلق قرآن کا قائل ہوں۔ پس میں نے پوچھا کہ کیا امام صاحب جہم کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ جواب دیا کہ معاذ اللہ اور نہ میں جہم کی رائے کا قائل ہوں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ارجاء سے امام صاحب کا بری ہونا عنقریب بتفصیل مذکور ہو چکا ہے۔ یہ سب حاسدوں

کی عنایت ہے۔ وکفی للحسود حسدہ امام محمد کی بابت بھی جو لکھا ہے بے اصل ہے۔ کیونکہ خود امام مالک امام صاحب کے بڑے مداح ہیں۔ اور مناظرہ و حجت میں آپ کی افضلیت کو تسلیم فرماتے ہیں جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ علاوہ ازیں امام صاحب کے اعلم وافقہ وافضل اورع ہونے کی اور بہت سے شہادتیں ہیں جو اس کتاب میں اپنے اپنے موقع پر مذکور ہیں۔ فافھم

اعتراض نمبر ۶:

ابوحنیفہ کو دوبار کفر سے توبہ کرائی گئی

عبداللہ بن احمد نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے تقریباً 23 اقوال مختلف علماء کے نقل کئے ہیں۔ دیکھئے رقم نمبر ۲۶۶، ۲۳۸، ۲۶۴، ۲۲۸، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۸۰، ۲۸۶، ۳۰۷، ۳۱۱، ۳۲۷، ۳۳۱، ۳۳۶، ۳۳۹، ۳۵۵، ۳۷۴، ۴۰۷، ۲۶۷، ۳۵۶، ۲۷۲، ۲۶۹، ۳۳۷، ۲۶۵ وغیرہ۔

ان 23 میں سے 17 اقوال ایسے ہیں جن میں صرف یہ مذکور ہے کہ دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔ کس بات سے توبہ کرائی گئی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے مثلاً پہلے قول کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کروائی گئی۔

(کتاب السنہ ج ا ص ۱۹۲، رقم نمبر ۲۶۶)

مگر سفیان نے یہ نہیں بتایا کہ واقعہ کیا تھا۔ اور سفیان کی مراد کیا ہے۔ اس لئے یہ جرح مبہم اور غیر مفسر کہلائے گی۔ امام ابوحنیفہ کے مخالف یہ بات ہم سے بدرجہا زیادہ جانتے ہیں کہ جرح جب تک مفسر اور مبین نہ ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔

دو قول ایسے نقل کیے ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ ان کے اصحاب نے ان سے خود توبہ کروائی دیکھئے رقم نمبر ۲۶۷، ۳۵۶، ان میں بھی وجہ معلوم نہیں کہ کس وجہ سے توبہ کروائی گئی۔

ایک قول ایسا نقل کیا ہے۔ جس میں سرے سے امام ابوحنیفہ کا ذکر نہیں بلکہ آپ کے

اصحاب کا ذکر ہے کہ آپ کے اصحاب کو کفر سے توبہ کرائی گئی۔

(دیکھئے کتاب السنہ رقم نمبر ۲۷۲، ج ا ص ۱۹۴)

دو قول ایسے نقل کئے ہیں جن میں صرف یہ مذکور ہے کہ زنادقہ کے کلام سے توبہ کرائی گئی۔ مگر زندقہ کی کوئی تصریح مذکور نہیں۔

پھر ایک قول عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد بن حنبل کا نقل کیا ہے۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن کی یہ آیت **سبحان ربك رب العزة عمايصفون** کو امام ابوحنیفہ نے مخلوق کہا ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس کو مخلوق کہنا کفر ہے لہٰذا ان سے توبہ کروائی گئی۔

ناظرین کرام! ہم نے ان 23 اقوال کی تفصیل آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

اصل بات کیا تھی مورخین نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں وہ ہم یہاں پر نقل کریں گے۔ جس سے سارے اشکالات دور ہو جائیں گے۔ پہلے چند مشہور اقوال نقل کرتے ہیں بعد میں جواب عرض کریں گے۔

پہلا قول:

۲٦٦:... حدثني ابي رحمه الله، ثنا مؤمل بن إسماعيل قال: سمعت سفيان الثوري يقول: استتيب أبو حنيفة مرتين.

ترجمہ:... سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کروائی گئی۔

(کتاب السنہ ج ا ص ۱۹۲)

دوسرا قول:

۲٥٦:... حدثني أبي رحمه الله قال: سمعت سفيان بن عيينة يقول: علمت أنهم استتابوه غير مرة، يعني أبا حنيفة، قال أبي: فقال ابن زيد يعني حمادًا قيل لسفيان في ماذا؟ قال تكلم بكلام فقالوا: هذا كفر فرأى أصحابه أن يستتيبوه فقال: أتوب.

ترجمہ:... سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے اس (ابوحنیفہ) سے کئی مرتبہ توبہ کروائی ہے۔ (راوی) کہتے ہے کہ میرے والد (احمد بن حنبل)

نے کہا کہ پھر ابن زید یعنی حماد نے کہا کہ ابوسفیان سے پوچھا گیا۔ کہ کس بات سے توبہ کرائی گئی تو کہنے لگے کہ انہوں نے ایک بات کی تو لوگوں نے کہا کہ یہ کفر ہے تو اُن کے اصحاب نے سوچا کہ ان سے توبہ کروائیں تو انہوں نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔

(کتاب السنہ ج۱ ص۲۱۵)

تیسرا قول:

۲۷۲:... حدثنی أبو بکر بن أبی عون، نا معاذ نا سفیان و ذکر أبا حنیفة قال: استیب أصحابه من الکفر غیر مرة.

ترجمہ:... معاذ کہتے ہیں کہ سفیان نے ہمیں خبر دی اور ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اُن کے اصحاب کو کفر سے کئی مرتبہ توبہ کروائی گئی۔ (کتاب السنہ ج۱ ص۱۹۴)

چوتھا قول:

۲۶۹:... حدثنی أبو الفضل الخراسانی، نا سلمة بن شبیب، نا الفریابی سمعت سفیان الثوری یقول: استتیب أبو حنیفة من کلام الزنادقة مرارًا.

ترجمہ:... سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کو زنادقہ کے کلام سے کئی بار توبہ کروائی گئی۔

(کتاب السنہ ج۱ ص۱۹۳)

پانچواں قول:

۲۳۷:... حدثنی احمد بن محمد بن یحیی بن سعید القطان، حدثنا یحیی بن آدم، حدثنا شریك وحسن بن صالح انّهما شهدا أبا حنیفة وقد استتیب من الزندقة مرتین.

ترجمہ:... یحیٰی بن آدم کہتے ہیں کہ مجھے شریک اور حسن بن صالح نے یہ خبر دی ہے کہ وہ دونوں ابوحنیفہ کے پاس موجود تھے جبکہ اُن سے دو مرتبہ زندقہ سے توبہ کرائی گئی۔

(کتاب السنہ ج۱ ص۲۱۵)

چھٹا قول:

۲۶۵:... سمعت أبی رحمه الله یقول: اظن أنه استتیب فی هذه الآیة

﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ قال أبو حنيفة: هذا مخلوق فقالوا له: هذا كفر، فاستتابوه.

ترجمہ:... عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا فرمارہے تھے کہ میرے خیال میں ابوحنیفہ سے اس آیت میں توبہ کرائی گئی ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ ''ابوحنیفہ نے کہا کہ یہ مخلوق ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ (مخلوق کہنا) کفر ہے لہٰذا ان سے توبہ کروائی۔ (کتاب السنہ ج اص ۱۹۲)

ناظرین ہم نے نمونہ کے طور پر ان 23 اقوال میں سے صرف مختلف قسم کے چھ اقوال نقل کردیئے ہیں باقی کو ان پر ہی قیاس کریں۔

امام صاحب جواز کے مخالفین یہ اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں الجرح علی ابی حنیفہ میں بھی یہ اعتراض کیا گیا تھا اور اس کا جواب الاقوال الصحیحہ میں دیا گیا تھا۔ ہم وہ اعتراض اور جواب یہاں پر نقل کرتے ہیں جس سے ان تمام اقوال کا جواب ہوجائے گا۔

مولانا نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

قال البنارسی

لو صاحبو اور کچھ سنو گے۔ آؤ ہم تم کو اور بھی سناتے ہیں۔ امام صاحب زندیق بھی تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ ان اباحنيفة استتيب من الزندقة مرتين اعاذنا الله من ذكرها وتسطيرها انتهى یعنی ابوحنیفہ زندیقیت سے دو دفعہ توبہ کرائے جاچکے ہیں (خدا کی پناہ! خدا کی پناہ!) ص ۱۷

قال لرافضی

خطیب بغدادی جزاہ اللہ خیرا ہیچ دقیقہ از دقایق تکفیر تضلیل امام اعظم باقی نگزاشتہ بار احسان وامتنان بر اہل حق تھا وہ قلوب حضرات اہلسنت را بسان کباب سوختہ عرض و آبروی دین وایمان ایشانرا برباد غنا داوہ

كاخوة يوسف اولاد يعقوب ثم يتذكرون فاذاهم مبصرون. الثاني ان

ابا یوسف فسر ذلك فقال ما دعا ابن هبیرة اباحنیفة الی القضاء فامتنع و کان مذهب ابن هبیرة أن من خرج عن طاعة الامام کفر فقال له کفرت یا اباحنیفة تب الی الله تعالی فقال اتوب الی الله من کل سوء ثم دعاه الثانیة ففعل ذلك ثلاث مرات الی ان قال فهذا معنی قول سفیان استتیب ابو حنیفة من الکفر مرتین - الثالث ما قیل ان الخوارج دخلوا الکوفة فقصدوا اباحنیفة بالسیوف المشهرة فقالو تزعم انه لا یکفر احد بذنب

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں یعنی حضرت یعقوب کے بیٹوں کی طرح امام صاحب حق میں عیب گوئی پر برانگیختہ کرتا تھا۔ پھر وہ نصیحت پکڑتے تھے۔ پس ناگاہ وہ بینا ہو جاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ امام ابو یوسف نے اس کی تفسیر کی ہے اور فرمایا کہ جب ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ کو منصب قضاء کے لئے بلایا تو آپ نے قضاء سے انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ کا یہ مذہب تھا کہ جو شخص امام کی طاعت سے نکل جائے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس نے امام صاحب سے کہا۔ اے ابو حنیفہ آپ کافر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے آگے ہر ایک برائی سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اس نے آپ کو دوبارہ بلایا۔ پس اس طرح تین دفعہ کیا۔ یہاں تک کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہی معنے ہیں سفیان کے اس قول کے کہ امام ابوحنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے۔ تیسرے وہ جو کہا گیا ہے کہ جب خوارج کوفہ میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ امام ابوحنیفہ کا قصد کیا اور کہا۔ آپ کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی گناہ سے کافر

روایت میفرماید که استتا بته ابو حنیفة از زندقه دو مرتبه و بنابر روایتے از کفر چند بار واقع شده چنانچه قاضی ابوالیمن از داد و بداد خطیب بغدادی در حق امام اعظم خویش مے نالدو کف تاسف بر فضیحت جنابش مے مالد بمکافات تفضیح امام اعظم خطیب راسبب ود شنام بادلے ساز و بعد نقل روایت سابق کما فی مختار المختصر مے گوید وهذا الخبر مع بطلانه وضعفه یناسب ما رواه الخطیب ایضًا واقدم علی حکایته

فی هذا الباب ان اباحنیفة استتیب من الزندقة مرتین وذلک کذب وفی روایة من الکفر مراوائم الفاظ رواها هی بالسب والمشاتمة اشبه منها بکلام العلماء اعاذنا الله من ذکرها وتسطیرها- استقصاء الافحام ص ۲۳۲

اقول:

رافضی کے کلام سے ظاہر ہے کہ قاضی ابوالیمن نے مختار المختصر میں اس حکایت کی تکذیب کی ہے۔ مولانا مولوی محمد عنایت علی حیدر آبادی ضمیمہ کتاب الابانہ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ص ۱۱۴) میں یوں تحریر فرماتے ہیں

قال ابو المؤید فی جامع المسانید اماقول الخطیب حاکیا عن سفیان الثوری انه قال استتیب ابوحنیفة مرتین من الکفر له وجوه ثلاثة احدها ان سفیان کان بینه وبین ابی حنیفة عداوة لان اباحنیفة کان یباحثهم فلا یقدرون علی ان یتکلموا فکان سفیان وامثاله من البشر تأمرهم النفس الإمارة بالسوء علی الوقیعة فیه بحکم البشریة والحکایة مشهورة الی ان قال ابوحنیفة اتوب إلی الله من کل ذنب فقال اعداءہ استتیب ابو حنیفة.

ابوالمؤید نے جامع المسانید میں کہا کہ خطیب کا یہ قول کہ سفیان ثوری نے کہا کہ امام ابوحنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے۔ اس کی تین وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کے درمیان عداوت تھی کیونکہ امام صاحب اُن سے مباحثہ کیا کرتے تھے اور وہ کلام نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے نفس امارہ سفیان اور ایسے ہی دیگر اشخاص کو بمقتضائے بشریت حضرت نہیں ہوتا۔ اور یہ حکایت یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ نے اللہ تعالیٰ کے آگے ہر ایک گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ پس آپ کے دشمنوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ توبہ کرائے گئے۔

علامہ موفق مناقب امام (جلد اول ص ۱۷۷) میں لکھتے ہیں:

أخبرنا الامام الاجل رکن الدین ابوالفضل عبد الرحمن بن محمد الکرمانی انا القاضی الامام ابوبکر عتیق بن داؤد الیمانی قال حکی ان الخوارج لما ظهروا علی الکوفة أخذوا أباحنیفة فقیل لهم هذا شیخهم والخوارج

يعتقدون تكفير من خالفهم فقالوا تب ياشيخ من الكفر فقال انا تائب الى الله من كل كفر فخلوا عنه فلما ولى قيل لهم انه تا ب من الكفر وانما يعنى به ما انتم عليه فاسترجعوه فقال رأسهم يا شيخ انما تبت من الكفر

خبر دی ہم کو امام اصل رکن الدین والفضل عبدالرحمٰن بن محمد کرمانی نے کہ خبر دی ہم کو قاضی امام ابوبکر عتیق داؤدیمانی نے کہا۔ حکایت ہے کہ جب خوارج کوفہ پر غالب آئے۔ تو اونہوں نے امام ابوحنیفہ کو گرفتار کرلیا۔ ان سے کہا گیا کہ یہ ان کے شیخ ہیں۔ اور خارجیوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ان کا مخالف ہو وہ کافر ہے۔ لہٰذا انہوں نے کہا۔ اے شیخ تو کفر سے توبہ کریں امام صاحب نے فرمایا۔ میں اللہ کے آگے ہر ایک کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ پس انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ جب امام صاحب واپس ہوئے۔ تو ان سے کہا گیا کہ اس شیخ نے تو کفر سے توبہ کی ہے جس سے اس کی مراد وہ عقیدہ ہے جس پر تم ہو پس اونہوں نے امام صاحب کو واپس بلایا اور ان کے سردار نے کہا اے شیخ تو نے تو کفر سے توبہ کی جس سے

تعنى به ما نحن عليه قال ابوحنيفة أبظن تقول هذا ام بعلم فقال بن بطن فقال ابوحنيفة ان الله تعالى يقول ان بعض الظن اثم وهذه خطيته منك وكل خطية عندك كفر فتب انت أولا من الكفر فقال صدقت ياشيخ انا تائب من الكفر تب انتِ ايضا من الكفر فقال ابوحنيفة رحمه الله انا تائب الى الله من كل كفر فخلوا عنه. فلهذا قال خصماء ه استتب ابوحنيفة من الكفر مرتين فلبسوا على الناس وإنما يعنون به استتابة الخوارج انتهى

تیری مراد وہ عقید ہے جس پر ہم ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ کیا تو گمان سے کہتا ہے یا علم سے۔ اس نے کہا۔ بلکہ ظن سے پس امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض ظن گناہ ہے۔ اور یہ تیرا گناہ ہے۔ اور تیرے نزدیک ہر ایک گناہ کفر ہے۔ لہٰذا پہلے تو کفر سے توبہ کر اس نے کہا اے شیخ تو نے سچ کہا۔ میں کفر سے تائب ہوں۔ تو بھی کفر سے توبہ کر امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ میں اللہ کے آگے ہر ایک کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ پس انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ اسی وجہ سے امام صاحب کے دشمنوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ دو دفعہ کفر

سے توبہ کرائے گئے۔ پس انہوں نے لوگوں کو دھوکا دیا حالانکہ اس سے ان کی مراد صرف خوارج کا توبہ کرانا ہے۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص ۵۷ میں اس حکایت کو بیان کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وقع لبعض حسادا ابی حنیفة الذین ینقضونه بما هو بری منه انه ذکر من مثالبه انه کفر مرتین واستتیب مرتین وإنما وقع له ذلك مع الخوارج

امام ابوحنیفہ کے بعض حاسدوں نے جو آپ پر وہ عیب لگاتے ہیں جن سے آپ بری ہیں آپ کے عیبوں میں سے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ سے دو دفعہ کفر سرزد ہوا اور دو دفعہ آپ سے توبہ کرائی گئی۔ اور یہ تو صرف آپ کو خوارج کے ساتھ پیش آیا تھا

فارادوا انتقاصه به ولیس بنقص بل هو غایة فی رفعته اذ لم یوجد احد یحاجهم غیره رحمة الله علیه انتهیٰ

ان کا ارادہ اس سے ایک دار یہ کوئی نقص نہیں بلکہ آپ کی کمال رفعت ہے کیونکہ آپ کے سوا کوئی اور خوارج پر رجت نہ لاتا تھا رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب پر ارجاء وغیرہ کے اتہام کی کافی تردید ہو چکی ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنارسی کے مطالعہ کے لیے صحیح بخاری کے راویوں کے اعتقاد پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے۔ لہٰذا ذیل میں فقط چند نام مع حوالہ درج کیے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری کے مرجئہ رواۃ

ابراهیم بن طهمان - قال احمد کان یری الارجاء (تهذیب التهذیب جزء اول ص ۱۲۰) یعنی احمد نے کہا کہ ابراہیم مرجی تھا۔

ایوب بن عائذ الطائی - کان یری الأرجاء وهو صدوق (کتاب الضعفا الصغیر للبخاری ص ۵) یعنی خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ ایوب مرجی تھا۔ اور وہ صدوق ہے۔

شبابه بن سوار الفزاری - قال ابوبکر الا نوم عن احمد بن حنبل کان یدعو الی الارجاء (تهذیب التهذیب - جزء رابع، ص ۳۰۲).

ترجمہ:...ابوبکر اثرم نے بروایت احمد بن حنبل کہا ہے کہ شبابہ لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا۔ انتہیٰ

عبد الحميد بن عبدالرحمن الحمانی - قال ابوداؤد كان داعية إلى الأرجاء (تهذيب التهذيب جزء سادس ص ۱۲۰)

ترجمہ:...کہا ابوداؤد نے کہ عبدالحمید لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا۔ انتہیٰ

عثمان بن غياث البصری - قال احمد ثقة كان يرى الارجاء وذكره الاجرى

عن ابی داؤد فی مرجئة اهل البصرة (تہذیب التہذیب جزء سابع ص ۶۷)

ترجمہ۔ احمد نے کہا کہ عثمان بن غیاث ثقہ ہے مگر مرجی تھا۔ اور آجری نے بروایت ابوداؤد اسے اہل بصرہ کے مرجیہ میں ذکر کیا ہے۔ انتہیٰ

عمر بن ذر الهمدانی قال ابوداؤد كان راسا فی الارجاء وكان قد ذهب بصره عن يحيیٰ بن سعيد القطان ما يدل على انه كان راسا فی الارجا، وقال ابن سعد قال محمد بن عبدالله الاسدی توفی سنة (۱۵۳) وكان مرجئا فمات فلم يشهده الثوری (تهذيب التهذيب جزء سابع ص ۴۴۴)

ترجمہ: کہا ابوداؤد نے کہ عمر بن ذر بڑا مرجی تھا اور اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔ یحییٰ بن سعید قطان سے وہ مروی ہے جو دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ عمر بن ذر ابڑا مرجی تھا۔ کہا ابن سعد نے کہ کہا محمد بن عبداللہ اسدی نے کہ عمر بن ذر نے ۱۵۳ھ میں وفات پائی اور وہ مرجی تھا۔ اس لئے امام ثوری اس کے جنازے میں حاضر نہ ہوئے۔ انتہیٰ

محمد بن فازم ابو معاويه الضرير - قال الاجرى عن ابی داؤد كان مرجئا وقال مرة كان رئيس المرجئة بالكوفة، ذكره ابن حبان فی الثقات وقال كان حافظاً متقناً ولكنه كان مرجئاً خبيثاً قال ابوزرعة كان يرى الارجاء قيل له كان يدعوا اليه قال نعم (تهذيب التهذيب جز تاسع ، ص۱۳۹)

ترجمہ: آجری نے بروایت ابوداؤد کہا کہ محمد بن خازم مرجی تھا اور ایک دفعہ کہا کہ وہ کوفہ

میں مرجئہ کا رئیس تھا۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ حافظ متقن تھا۔
مگر خبیث مرجی تھا۔ کہا ابوزرعہ نے کہ وہ عقیدہ ارجا رکھتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کیا وہ لوگوں
کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا۔ کہا۔ ہاں۔ انتہیٰ

ورقاء بن عمر الیشکری۔ قال الأجری سألت أبا داؤد عن ورقاء وشبل
فی ابن ابی نجیح فقال ورقاء صاحب سنة الا ان فیه ارجاء وشبل قدری
(تهذیب تهذیب، جزء حادی عشر ص)

ترجمہ: کہا اجری نے کہ میں نے ابوداؤد سے ورقاء اور شبل کی ابن ابی نجیح سے روایت
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ورقا صاحب سنت ہے مگر اس میں ارجاء ہے اور
شبل قدری ہے۔ انتہے

یونس بن بکیر (خت) - قال الساجی وکان صدوقا ألا إنه کان یتبع
السلطان وکان مرجئا (تهذیب التهذیب، جرد حادی عشر ص ٤٣٦)

ترجمہ۔ کہا ساجی نے کہ یونس صدوق تھا۔ مگر وہ سلطان کے پیچھے چلتا تھا اور مرجی تھا
انتہے

ابراهیم تیمی- قال ابو زرعة ثقة مرجی
(تهذیب التهذیب جزء اول ص١٧٦)

ترجمہ: کہا اورزرعہ نے کہ ابراہیم تیمی ثقہ مرجی ہے۔

عبد العزیز بن ابی رواد (خت) قال أحمد کان رجلا صالحا وکان
مرجنا قال یحیی بن سلیم الطائفی کان یری الارجاء وقال الساجی صدوق
یری الأرجاء وقال الجوزجانی کان غالیا فی الارجاء
(تہذیب التہذیب جز سادس ص ٣٣٨)

ترجمہ: کہا احمد نے کہ عبدالعزیز صالح و مرجی تھا۔ کہا یحییٰ بن سلیم الطائفی نے کہ وہ مرجی
تھا۔ اور کہا ساجی نے کہ وہ صدوق و مرجی تھا۔ اور کہا جوزجانی نے کہ وہ سخت مرجی تھا۔ انتہیٰ

سالم بن عجلان - قال ابو حاتم صدوق وکان مرجئا قال ابن حبان کان

ممن یری الارجاء (تهذیب التهذیب - جزء ثالث ص ٤٤٢)

ترجمہ:...کہا ابوحاتم نے کہ سالم صدوق و مرجی تھا۔ کہا ابن حبان نے کہ وہ مرجہ میں سے تھا۔ انتہے

قیس بن مسلم الجدلی. قال ابوداؤد کان مرجنا وقال النسائی ثقة وکان یری الارجاء (تهذیب التهذیب جزء ثامن ص ٤٠٤)

ترجمہ: قیس بن مسلم الجد لی کہا ابوداؤد نے کہ وہ مرجی تھا اور کہا نسائی نے کہ وہ ثقہ ہے مگر مرجی تھا۔

خلاد بن یحیی بن صفوان، قال احمد ثقة أو صدوق ولکن کان یری شیئا من الارجاء (تهذیب الهتذیب جزء ثالث ص ١٧٤)

ترجمہ:...کہا احمد نے کہ خلاد ثقہ وصدوق تھا۔ مگر کچھ ارجا کا عقیدہ رکھتا تھا۔ انتہیٰ

بشر بن محمد السختیانی ذکره ابن حبان فی الثقات وقال کان مرجئا

(تهذیب التهذیب جز اول ص ٤٥٧)

ترجمہ:...بشر کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مرجی تھا۔ انتہے

شعیب بن اسحاق بن عبدا لرحمن- قال ابوداؤد و کان ثقة وهو مرجی

(تهذیب التهذیب جز رابع، ص ٣٤٠)

ترجمہ:...کہا ابوداؤد نے کہ شعیب ثقہ مگر مرجی ہے۔ انتہیٰ

صحیح بخاری کے راوی جو نصب کے قائل ہیں

اسحاق بن سوید العددی. ذکره العجلی فقال ثقة و کان یحمل علی علی ذکره ابن حبان فی الثقات وقال ابو العرب الصعلی فی الضعفاء کان یحمل علی علی تحاملا شدیدا وقال لا احب علیا.

(تهذیب التهذیب جز اول ص ٢٣٦)

ترجمہ:...اسحاق کو عجلی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھا مگر حضرت علی پر حملہ کرتا تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابوالعرب صعلی نے ضعفاء میں کہا کہ وہ حضرت

علی پر سخت حملہ کرتا تھا اور اس نے کہا کہ میں حضرت علی کو دوست نہیں رکھتا۔ انتہی

حریز بن عثمان - قال احمد بن ابو یحیی عن احمد حریز صحیح الحدیث الا انہ یحمل علی علی، قال العجلی شامی ثقة و کان یحمل علی علی قال غنجار قیل لیحییٰ بن صالح لم لا تکتب من حریز فقال کیف اکتب عن رجل صلیت معه الفجر سنین فکان لا یخرج من المسجد سبعین مرة وقال ابن حبان کان یلعن علیا بالغداة وبالعشی سبعین مرة فقیل له فی ذلک فقال هو القاطع رؤس ابان واجدادی و کان داعیة الی مذهبه یتنکب حدیثه

(تہذیب التہذیب جز ثانی ص)

ترجمہ:...احمد بن ابی یحییٰ نے بروایت احمد کہا کہ حریز صحیح الحدیث تھا مگر حضرت علی پر حملہ کرتا تھا۔ عجلی نے کہا کہ وہ شامی وثقہ ہے اور حضرت علی پر حملہ کرتا تھا۔ غنجار نے کہا کہ یحییٰ بن صالح سے پوچھا گیا کہ تو نے حریز سے حدیثیں کیوں نہ لکھیں۔ کہا میں ایسے شخص سے کیونکر لکھوں جس کے ساتھ میں نے فجر کی نماز سالوں پڑی۔ پس وہ مسجد سے نہ نکلتا جب تک حضرت علی پر ستر دفعہ لعنت نہ بھیجتا۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ حضرت علی پر ستر بار صبح اور ستر بار شام کو لعنت بھیجتا۔ جب اس سے سبب پوچھا تو کہا کہ حضرتؑ علی میرے ابا و اجداد کے سروں کے کاٹنے والے تھے۔ اور وہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو بلانے والا تھا۔ اس کی حدیث سے کنارہ کشی کی جاتی ہے۔ انتہی

حصین بن نمیر الواسطی - قال ابن ابی خیثمة قلت لأبی لم لا تکتب عن ابی محصن قال اتیته فاذا هو یحمل علی علی فلم اعد الیه

(تہذیب التہذیب جز ثانی ص۳۹۲)

ترجمہ:...ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ میں اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ ابو محصن یعنی حصین بن نمیر کی حدیث کیوں نہیں لکھتے۔ فرمایا کہ اس کے پاس گیا تھا وہ حضرت علی پر حملہ کرتا تھا لہٰذا میں اس کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔

قیس بن ابی حازم- قالوا کان یحمل علی علی والمشهور عنه انه کان

يقدم عثمان ولذلك تجنب كثير من قدماء الكوفيين الرواية عنه

(تهذيب التهذيب جز ثامن ص ۲۸۸)

ترجمہ:... محدثین نے کہا کہ قیس علی پر حملہ کرتا تھا۔ اور اس کی نسبت مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان کو مقدم سمجھتا تھا۔ اس لئے بہت سے قدماء اہل کوفہ نے اس سے روایت ترک کردی۔ انتہی

صحیح بخاری کے شیعہ رواۃ

اسماعيل بن ابان - قال البزار وانما كان عيبه شدة تشيعه

(تهذيب التهذيب جز اول ص ۲۷۰)

ترجمہ:... بزار نے کہا کہ اسماعیل کا عیب یہی تھا کہ وہ سخت شیعہ تھا۔ انتہی

جرير بن عبدالحميد قال قتيبة ثنا جرير الحافظ المقدم لكني سمعته يشتم معاوية علانية (تهذيب التهذيب جز ثانی ص ۷۷)

ترجمہ:... کہا قتیبہ نے حدیث کی ہم سے حافظ مقدم جریر نے لیکن میں نے جریر بن عبد الحمید کو سنا کہ حضرت معاویہ کو علانیہ گالی دیتا تھا۔ انتہے

خالدبن مخلد القطواني - قال ابن سعد كان متشيعا منكر الحديث في التشيع مفرطا وكتبوا عنه للضرورة + قال الجوزجاني كان شتامًا معلنا لسوء مذهبه وقال الاعين قلت له عندك احاديث في مناقب الصحابة قال قل في المثالب او المثاقب يعني بالمثلثة لا بالنون

(تهذيب التهذيب جزء ثالث. ص ۱۱۷)

ترجمہ:... کہا ابن سعد نے کہ خالد شیعہ منکر الحدیث اور تشیع میں غلو کرنے والا تھا۔ محدثین نے ضرورت کے وقت اس سے حدیث کہی ہے۔ کہا جوزجانی نے کہ خالد ایسا بد مذہب تھا کہ علانیہ گالیاں دیتا تھا اور کہا اعین نے کہ میں نے خالد سے پوچھا کہ آیا تیرے پاس صحابہ کے مناقب میں حدیثیں ہیں۔ وہ اس پر بولا کہ صحابہ کے عیبوں میں کہیے۔ انتہی

سعید بن فیروز قال العجلی تابعی ثقة فیه تشیع

(تہذیب التہذیب جزء رابع ص۷۳)

ترجمہ:... کہا عجلی نے کہ سعید بن فیروز تابعی ثقہ ہے۔ اس میں شیعہ پن ہے۔ انتہی

سعید بن عمرو بن اشوع - قال الجوزجانی غال زائغ یعنی فی التشیع

(تہذیب التہذیب جزء رابع ص۶۷)

ترجمہ:... کہا جوز جانی نے کہ سعید بن عمرو تشیع میں غلو کرنے یہ والا کج راہ ہے۔

اسماعیل بن ذکریا الخلقانی - صدوق شیعی

(میزان الاعتدال جلد اول ص)

ترجمہ:... اسماعیل بن زکریا صدوق شیعہ ہے۔ انتہی

عباد بن العوام، قال ابن سعد کان یتشیع واخذہ ھارون لحبسه ثم خلی عنه (تہذیب التہذب جزاء خامس - ص۹۹)

ترجمہ:... کہا ابن سعد نے کہ عباد بن عوام شیعہ تھا اس لئے ہارون نے اسے پکڑ کر قید کر دیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ انتہی

عباد بن یعقوب - قال ابن عدی وعباد فیه غلو فی التشیع - قال صالح بن محمد کان یشتم عثمان قال وسمعته یقول الله اعدل من ان یدخل طلحة والزبیر الجنة لا نھما بایعا علیان ثم قاتلام + + قال ابن حبان کان رافضیا داعیة ومع ذلك یروی المناکیر عن المشاھیر فاستحق الترك روی عن شریك عن عاصم عن زر عن عبد الله مرفوعا اذا رأیتم معاویة علی منبری فاقتلوا (تہذیب التہذیب جز خامس ص ۱۰۹، ۱۱۰)

ترجمہ:... کہا ابن عدی نے کہ عباد کے اندر تشیع میں غلو تھا کہا صالح بن محمد نے کہ وہ حضرت عثمان کو گالی دیتا تھا اور کہا کہ میں نے اس کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ اس سے زیادہ عادل ہیں کہ حضرت طلحہ وزبیر کو بہشت میں داخل کرے کیونکہ ان دونوں نے حضرت علی سے بیعت کی۔ پھر ان سے لڑائی کی کہا ابن حبان نے کہ وہ رافضی تھا اور لوگوں کو رافض کی طرف بلاتا تھا اور

یہ باوجود اس کے وہ مشاہیر سے احادیث سن کر روایت کرتا ہے۔ اس لئے ترک کا مستحق ہے۔ روایت کی اگر شریک سے نے عاصم سے عاصم نے زر سے، زر نے ۔ ﷲ سے مرفوعا کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر ڈالو۔ انتہی

عبدالله بن قيس بن عبد الرحمن قال ابن معين ثقة وقال في رواية كان تشيعه (تهذيب التهذيب جز الخامس ۳۵۲۲)

عبداللہ بن قیس بن عبدالرحمٰن ابن معین نے کہا وہ ثقہ ہے اور ایک روایت میں کہ وہ شیعہ تھا۔

قال ابو الفتح الازدی بهز صدوق كان يتحامل على عثمان سئ المذهب (تهذيب التهذيب جز اول، ص۴۹۸)

ترجمہ: کہا ابوالفتح ازدی نے کہ بہز صدوق تھا مگر بد مذہب اور حضرت عثمان پر حملہ کرتا تھا۔ انتہی

عبدالملك بن مروان قال حامد عن سفيان هم ثلاثة أخوة عبد الملك وذرارة وحمران روافض كلهم اخبثهم قولا عبدالملك

(تهذيب التهذيب - جزء سادس ص۳۸۵)

ترجمہ:... حامد نے بروایت سفیان کہا کہ وہ تین بھائی تھے۔ عبدالملک وزرارہ وحمران تینوں کے تینوں رافضی ہیں۔ قول میں سب سے خبیث عبدالملک ہے۔ انتہی

عبيدالله بن موسى العبسى ذكره ابن حبان في الثقات وقال كان يتشيع وقال يعقوب ابن سفيان شيعي وان قال قائل رافضي لم انكر عليه منكر الحديث وقال الجوزجاني وعبيد الله بن موسى اعلى وأسوء مذهبا واروى للعجائب وقال الحاكم سمعت قاسم بن قاسم السيارى سمعت ابا مسلم البغدادى الحافظ يقول عبيدالله بن موسى من المتروكين ترك، احمد لتشيعه قال الساجي صدوق كان يفرط في التشيع

(تهذيب التهذيب جر سابع ص۵۲، ۵۳)

ترجمہ:...عبید اللہ بن موسیٰ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ شیعہ تھا۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ شیعہ تھا۔ اگر کوئی شخص اسے رافضی کہے تو میں اس کو برا نہیں کہتا۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اور جوزجانی نے کہا کہ عبید اللہ بن موسیٰ بڑا بد مذہب اور غلو کرنے والا اور عجیب امور کا روایت کرنے والا ہے۔ کہا حاکم نے میں نے سنا قاسم بن قاسم سیاری کو میں نے سنا ابو مسلم بغدادی حافظ کو کہ کہتے تھے عبید اللہ بن موسیٰ متروکین میں سے ہے۔ امام احمد نے اس کو تشیع کے سبب میں ترک کر دیا ہے۔ ساجی نے کہا کہ وہ صدوق تھا۔ مگر تشیع میں غلو کرتا تھا۔ انتہیٰ

علی بن الجعد قال هارون بن سفیان المستمی کنت عند علی بن الجعد فذکر عثمان فقال اخذ من بیت المال مائة الف درهم لغیر حق وقال العقیلی قلت لعبد الله بن احمد لم لم تکتب عن علی بن الجعد قال نهانی ابی و کان یبلغ عنه انه یتناول الصحابة.

(تهذیب التهذیب جز سابع ص۲۰۶)

ترجمہ:...کہا ہارون بن سفیان مستمی نے کہ میں علی بن جعد کے پاس تھا۔ اس نے حضرت عثمان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بیت المال سے ناحق ایک لاکھ درہم لے لیا۔ اور کہا عقیلی نے کہ میں نے عبد اللہ بن احمد سے پوچھا کہ آپ علی بن جعد سے حدیثیں کیوں نہ لکھیں۔ فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے منع کر دیا اور اسے علی بن جعد کی نسبت یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ صحابہ کرام کو برا کہتا ہے۔ انتہیٰ

عوف بن ابی جمیله قال لانصاری رأیت داؤد بن ابی هند یضرب عوفاً ویقول ویلك یا قدری وقال فی المیزان قال بندار وهو یترأ لهم حدیث عون لقد کان قدریا رافضیا شیطاناً (تهذیب التهذیب جز ثامن ص۱٦۷)

ترجمہ:...کہا انصاری نے کہ میں نے دیکھا داؤد بن ابی ہند کو کہ مارتا تھا عوف کو اور کہتا تھا عذاب ہو تجھ پر اے قدری۔ اور میزان الاعتدال میں ہے کہ کہا بندار نے اور وہ ان کے آگے عوف کی حدیث پڑھتا تھا۔ وہ بے شک قدری رافضی شیطان تھا۔ انتہیٰ

محمدبن جحادة الكوفی- قال ابوعوانة كان يغلوا فی التشيع نقله عنه العقيلی (تهذيب التهذيب، جزء تاسع ص۹۲)

ترجمہ:... عقیلی نے ابوعوانہ سے نقل کیا جو کہ محمد بن جحادہ وہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔ انتہے

محمدبن فضيل بن عزوان- قال ابوداؤد كان شيعيا محترقا وذكره ابن حبان فی الثقات وقال كان يغلو فی التشيع (تهذيب التهذيب جز تاسع ص۴۰۶)

ترجمہ:... کہا ابوداؤد نے کہ محمد بن فضیل سخت شیعہ تھا۔ ابن حبان نے اُسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔ انتہے

مالك بن اسمعيل - تتمة كلام ابن سعد وكان ابو غسان صدوقا شديد التشيع (تهذيب التهذيب - جزء عاشر ص۴)

ترجمہ:... ابن سعد کے کلام کا تتمہ ہے کہ ابوغسان (یعنی مالک بن اسماعیل) صدوق مگر سخت شیعہ تھا۔ انتہی

حكم بن عتبه، سالم بن ابی الجعد، حبيب بن ابی ثابت، منصور بن المعتمر، كتاب المعارف، سفيان ثوری، شعبه بن الحجاج، هشيم، سليمان التيمی، هشام بن عمار، مغيره صاحب ابراهيم، معروف بن خربوذ. (كتاب المعارف، مطبوعه مصر، ص۲۰۶)

محمد بن عبدالله القطان، عن محمد بن جرير الطبری وغيره رافضی معتزلی. (ميزان الاعتدال، جلد ثالث ص۸۵)

ترجمہ:... محمد بن جریر طبری وغیرہ سے روایت ہے کہ محمد بن عبداللہ قطان رافضی معتزلی تھا۔ انتہی

صحیح بخاری کے قدریہ رواۃ

ثور بن يزيد الحمصی قال عثمان الدارمی عن دحيم ثور بن يزيد ثقة وما رأيت احدًا يشك انه قدری قال عبدالله بن احمد عن ابيه ثور بن يزيد

الکلام کان یری القدر و کان اهل حمص نفوه لاجل ذلك ولم یکن به باس و قال أبو مسهر عن عبد الله بن سالم ادرکت اهل حمص وقد اخرجوا ثور بن یزید وأحرقوا داره لکلامه فی القدر وقال ابن معین کان مکحول قدریا ثم رجع وثور بن یزید قدری (تهذیب التهذیب، جزء ثانی ص ۳۵)

ترجمہ:... عثمان دارمی نے دحیم سے روایت کی کہ ثور بن یزید ثقہ ہے۔ میں نے کسی نہیں دیکھا کہ اس کے قدری ہونے میں شک کرتا ہو۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ثور بن یزید قدری تھا۔ اسی وجہ سے شہر حمص کے لوگوں نے اسے نکال دیا تھا۔ اور اس سے روایت کرنے میں کچھ ڈر نہیں۔ ابو مسہر نے عبداللہ بن سالم سے روایت کی کہ میں نے اہل حمص کو دیکھا کہ انہوں نے قدر میں کلام کرنے کے سبب ثور بن یزید کو نکال دیا تھا اور اس کا گھر جلا دیا تھا۔ ابن معین نے کہا کہ مکحول قدری تھا۔ پھر اس نے اپنے عقیدے سے رجوع کیا اور ثور بن یزید قدری ہی رہا۔ انتہیٰ

حسان بن عطیة الحاربی - قال ابن خیثم عن ابن معین کان قدریا وقال سعید بن عبد العزیز هو قدری. (تہذیب التہذیب جزء ثانی ص ۲۵۱)

ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے روایت کی کہ حسان بن عطیہ قدری تھا اور سعید بن عبدالعزیز نے کہا کہ وہ قدری ہے۔ انتہیٰ

حسن بن ذکوان قال یحیی بن معین و کان قدریا قال الأجری عن ابی داؤد کان قدریا قلت زعم قوم انه کان فاضلا قال ما بلغنی عنه فضل. (تهذیب التهذیب، جزء ثانی، ص ۲۷۷)

یحییٰ بن معین نے کہا کہ حسن بن ذکوان قدری تھا۔ آجری سے بروایت ابوداؤد کہا کہ وہ قدری تھا۔ میں نے کہا۔ ایک گروہ نے گمان کیا کہ وہ فاضل تھا۔ جواب دیا کہ مجھے اس کی فضیلت کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ انتہیٰ

زکریا بن اسحاق قال ابن معین کان یری القدر. (تهذیب التهذیب جزء ثالث، ص ۲۹۲)

ترجمہ:...کہا ابن معین نے کہ زکریا بن اسحاق قدری تھا۔ انتہے

شعل بن عباد المکی قال الأجری عن ابی داؤد ثقة الا انه یری القدر.

(تهذيب التهذيب جزء رابع ص ٣٠٦)

ترجمہ:...آجری ابوداؤد سے روایت کی کہ شغل بن عباد ثقہ مگر قدری تھا۔

شريك بن عبدالله بن ابی نمر قال الساجی کان یری القدر.

(تهذيب التهذيب جزء رابع ص ٣٣٨)

ترجمہ:...شریک بن عبداللہ قدری تھا۔

عبدالله بن عمرو ابو معمر قال یعقوب بن شيبة كان ثقة ثبتا صحيح الكتاب وكان یقول بالقدر قال ابوداؤد وكان الازدی لا یحدث عن ابی معمر لاجل القدر وكان لا یتكلم فيه، قال العجلی ثقة وكان یری القدر قال ابن خراش كان صدوقا وكان قدريا. (تهذيب التهذيب جزء خامس ص ٣٣٦)

ترجمہ: یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو ثقہ ثبت صحیح الکتاب تھا اور قائل بالقدر تھا۔ ابوداؤ نے کہا کہ ازدی قدر کے سبب ابو معمر سے حدیث نہ کرتا تھا اور میں کلام نہ کرتا تھا۔ عجلی نے کہا کہ وہ ثقہ وقدری تھا۔ ابن خراش نے کہا کہ وہ صدوق وقدری تھا۔ انتہیٰ

عبدالله بن ابی لبید المدنی قال ابن سعد كان من العباد المنقطعين وكان يقول بالقدر (تهذيب التهذيب جزء خامس ص ٣٧٢)

ترجمہ:...ابن سعد نے کہا کہ عبداللہ بن ابی لبید تارک الدنیا عابدوں میں سے تھا اور قدر کا قائل تھا۔ انتہیٰ

عبدالله بن ابی نجیح قال الساجی عن ابن معين كان مشهورا با لقدر عن احمد بن حنبل قال اصحاب بن ابی نجیح قدرية كلهم

(تهذيب التهذيب جزء سادس ص ٥٤)

ترجمہ:...ساجی نے ابن معین سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی نجیح قدر میں مشہور تھا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ابن ابی نجیح کے اصحاب سب کے سب قدری تھے۔

(میزان الاعتدال جلد ثانی ص ۸۹)

قال یحییٰ کان رؤس الدعاۃ الی القدر انتہٰی

ترجمہ:...یحیٰی نے کہا کہ وہ قدریہ کی طرف بلانے والوں کے سربراہوں میں سے تھا۔

عبد اعلیٰ بن عبدالاعلے. قال احمد کان یرٰی القدر.

(تھذیب التھذیب جزء سادس ص٩٦)

ترجمہ:...امام احمد نے فرمایا کہ عبدالاعلیٰ قدری تھا۔انتہیٰ

عبد الرحمن بن اسحاق بن عبدالله (خت) قال علی سمعت سفیان سئل عنه فقال کان قدریا نفاہ أھل المدینة قال ابن المدینی کان یری القدر ولم یحمل عنه اھل المدینة (تھذیب التھذیب جزء ساوس ص١٣٨)

ترجمہ:...کہا علی نے کہ سنا میں نے سفیان کو کہ پوچھے گئے عبدالرحمٰن کے بابت پس جواب دیا کہ وہ قدری تھا۔اس لئے اہل مدینہ نے اسکو نکال دیا تھا۔کہا ابن مدینی نے کہ وہ قدری تھا۔اہل مدینہ نے اس سے روایت نہیں کی۔انتہیٰ

عبدالوارث بن سعید التنوری قال (ابن حبان) و کان قدریا متقنا فی الحدیث، قال الساجی کان قدریا صدوقا. قال ابن معین ثقة الا انه کان یری القدر ویظھرہ. (تھذیب التھذیب جزء سادس ص٤٤٣)

خلاصہ یہ کہ عبدالوارث بقول ابن حبان وساجی وابن معین قدری تھا۔

عطاء ابن ابی میمونه قال حماد بن زید والبخاری وابن سعد والجوزجانی کان یری القدر. (تھذیب التھذیب جزء سابع ص٢١٦)

ترجمہ:...حماد بن زید اور بخاری اور ابن سعد اور جوزجانی نے کہا کہ عطاء بن ابی میمونہ قدری تھا۔انتہیٰ

عمر بن ابی زائدة - قال احمد ھو فی الحدیث مستقیم و کان یری القدر وقال یحیی القطان کان یری القدر (میزان الاعتدال مجلد ثانی ص٢٥٧)

یعنی عمر کو بقول احمد ویحیٰی قطان قدری تھا۔انتہیٰ

عمران بن مسلم القصیر قال یحیی و کان عمران یری القدر.

(میزان الاعتدال مجلد ثانی ص ۲۸۰)

ترجمہ:... یحیٰی نے کہا کہ عمران قدری تھا۔ انتہٰی

عمیر بن ھانی قال ابوداؤد کان قدریا (تھذیب التھذیب جزء ثامن ص ۱۵۰)

ترجمہ:... ابوداؤد نے کہا کہ عمیر قدری تھا۔ انتہٰی

کھمس بن المنھال. ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان یقول بالقدر، قال الساجی کان قدریا ضعیفا لم یحدث عنہ الثقات.

(تھذیب التھذیب جزء ثامن ص ۴۵۱)

ترجمہ:... کہمس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ قدری تھا۔ ساجی نے کہا کہ وہ قدری وضعیف تھا۔ ثقات نے اس سے روایت نہیں کی۔ انتہے

محمد بن سواء البصری قال الازدی فی الضعفاء کان یغلو فی القدر وھو صدوق. (تھذیب التھذیب جزء تاسع ص ۲۰۸)

ترجمہ:... ازدی نے ضعفاء میں کہا کہ محمد بن سواء قدر میں غلو کرتا تھا۔ اور وہ صدوق ہے۔ انتہی

ھارون بن موسی الاعور الغوی- قال سلیمان بن حرب ثنا ھارون الاعور وکان شدید القول فی القدر. (تھذیب التھذیب جزء حادی عشر ص ۱۴)

ترجمہ:... کہا سلیمان بن حرب نے کہ حدیث کی ہم سے ہارون اعور نے اور وہ سخت قدری تھا۔ انتہے

ھشام الدستوائی قال العجلی بصری ثقة ثبت فی الحدیث حجة الا انہ یری القدر (تھذیب التھذیب جزء حادی عشر ص ۴۴)

ترجمہ:... کہا عجلی نے کہ ہشام بصری ثقہ فی الحدیث حجت ہے مگر وہ قدری ہے۔ انتہٰی

یحیی بن حمزة الحضری قال الدوری عن ابن معین کان قدریا قال الاجری عن ابی داؤد ثقة قلت کان قدریا قال نعم.

(تھذیب التھذیب جزء حادی عشر ص ۲۰۰)

ترجمہ:...دوری نے بروایت ابن معین کہا کہ یحیٰ قدری تھا۔ آجری سے بروایت ابی داؤد کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا وہ قدری تھا۔ کہنے لگے ہاں۔ انتہیٰ

(کتاب المعارف ص ۲۰۷)

همام بن یحیی ثور بن زید خالد بن معدان.

معاذ بن هشام بن ابی عبدالله الدستوائی قال الحمیدی بمکة لماقدم معاذ بن هشام لا تسمعوا من هذا القدری.

(میزان الاعتدال مجلد ثالث ص۱۷۹)

ترجمہ:...جب معاذ بن ہشام مکہ میں آیا۔ تو حمیدی نے کہا۔ اس قدری سے حدیث نہ سنو۔ انتہیٰ

صحیح بخاری کے خوارج رواۃ

عکرمه مولی ابن عباس قال علی بن المدینی کان عکرمة یری رای نجدة وقال یحیی بن معین انما لم یذکر مالك بن انس عکرمة لان عکرمة کان ینتحل رأی الصفریة وقال عطاء کان اباضیا

(تهذیب التهذب جزء سابع ص ۲۶۷)

ترجمہ:...علی بن مدینی نے کہا کہ عکرمہ نجدہ (نجدۃ بن عامر) الحروری من رؤس الخوارج زائغ عن الحق ذکر الضعف الجوزجانی (میزان الاعتدال مجلد ثالث ص ۲۲۸) یعنی نجدہ بن عامر حروری خوارج کے سرداروں میں سے اور حق سے برگشتہ تھا۔ کتاب الضعفاء للجوزجانی میں اس کا ذکر ہے۔ انتہیٰ) کی رائے کو پسند کرتا تھا۔ اور یحیٰ بن معین نے کہا کہ مالک بن انس نے عکرمہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ عکرمہ صفریہ (صفریه بالضم والکسر گروهے است از خوارج منسوب بعبدالله بن صفاریا بسوے زیاد بن اصفریا بدا نجهت که زرد رنگ اندیا بجهت خالی شدن ایشان از دین (منتهی الارب) کے رائے سے منسوب تھا۔ اور عطا نے کہا کہ اباضی (یہ خوارج کا ایک فرقہ ہے۔ جو عبداللہ بن اباض کے اصحاب ہیں جس نے مروان بن محمد کے عہد میں خروج کیا) تھا۔ انتہیٰ

ولید بن کثیر قال الأجری عن ابی داؤد ثقة الا انه اباضی، وقال الساجی

وكان اباضيا ولكنه كان صدوقا

(تهذيب التهذيب. جزء حادی عشر ص۱۴۸)

ترجمہ:...آجری نے بروایت ابوداؤد کہا کہ ولید ثقہ مگر اباضی تھا۔ اور ساجی نے کہا کہ وہ اباضی مگر صدوق تھا۔ انتہی

عمران بن حطان قال يعقوب بن شيبه ادرك جماعة من الصحابة وصار فی اخرامره ان رأيه رأى الخوارج (تهذيب التهذيب جز ثامن ص۱۲۷)

ترجمہ:...یعقوب بن شیبہ نے کہا۔ کہ عمران نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا۔ اور آخرکار خارجی بن گیا۔ انتہی

داؤد بن الحصين ذكره ابن حبان فی الثقات وقال كان يذهب مذهب الشراة. (تهذيب التهذيب جزء ثالثص۱۸۱)

ترجمہ:...داؤد بن حصین کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ شراۃ (شراة كقضاة فرقة الخوارج متموا بذلك من شرى زيد اذا غطب و لج ارمن قولهم شريد انفسنا فی طاعة الله ى بعناها بالجنة حين فارقنا الأئمة الجائرة (منتهى الارب) کا مذہب رکھتا تھا۔ انتہی

صحیح بخاری کے جہمیہ رواۃ

(یعنی جہم بن صفوان کے اصحاب برید صفات الٰہی کی نفی کرتے ہیں اور قران کو مخلوق کہتے ہیں)

بشر من السرى قال الحميدى جهمى لايحل ان يكذب عنه.

(ميزان الاعتدال ص۱۴۸)

ترجمہ:...کہا حمیدی نے کہ بشر بن سری جہمی ہے۔ اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں۔ انتہی

فطر بن خليفه كان احمد بن حنبل يقول هو خشبى مفرط.

(تهذيب التهذيب جزء ثامن ص۳۰۱)

ترجمہ:...امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ فطر بن خلیفہ پرلے درجہ کا خشبی تھا۔ انتہی

صالح الوحاظی قال العقیلی حمصی جهمی.

(تهذیب التهذیب جزء حادی عشر ص ۲۲۰)

ترجمہ:...کہا عقیلی نے کہ یحییٰ بن صالح وحاظی حمص کا رہنے والا جہمی ہے۔ انتہیٰ

علی بن الجود قال مسلم ثقة لکنه جهمی.

(میزان الاعتدال مجلد ثانی ص۲۱۹)

ترجمہ:...کہا مسلم نے کہ علی بن جود ثقہ ہے مگر جہمی ہے۔ انتہے

صحیح بخاری کے راوی جنہوں نے مسئلہ لفظ میں توقف کیا

علی (خشبیہ محرکہ قومے است از جهمیه (منتهی الارب) بن ابی هاشم کتب عنه ابو حاتم ولم یحدث عنه وقال ما علمته الا صدوقاً ترک الناس حدیثه لأنه کان یتوقف فی القرآن.

(تهذیب التهذیب، جزء سابع ص ۲۹٤)

ترجمہ:...ابو حامد نے علی بن ابی ہاشم سے حدیثیں لکھیں مگر اس سے روایت نہیں کیں اور کہا کہ میں تو اسے صدوق جانتا ہوں۔ لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے کیونکہ وہ قرآن میں توقف کرتا تھا۔ انتہیٰ

اسمائے مندرجہ بالا کے سوا صحیح بخاری کے اور بھی بہت سے مبتدعین رواۃ ہیں جنہیں بخوف طوالت پس انداز کیا گیا ہے۔

اب بنارسی اور اس کے ہم مشرب اصحاب سے معترض بطریق الزام یہ سوال کر سکتا ہے کہ امام بخاری جنہوں نے مرجئہ وقدریہ وروافض وخوارج کی روایات کو صحیح سمجھ کر اپنی صحیح میں جگہ دی وہ خود کیسے ٹھہرے۔ اور ان کی صحیح جیسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے وہ کہاں تک قابل اعتماد رہی۔

اخیر میں ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ایک جماعت ضعیف ومجہول راویوں کی بھی ہے۔ مگر جب تک بنارسی ہمارے پہلے سوال کا جواب نہ دے لے۔ ہم اس بحث کو ملتوی رکھتے ہیں۔ اور یہاں صرف دو ایک حوالوں پر کفایت کرتے ہیں۔ طاعلی

قاری حنفی نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر شرح مسمی بہ مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبتہ الفکر میں لکھتے ہیں۔

فان الذین انفرد البخاری بهم اربعمائة وخمسة وثلاثون رجلا والمتکلم فیهم منهم بالضعف نحو من ثمانین رجلا والذین انفرد بهم مسلم ستمائة وستون رجلا والمتکلم فیهم منهم مأة وستون رجلا کذا ذکره السخاوی فی شرح الفیة العراقی (الجرح علی البخاری ص ۳۵)

جوراوی امام بخاری کے ساتھ مخصوص ہیں وہ سب ہیں جن میں سے راوی ضعیف ہیں۔ اور جوراوی امام ۲۶۰ ہیں جن میں سے ۱۶۰ ضعیف ہیں ایسا ہی ذکر کیا ہے سخاوی نے شرح الفیہ عراقی ہیں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال (مجلد ثالث ص ۳) میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفی رواة الصحیحین عدد کثیر ماعلمنا ان احدا نص علی توثیقهم یعنی صحیح بخاری وم و مسلم کے راویوں میں ایک بڑی جماعت ایسی ہے کہ ہمیں معلوم نہیں۔ کسی نے ان کی توثیق کی تصریح کی ہو۔ انتہے۔

یہی وجوہ ہیں جن کے سبب صحیح بخاری کو مجرد صحیح یا اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہیں کہہ سکتے۔ جسے تفصیل مقصود ہو۔ وہ الجرح علی البخاری کا مطالعہ کرے

اند کہ با تو بگفتم و بدل ترسیدم

کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

اعتراض نمبر ۷:

عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول کہ امام ابوحنیفہ کی رائے میں موازنہ کرو

۲۲۷: ... سمعت أبی یقول عن عبد الرحمن بن مهدی أنه قال: من حسن علم الرجل أن ینظر فی رأی أبی حنیفة.

ترجمہ:... عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی کے علم کی خوبی میں سے یہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے میں غور کرے۔

(کتاب السنہ، ج۱،ص ۱۸۰، رقم نمبر ۲۲۷)

جواب:

عبدالرحمٰن بن مہدی کی اس عبارت میں امام اعظم ابوحنیفہؒ پر کوئی اعتراض نہیں آتا بلکہ اُن کی رائے کی تائید ہوتی ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں غور کرنے کو آدمی کے علم کی خوبی بتارہے ہیں چنانچہ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے دوسرے اقوال سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ امام ابن مہدی تو امام صاحب کے عقیدت مند تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں:

عن صدقة قال سمعت عبد الرحمن بن مهدی قال كنت نقالا للحدیث فرایت سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینة امیر العلماء و شعبة عیاد الحدیث وعبد الله ابن المبارك صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابا حنیفة قاضی قضاة العلماء

(مناقب مؤفق، ج۲ ص ۴۵)

صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں تو حدیث نقل کرنے والا ہوں اور میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ہے کہ وہ علماء میں امیر المومنین ہیں۔ اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ عیار الحدیث اور عبداللہ بن المبارک صراف الحدیث اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء اور ابوحنیفہ قضاۃ العلماء کے بھی قاضی تھے۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے امام عالی مقام کی کتنی اعلیٰ درجے کی تعریف فرمائی ہے کہ جن حضرات کی تعریف فرمائی ہے امام اعظمؒ کو ان سے بھی اعلیٰ مقام سے نوازا ہے۔

(۲) نیز کشف الآثار الشریفہ میں اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ ومَن قال لك سوى ذالك فارمه في كناسة بني سليم یعنی کہ جس نے تیرے سامنے اُس کے علاوہ کوئی اور بات کی تو اس کو بنی سلیم کی کچرا کنڈی میں ڈال دے۔

(کشف الآثار الشریفہ ج ا ص ۵۵۵)

(۳) اسی طرح کشف الآثار الشریفہ میں امام مہدی سے یہ روایت بھی منقول ہے:

حدثنا علي بن الحسن بن عبدة قال سمعت حفص بن حرب يقول: كان عبد الرحمن بن مهدى يميل فيما يسأل الى قول مالك ويفتي به و كان اكثر اعتماده على قول مالك وربما اجاب بقول ابي حنيفة واصحابه

کہ عبدالرحمٰن ابن مہدی اکثر سوالات کے جواب میں امام مالکؒ کی طرف مائل تھے۔ ان کا اکثر اعتماد امام مالکؒ ہی کے قول پر تھا۔ اور اسی پر فتوی دیتے تھے اور کبھی کبھار امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے قول پر بھی فتویٰ دیتے تھے۔

اسی وجہ سے ہمارا موقف یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی امام صاحب کے معتقد تھے اور ان کا ذکر خیر کیا کرتے تھے لہٰذا جو کچھ ایسی باتیں اُن کی طرف منسوب ہوں تو وہ مناکیر کہلائیں گی جو راویوں نے اُن کی طرف جھوٹ اور غلط منسوب کی ہوں گی۔

اعتراض نمبر ۸:

سفیان بن وکیع کا قول کہ ابوحنیفہ قرآن کو مخلوق کہتے تھے

۲۲۸:.... حدثني سفيان بن وكيع قال: سمعت عمر بن حماد بن ابي حنيفة قال: أخبرني أبي حماد بن ابي حنيفة قال: ارسل ابن ابي ليلى إلى أبي فقال له تب مما تقول في القرآن انه مخلوق وإلا اقدمت عليك بما تكره، قال فتابعه قلت: يا ابه كيف فعلت ذا؟ قال يا بني خفت أن يقدم على

فأعطيت تقية. (کتاب السنہ ج ۱ ص ۱۸۳)

ترجمہ:... عمر بن حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ میرے والد حماد بن ابی حنیفہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلی نے میرے والد (ابو حنیفہ) کو پیغام بھیجا کہ آپ جو قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مخلوق ہے اس سے توبہ کریں وگرنہ میں آپ کے ساتھ وہ معاملہ کروں گا جو آپ کو ناپسند ہوگا، حماد کہتے ہیں کہ (ابو حنیفہ نے) اُن (ابن ابی لیلیٰ) کی متابعت کی۔ میں نے پوچھا اے ابا جان آپ نے یہ کام کیسے کیا؟ کہنے لگے کہ اے بیٹا میں اُن کی سزا سے ڈر گیا اس لیے میں نے تقیہ سے کام لیا۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۱۸۳، کتاب المجروحین ابن حبان ج ۲، ص ۴۰۶)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی سفیان بن وکیع ہے یہ انتہائی مجروح ہے اس کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اس کو تلقین کرنے کی وجہ سے امام ابوزرعہ نے کہا کہ یہ متہم بالکذب ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۷۳، کتاب الضعفاء الکبیر عقیلی ج ۲، ص ۳، المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۴۱۹، ابن حبان نے کہا کہ یہ سفیان بن وکیع ترک کا مستحق ہے۔ کتاب المجروحین ج ۱ ص ۳۵۶) یہ سفیان بن وکیع تلقین قبول کیا کرتا تھا۔ الکامل فی الضعفاء ج ۴ ص ۴۸۲)

اعتراض نمبر ۹:

ایوب سختیانی کا قول کہ ابو حنیفہ ہمیں اپنی خارش نہ لگادے

۲۵۳:... حدثنی محمد بن عبد الله المخزمی، نا سعيد بن عامر قال: سمعت سلام ابن أبی مطيع يقول: كنت مع أيوب السختيانی فی المسجد الحرام فرآه أبو حنيفة فاقبل نحوه، فلما رآه أيوب قال لأصحابه: قوموا لا يعدنا بجربه، قوموا لا يعدنا بجربه.

ترجمہ:... سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں ایوب سختیانی کے ساتھ تھا ابو

ابوحنیفہ نے ان کو دیکھا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے پس جب ایوب نے اس کو دیکھا تو اپنے شاگردوں سے کہا: اُٹھ جاؤ وہ ہمیں اپنی خارش میں مبتلا نہ کرے۔ اٹھ جاؤ، ہمیں اپنی خارش میں مبتلا نہ کردے۔

(کتاب السنہ ج۱ ص۱۸۸، ۱۸۹، رقم ۲۵۳، تاریخ بغداد ج۱۳، ص۴۱۷، المعرفہ والتاریخ ج۲ ص۷۹۱، امام محمدی ص۷۸، تاریخ دمشق ج۱ ص۵۰۲، الصحیفہ من کلام ائمہ، الجرح والتعدیل علی ابی حنیفہ ص۵٤)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی سعید بن عامر الضبعی البصری ابو محمد ہے۔ اس کے متعلق علامہ زاہد الکوثری فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث میں کچھ غلطیاں ہوتی تھیں۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے۔ (تانیب الخطیب اردو ترجمہ ص ۲۶۸)

اس کا دوسرا راوی سلام بن ابی مطیع ہے۔

علامہ کوثری اس کے متعلق فرماتے ہیں:

ابن حبان نے کہا کہ جب یہ روایت میں اکیلا ہو تو اس کو دلیل بنانا جائز نہیں ہے۔

اور حاکم نے کہا:

کہ غفلت اور کمزور حافظہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

(تانیب الخطیب اردو ترجمہ ص ۲۶۸)

اعتراض نمبر ۱۰:

ابن عون کا قول کہ ابوحنیفہ سے زیادہ نحوست والا بچہ پیدا نہیں ہوا

۲۵۵:.... حدثنی محمود بن غیلان، ثنا مؤمل قال: ثنا عمرو بن قیس شریك الربیع بن صبیح قال: سمعت ابن عون یقول: ما ولد فی الاسلام مولود اشأم علی أهل الاسلام من أبی حنیفة.

ترجمہ:... عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابن عون سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ اسلام میں

کوئی بچہ ابوحنیفہ سے زیادہ اہل اسلام پر نحوست والا پیدا نہیں ہوا۔

(کتاب السنہ ج ا ص ۱۸۹، رقم ۲۵۵، تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۲۰، امام محمدی ص ۷۸، الصحیفہ ص ۶۷)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے۔اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔

مؤمل بن اسماعيل يخطئ كثير الخطاء قال البخاری منكر الحديث وقال ابو زرعة فی حديثه خطا كثير (ميزان الاعتدال ج٤ ص ٢٢٨)

بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔امام بخاری نے فرمایا یہ منکر الحدیث ہے۔اور ابوزرعہ نے کہا اس کی حدیث میں بہت غلطی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

ابن عون کا قول کہ ابوحنیفہ پیچیدہ مسائل کا جواب دیتا ہے

٢٥٦:... حدثني احمد بن عبد الله بن شبويه قال: سمعت أبي يقول: سمعت النضر ابن شميل يقول: سمعت ابن عون يقول: بلغني أن بالكوفة رجلا يجيب في المعضلات يعني أبا حنيفة.

ترجمہ:...ابن عون کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کوفہ میں ایک آدمی ہے، جو پیچیدہ مسائل کا جواب دیتا ہے۔یعنی ابوحنیفہ۔(کتاب السنہ ج ا ص ۱۸۹)

جواب:

اس قول میں اعتراض والی تو کوئی بات نظر نہیں آتی مشکل مسائل کا حل بتانا تو انسان کی خوبی میں شمار ہوتا ہے عام مسائل تو ہر مفتی بتا سکتا ہے مگر پیچیدہ مسائل بڑے بڑے عالم اور مفتی اعظم جو ہوتے ہیں وہ ہی بتاتے ہیں یہ قول امام ابوحنیفہ کی ذہانت کا اقرار کر رہا ہے۔

دوسرا جواب:

اگر اس کو اعتراض ہی بنانا ہے تو اس قول کی سند درست نہیں کیونکہ ابن عون کہتے ہیں بلغنی، مجھے یہ بات پہنچی ہے بات پہنچانے والا راوی درمیان سے غائب ہے وہ کون ہے۔ سچا ہے، جھوٹا ہے کوئی پتہ نہیں۔ ایسی سند والے قول سے امام اعظم ابو حنیفہ پر اعتراض کرنا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

اعتراض نمبر۱۲:

امام الاعمش کا قول کہ ابو حنیفہ اپنے گھر میں بھی بوجھ تھے

۲۵۷:... حدثنی عبدة بن عبد الرحیم سمعت (مُعَرَّفًا) یقول: دخل أبو حنیفة علی الاعمش یعوده فقال: یا أبا محمد لولا أن یثقل علیك مجیئی لعدتك فی کل یوم، فقال الاعمش: من هذا؟ قالوا أبو حنیفة فقال: یا ابن النعمان انت والله ثقیل فی منزلك فیکف إذا جئتنی.

ترجمہ:... معرف کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اعمش کی عیادت کرنے کے لیے اُن کے ہاں آئے اور کہنے گئے اے ابو محمد (اعمش) اگر میرا آنا آپ پر گراں نہ گزرتا تو میں روزانہ آپ کی عیادت کے لیے آجاتا پس اعمش نے کہا۔ کہ یہ کون ہے؟ کہنے گئے ابو حنیفہ ہوں۔ تو اعمش نے کہا اے نعمان کے بیٹے! اللہ کی قسم تم تو اپنے گھر میں ہی گراں (بوجھ) ہو، جب میرے پاس آؤ گے تو کیا ہوگا (یعنی زیادہ بوجھ کا سبب بنو گے)۔

(کتاب السنہ، ج ا ص ۱۹۰، رقم: ۲۵۷)

نوٹ: متن میں غلطی ہے اصل لفظ یہاں پر یہ ہونا چاہیے یا نعمان یا پھر یا ابن ثابت ہونا چاہیے۔ میرے نزدیک یا ابن ثابت ہونا چاہیے تھا۔

جواب:

امام اعمش سلیمان بن مہران الکوفی سے امام ابو حنیفہ کی تعریف و توصیف بھی منقول ہے امام ابن عبد اللہ اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ امام اعمش حج کے ارادے سے نکلے جب

مقام حیرہ پر پہنچے تو علی [redacted] مسہر کو یہ فرمایا کہ ابو حنیفہ کے پاس جاؤ اور ہمارے لئے مناسک حج لکھوا کر لاؤ۔ (الانتقاء، ص ۱۹۵)

(۲) علامہ ابن عبد البر آگے امام اعمش کا دوسرا قول نقل کرتے ہیں

عبد اللہ بن نمیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد فرماتے ہیں کہ میں نے اعمش کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا یہ مسئلہ اور اس طرح کے دیگر مسائل کے بہتر جواب نعمان بن ثابت ہی دیں گے میں دیکھتا ہوں کہ نعمان بن ثابت کے علم میں برکت دی گئی ہے۔

(الانتقاء ص ۱۹۶، تاریخ بغداد ج ۱۵ ص ۴۵۹)

(۳) ابن ابی عوام المتوفی ۳۳۵ھ اپنی سند سے نقل کرتے ہیں

حدثنی ابی قال: حدثنی ابی قال حدثنی احمد بن محمد بن سلامة قال حدثنی ابراهیم بن احمد مروان الواسطی قال ثنا سلمان بن ابی شیخ قال ثنا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفة عن ابی کامل الحنفی قال لی الاعمش لم ترك صاحبکم . یعنی ابا حنیفة، قول عبد الله بَیْعُ الْاَمَةِ طَلَاقُهَا.

قال قلت له لما حدثته أنت عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة انها ابتاعت بریرة فاعتقتها ولها زوج فخیرها رسول الله صلی الله علیه فاختارت نفسها قال لا یکون التخییر إلا والنکاح قائم فقال لی الاعمش لقد الطف. (فضائل ابی حنیفة واخباره ومناقبه ص ۹۹. ۱۰۰، رقم نمبر ۱۴۵)

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ ابو کامل الحنفی سے روایت کرتے ہیں کامل الحنفی کہتے ہیں کہ امام اعمش نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارے شیخ یعنی ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول "ربیع الامہ طلاقھا" کو کیوں چھوڑ دیا؟ ابو کامل کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ اس حدیث کی وجہ سے جو آپ ابراہیم سے وہ اسود سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہ کو خریدا پھر ان کو آزاد کر دیا اور وہ شادی شدہ تھیں تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (ان کے نکاح کے

بارے میں) اختیار دیا پس انہوں نے اپنے نکاح کے ختم کرنے کو اختیار کیا۔ فرمایا کہ نکاح کے برقرار رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار دینا اسی وقت (ممکن) ہو سکتا ہے جبکہ نکاح قائم ہو۔ تو اعمش نے فرمایا کہ یقیناً امام ابوحنیفہ نے بڑی لطافت سے کام لیا ہے۔

ناظرین آپ کے سامنے دونوں قسم کے اقوال آ گئے ہیں۔ اب آپ کی مرضی آپ جس کو چاہیں اختیار کریں۔ مگر اصول جرح وتعدیل کے مطابق ترجیح تعریف وتعدیل والے اقوال ہی کو ہو گی کیونکہ امام اعظم کوئی عام آدمی نہیں ہیں ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳:

سوار کا قول کہ ابوحنیفہ کو دین میں نرمی نہیں دی گئی

۲۵۹:... حدثنی إسحاق بن منصور الكوسج، ثنا محمد بن یوسف الفریابی قال: سمعت سفیان الثوری یقول: قیل لسوار: لو نظرت فی شیء من کلام أبی حنیفة وقضایاه فقال: کیف أقبل من رجل لم یؤت الرفق فی دینه؟

ترجمہ:... سفیان ثوری کہتے ہیں کہ سوار سے کہا گیا کہ اگر آپ ابوحنیفہ کے کلام اور فیصلوں میں غور کرتے؟ تو کہنے لگے کہ میں ایسے آدمی سے (بات) کیسے قبول کروں جس کو دین میں نرمی ہی نہیں دی گئی ہے۔ (کتاب السنہ ج ۱، ص ۱۹۰، رقم: ۲۵۹)

جواب:

علامہ زاہد الکوثری فرماتے ہیں

میں کہتا ہوں سوار بن عبد اللہ القاضی العنبری البصری اہل کوفہ کے بارے میں انتہائی متعصب اور زبان دراز تھا تو آپ اس کو چھوڑ دیں کیونکہ وہ ایسی باتیں بھی کہتا پھرتا تھا، جن سے بعد میں توبہ کرتا تھا۔ جب اس کے سامنے درست بات واضح ہو جاتی تو اس کی طرف رجوع کر لیتا تھا۔ (تانیب الخطیب مترجم اردو ص ۲۷۷)

اعتراض نمبر ۱۴۴:

عثمان البتی کا قول کہ ابوحنیفہ کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی درستگی

۲۶۰:... حدثني أحمد بن إبراهيم، حدثنا معاذ بن معاذ، سمعت عثمان البتي يقول ذات يوم ويل لأبي حنيفة هذا ما يخطى مرة فيصيب.

ترجمہ:...معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن عثمان البتی کو کہتے ہوئے سنا کہ ستیا ناس ہو ابوحنیفہ کا کبھی خطا کرتے ہیں تو کبھی درستگی۔ (کتاب السنہ ج ا ص ۱۹۱)

جواب:

یہ عثمان البتی کا پہلے دور کا قول ہوگا بعد میں جب انہوں نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے آپ کو خط لکھا اور آپ نے اس کا تفصیلی جواب دیا تو پھر آپ کے متعلق ان سے کوئی بات ایسی ثابت نہیں ہوتی۔ وہ خط مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے اپنی کتاب امام ابوحنیفہ میں ترجمہ کر کے نقل کیا ہے وہ ہم آپ کے لئے مکمل نقل کرتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری شاگرد مولانا حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

امام صاحب پر اس اعتراف کے بعد کہ وہ ائمہ مجتہدین میں صاحب مسلک واجتہاد اور تابعی ہیں اعتراضات خواہ وہ کسی بھی قسم کے ہیں تار عنکبوت ہو جاتے ہیں، اس لئے مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں گڑے ہوئے مردے اکھاڑوں، حق یہ ہے کہ امام صاحب پر اعتراضات بھی ان کے امام اعظم ہونے کی دلیل ہیں۔

امام صاحب نے علم کلام میں کون سی راہ اختیار کی عقائد میں ان کا کیا مسلک ہے اور اس پر بعض نے کیا اعتراضات کئے ہیں اس تفصیل میں جانے کی بجائے امام صاحب کا ایک خط جو انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور محدث عثمان بتی کے نام تحریر فرمایا تھا پیش کرتا ہوں اس خط سے جہاں امام صاحب کا مسلک خود ان کے قلم سے واضح ہوگا وہاں اس زمانے کے بعض علماء کی غلط فہمیوں کی طرف اشارہ ہوتے ہوئے امام صاحب پر اعتراضات کی تاریخی نوعیت بھی واضح ہو جائے گی۔

عثمان بتی امام صاحب کے زمانے کے ایک مشہور محدث تھے ان کے پاس جب امام صاحب کے متعلق غلط خبریں پہنچیں تو انہوں نے امام صاحب کو ایک دوستانہ خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ مرجیہ ہیں اور آپ کے نزدیک مومن کا ضال (گمراہ) ہونا جائز ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ امام صاحب نے جو تفصیلی جواب دیا وہ سطور ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

مکتوب امام صاحب:

ابوحنیفہ کی طرف سے عثمان بتی کو سلام علیک۔

میں آپ کی طرف اللہ وحدہ لاشریک کی حمد بھیجتا ہوں۔ بعد ازیں میں آپ کو تقویٰ و اطاعت خداوند تعالیٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا اور جزا دینے والا کافی ہے۔ میری طرف جناب کا گرامی نامہ آیا جو کچھ نصیحت آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے وہ میری خیر اور بھلائی کی وجہ سے ہے لیکن میرا خیال ہے کہ غالباً آپ کو میرے متعلق کہیں یہ معلوم ہوگیا ہے کہ ''میں مرجیہ ہوں'' اور میں مومن کو گمراہ کہنے کا قائل ہوں، اور یہ بات آپ کو بار خاطر ہے لہٰذا میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ میرا عقیدہ قرآن کریم اور دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ میرے نزدیک بدعت ہے لہٰذا میرے اس عریضہ پر غور فرمائیے۔

اگر مجھے آپ کے متعلق یہ امید نہ ہوتی کہ آپ کو میرے اس عریضہ سے اللہ تعالیٰ کچھ نفع نہیں پہنچائے گا تو میں یہ عریضہ ہرگز نہ تحریر کرتا لہٰذا آپ نے جو رائے قائم کر لی ہے اس کو ترک کیجئے اور شیطانی وساوس سے بچیئے (اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی حفاظت فرمائے اور میں اس سے اپنے لئے اور آپ کے لئے حسن توفیق اور رحمت خداوندی کو مانگتا ہوں۔

میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پیشتر انسان مشرک تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اس کا اقرار کرنے والے اسلام میں داخل ہوگئے اور مومن ہوگئے اور شرک سے بری ہوگئے اور ان کا

مال جان دوسروں پر حرام ہو گیا، اور مسلمانوں پر ان کا حق قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ اس اقرار سے قبل اس معاہدے (اقرار) کے تارک کے لئے یہ حکم نہیں تھا اور اللہ کو اس کا اسلام میں داخل ہونا مقبول تھا یا قتل یا جزیہ (یعنی اسلام کی طرف بلوانے کے لئے یہ تین شرط ہیں) اس کے بعد یعنی اسلام لانے کے بعد مومنین پر فرائض نازل ہوئے جن پر ایمان کی حالت میں عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔

اور اس کے علاوہ مثل اس کے دوسری آیات قرآنیہ موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ عمل کا ضائع کرنے والا ایمان ضائع کرنے والا (غیر مومن یا بالفاظ دیگر کافر) نہیں ہے اور اگر ایسا قرار دیا جائے گا تو بجائے ایمان کے اس کا کوئی دوسرا نام تجویز کرنا ہوگا اور ایسے لوگ حرمت وحقوق ایمان سے خارج ہو کر اپنی حالت قدیم (شرک) کی طرف لوٹ جائیں گے اور آپ اس کے فرق سے بخوبی واقف ہیں کہ لوگ ایمان میں تو مختلف المراتب نہیں، ہاں عمل میں مختلف المراتب ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ

تمہارے لئے اسی دین کو مقرر کیا ہے۔ جس کی وصیت حضرت نوح علیہ السلام کو کی تھی اور جو کچھ آپ کی طرف ہم نے وحی کیا اور جس کی حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفریق پیدا نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ ایمان باللہ رسول کی ہدایت مثل فرائض اعمال کے نہیں ہے یعنی یہ دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں معلوم نہیں آپ کو یہ اشکال کہاں سے پیدا ہو گیا، آپ ایک شخص کو جو فرائض سے ناواقف ہو مومن کہہ سکتے ہیں بس ایسا شخص فرائض کے لحاظ سے جاہل اور تصدیق کے اعتبار سے مومن ہے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ اطلاقات کیے ہیں کیا آپ اس شخص کو جو خدا اور اس کے رسول کے پہچاننے میں گمراہ ہو اس شخص کے برابر قرار دیں

گے جو مومن ہو لیکن اعمال سے ناواقف ہو اللہ تعالیٰ نے فرائض کی تعلیم کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (الآیۃ)

اگر ایک گمراہ ہو (بھول گئی ہو) تو دوسری یاد دلا دے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ارشاد فرمایا

فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (الآیۃ)

جب میں نے یہ کام کیا تھا تو میں گمراہ (ناواقف تھا)

اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جو اس دعوے کے لئے دلیل قاطعہ ہیں اور احادیث تو اور بھی زیادہ واضح ہیں۔ کیا آپ گفتگو کرتے ہوئے کہتے نہیں ہیں ''مومن ظالم، مومن مخطی، مومن عاصی، مومن جاہل، مومن مذنب''۔ یہ ہوتا ہے کہ مومن ناواقف ہے لیکن گنہگار ہے (یعنی ناواقفیت کی وجہ سے لیکن بایں ہمہ عاصی ہے) اور خطا کار ہو لیکن ایمان کی وجہ سے باہدایت ہو۔ خطا کار بھی اور گمراہ بھی ہو جب ہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے زعم باطل میں فرق کرکے) اپنے والد محترم کو کہہ دیا تھا۔

اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

ہمارا باپ کھلی گمراہی میں ہے۔

یعنی اس معاملہ میں بھی وہ گمراہی میں مبتلا ہیں نعوذ باللہ یہ آپ پر اعتراض نہیں ہے حاشا للہ آپ خود قرآن کے بڑے عالم ہیں یعنی اس تقریر سے مقصود آپ پر اعتراض نہیں بلکہ الفاظ اور معانی اور حقائق کے فرق کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

(اور ملاحظہ فرمایئے) حضرت عمرؓ حضرت علیؓ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے تو اس کے یہ معنی تھے کہ وہ صرف ان لوگوں کے امیر تھے جو فرائض اور اعمال کے پابند تھے۔ حضرت علیؓ نے اہل شام کو جو ان سے لڑے تھے) مومن کہا، کیا قتل سے بڑھ کر کوئی گناہ ہے جو لوگ قتل کے مرتکب ہوئے، کیا آپ قاتلین، مقتولین دونوں کو برسر حق قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ صرف ایک کو (یعنی حضرت علیؓ اور طرفداران علی کو) برسر حق تسلیم کریں گے تو

دوسرے فریق کو کیا کہیں گے اس کو خوب سمجھ لیجئے اور غور کر لیجئے کہ میرا یہ قول ہے (اہل القبلة مومنوں) اہل قبلہ مومن ہیں۔ میں کسی فرض کے ترک کی وجہ سے کسی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں جس نے تمام فرائض کو ادا کیا وہ اہل جنت ہے اور جس نے ایمان و عمل دونوں کو ترک کر دیا وہ کافر اور دوزخی ہوا اور اگر کسی مومن نے کوئی فرض ترک کر دیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے اس کی مغفرت کر دے اور چاہے اس کو عذاب دے۔

میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپس کا اختلاف اللہ تعالیٰ اس سے بہتر واقف ہے اس بارے میں مجھے آپ کی رائے نہیں معلوم کہ کیا ہے اور آپ اہل قبلہ کو ترک فرائض کی وجہ سے کیا کہتے ہیں۔ میں نے جو کچھ عرض کیا وہی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک ہے اور وہی سنت ہے اور وہی فقہ ہے حضرت نافع نے بھی فرمایا ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے اور عبدالکریم نے طاؤس سے اور انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہی حضرت علیؓ کا ارشاد ہے اور انہوں نے اپنی کتاب القضاء میں دونوں جماعتوں کو مومن کہا ہے اور یہی عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا ہے۔ اسی قول کو میں نے اہل عدل سے اخذ کیا ہے۔

اگر مجھے کلام کے طویل ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی تسلی خاطر کے لئے اور زیادہ بسط سے تحریر کرتا پھر اگر آپ کو شک رہے اور اہل بدع میری طرف سے آپ کو اور کوئی چیز منسوب کر کے بتلائیں تو آپ اس کی اطلاع مجھے ضرور دیں میں ان شاء اللہ اس کا جواب دوں گا۔

والله المستعان رزقنا الله منقلبا كريما وحياة طيبة والسلام عليك و رحمة الله وبركاته والحمد لله رب العالمين و السلام على سيدنا محمد و اله و اصحابه اجمعين (معجم المصنفين ص ١٩٢ تا ١٩٦ ج ١)

اعتراض ۱۵:

عباد بن کثیر کا قول کہ ابوحنیفہ کے نزدیک وہ شخص بھی مسلمان ہے جو کعبۃ اللہ کی صحیح تعیین نہ کرے

۲۷٤:... حدثني أبي حدثنا مؤمل بن إسماعيل، نا سفيان قال: حدثني عباد بن كثير قال: قال لي عمر بن سل أبا حنيفة عن رجل قال أنا أعلم أن الكعبة حق، وأنها عز وجل ولكن لا أدري أهي التي بمكة أو التي بخراسان؟ أمؤمن هو؟ قال: مؤمن فقال لي: سله عن رجل قال: أنا أعلم أن محمدًا صلى الله عليه وسلم حق وانه رسول ولكن لا أدري أهو الذي كان بالمدينة أم محمد آخر ا مؤمن هو؟ قال: مؤمن.

ترجمہ:... عباد بن کثیر کہتے ہیں کہ عمر بن ...... نے مجھے کہا کہ ابوحنیفہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھو جو کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ کعبہ حق ہے اور یہ کہ وہ اللہ کا گھر ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ کیا یہ وہی ہے جو مکہ میں ہے یا وہ جو خراسان میں ہے۔ کیا وہ مومن ہے؟ تو ابوحنیفہ نے کہا کہ مومن ہے۔ اور مجھے کہا کہ اُن سے پوچھو اس آدمی کے بارے میں جو کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور یہ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ وہی ہیں جو مدینہ میں تھے یا دوسرے محمد ہیں۔ تو کیا یہ آدمی مومن ہے؟ (ابوحنیفہ نے) کہا کہ مومن ہے۔ (کتاب السنہ ج اص ۱۹۴، رقم: ۲۷۴)

جواب:

اس قول کی سند درست نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی عباد بن کثیر ہے۔ سفیان ثوری نے عباد بن کثیر کو جھوٹا بتلایا ہے اور اس سے روایت کرنے کو منع کیا ہے۔

(تقریب ج ۲ ص ۲۳۱)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں نہ ہی ثقہ ہے، نہ ہی کوئی چیز۔ اور اس کی سند میں دوسرا راوی مومل بن اسماعیل بھی ہے جس کے متعلق امام بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ اور زرعہ نے کہا کہ اس کی حدیث میں کثیر خطاء ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے کہا گندے حافظے والا ہے

(تقریب التہذیب، ج ۲ ص ۲۳۱)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اپنی دوسری کتاب تہذیب التہذیب میں مومل بن اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں

کہ سلیمان بن حرب نے کہا اہل علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے رکے رہیں۔ کیونکہ یہ ثقات سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ امام ساجی نے کہا ہے کہ سچا ہے لیکن کثیر الخطاء ہے۔ ابن سعد نے کہا کثیر الغلط ہے، دار قطنی نے کہا ثقہ ہے لیکن کثیر الخطاء ہے۔ محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ گندے حافظے والا کثیر الغلط ہے۔

ایسے ردی قول سے امام اعظم پر اعتراض کرنا حیرت کی بات ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

(بحوالہ امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ حصہ اول ص ۴۱، ۴۲)

اعتراض نمبر ۱۶:

حمزہ بن حارث کا قول کہ جو شخص کعبۃ اللہ کی صحیح تعین نہ کرے وہ بھی مسلمان ہے

۳۷۵:... حدثنی هارون بن عبد الله نا عبد الله بن الزبير الحميدی نا حمزة بن الحارث بن عمير من آل عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن أبيه قال: سمعت رجلاً يسأل ابا حنيفة فی المسجد الحرام عن رجل قال: أشهد أن الكعبة حق ولكن لا أدری هل هی هذه أم لا؟ فقال: مؤمن حقًا، وسأله عن رجل قال: أشهد أن محمدًا بن عبد الله نبی ولكن لا أدری هو الذی قبره بالمدينة أم لا؟ فقال: مؤمن حقا قال الحميدی: من قال هذا فقد كفر، قال الحميدی و كان سفيان بن عيينة يحدث عن حمزة بن الحارث.

ترجمہ:... حمزہ بن الحارث بن عمیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسجد حرام میں ایک آدمی کو امام ابو حنیفہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس آدمی کا کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کعبہ حق ہے لیکن مجھے نہیں پتہ کہ وہ کعبہ یہی ہے یا نہیں تو

(ابو حنیفہ نے) کہا کہ یہ پکا مومن ہے۔اسی طرح اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبداللہ نبی ہے لیکن نہیں جانتا کہ یہ وہ ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا نہیں تو آپ نے کہا کہ یہ پکا مومن ہے۔حمیدی کہتے ہیں جس نے یہ جملہ کہا تو وہ کافر ہو گیا۔اور حمیدی نے کہا ہے کہ سفیان بن عیینہ حمزہ بن الحارث سے روایت لیتے تھے۔

(کتاب السنہ ج ا ص ۱۹۴۔ ۱۹۵، رقم: ۲۷۵، تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۷۴، الصحیفہ ص ۱۱۳۔۱۱۴، امام محمدی ص ۵۷۔۵۸)

جواب:

یہ اعتراض خطیب بغدادی نے بھی کیا ہے ہمارے استاذ محترم نے اس کا جواب اپنی کتاب امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ حصہ اول میں دیا تھا وہ اعتراض مع جواب کے ہم نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۷: عمیر کہتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے مسجد حرام میں امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کعبہ حق ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کعبہ یہی ہے جو مکہ میں ہے یا یہ نہیں۔امام صاحب نے جواب دیا کہ وہ سچا پکا مومن ہے۔اس نے کہا اچھا اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبداللہ نبی ہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ آیا یہ وہی ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا یہ نہیں۔آپ نے کہا وہ بھی سچا پکا مومن ہے۔

امام حمیدی کہتے ہیں جو یہ بات کہے وہ کافر ہے، سفیان اس بات کو حمزہ بن حارث سے بیان کرتے تھے۔(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۲، امام محمدی ص ۵۷، ۵۸)

جواب:

اس کی سند میں ایک راوی حمیدی ہے، حنفیہ سے اس کو سخت تعصب ہے ان کی آبرو کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔خود اسی تاریخ خطیب کے ص ۴۰۷ میں حنبل بن اسحاق کے حوالہ سے یہ روایت موجود ہے کہ حمیدی امام ابو حنیفہ کی کنیت بدل کر ابو جیفہ کہا کرتا تھا۔مسجد حرام میں اعلانیہ اپنے حلقہ درس میں صاف صاف ایسا کہتا اور کچھ پروا نہ کرتا۔شریعت میں تنابز

بالالقاب (کسی کو برالقب دینا) حرام ہے۔ جو شخص اس جرم کا ارتکاب مسجد حرام میں بیٹھ کر کرتا ہے ہو اس کے تعصب کا آپ خود ہی اندازہ کر لیں، یہ شخص کمال تعصب اور بدزبانی میں مشہور ہے بلکہ امام شافعی کے شاگرد محمد بن عبدالحکیم نے تو عام گفتگو میں اس کو جھوٹا بتلایا ہے۔ اگرچہ حدیث رسول میں ثقہ کہا جاتا ہے۔ اگر یہ شخص سفیان بن عیینہ کی احادیث کا حافظ اور راوی نہ ہوتا تو لوگ اس کی بدزبانی اور شدت تعصب کی وجہ سے اس کو منہ بھی نہ لگاتے نہ اس کی احادیث کو روایت کرتے۔ اور غالباً امام شافعی نے ایک بار عبداللہ بن مبارک کے یہ اشعار پڑھ کر اسی پر اشارہ کیا ہے۔

الا یا جیفة تعلوك جیفه — واعیا قارئ ما فی صحیفه

امثلك لا هدیت و لست تهدی — یعیب اخا العفاف ابا حنیفه

تعیب مشمرا سهر اللیالی — وصام نهاره لله خیفه

وصان لسانه عن کل افك — وما زالت جوارحه عفیفه

وعض عن المحارم والمناهی — ومرضاة لا له له وظیفه

فمن کابی حنیفة فی نداه؟ — لاهل الفقر فی السنة الجحیفة

”ارے مردار جس پر دوسرا مردار سوار ہے اور پڑھنے والے کو جس کے نامہ اعمال کا پڑھنا دشوار ہے۔ تجھے ہدایت نہ ہو اور تو ہدایت پر نہیں آسکتا کیا تیرا یہ منہ ہے کہ تو پاک دامن امام ابوحنیفہ پر عیب لگاتا ہے تو ایسے شخص پر عیب لگا رہا ہے جو راتوں کو کمر کس کر نماز پڑھتا اور اللہ کے خوف سے دن کو روزہ رکھتا تھا، جس نے اپنی زبان بے ہودہ بات سے محفوظ کر لی تھی اور اس کے تو سارے ہی اعضا ہمیشہ پاک صاف رہتے تھے۔ حرام مواقع سے نگاہ کو بچاتا تھا اور اللہ کی رضا حاصل کرنا ہی اس کا وظیفہ اور مشغلہ تھا پھر قحط سالی کے زمانے میں فقراء کے اوپر سخاوت کرنے میں بھی تو ابوحنیفہ جیسا کوئی نہ تھا۔“

شارح ملل ونحل نے تو ان اشعار کو خود امام شافعی کا کلام بتایا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ امام نے بطور تمثل کے ان کو اس موقعہ پر پڑھ دیا ہے ورنہ یہ ان کا اپنا کلام نہیں بلکہ عبداللہ بن المبارک کا منظوم کلام ہے۔ بہر حال حمیدی کی فحش گوئی اور بدزبانی کے جواب میں امام شافعی کا ان

اشعار کو پڑھ دینا اور ہمارا نقل کر دینا ہی کافی ہے اس سے زیادہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

پھر اس روایت میں حمیدی کا اضطراب بھی ملاحظہ ہوں، کبھی حمزہ بن الحارث سے روایت کرتا ہے کبھی بلا واسطہ حارث سے روایت کرتا ہے اور حارث بن عمیر کے متعلق ذہبی کا فیصلہ یہ ہے۔ میرے نزدیک اس کا ضعف کھلا ہوا ہے کیونکہ ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ یہ شخص ثقات سے موضوع اور گھڑی ہوئی باتیں روایت کرتا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ شخص امام جعفر صادق اور حمید (طویل) سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ پھر یہ بات کس کی عقل میں آسکتی ہے کہ امام ابو حنیفہ ایسی صریح کفر کی بات مسجد حرام میں زبان سے نکالیں اور اس کا نقل کرنے والا ایک کذاب کے سوا دوسرا کوئی نہ ہو؟ اور اس بدترین کلمہ کفریہ پر امام صاحب کو کچھ سزا بھی نہ دی گئی ہو؟ سفید جھوٹ اسی کو کہتے ہیں۔

امام صاحب کا فتویٰ تو کعبہ کے متعلق یہ ہے کہ جس کو حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے حسن بن ابی مالک سے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص غیر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا ارادہ کرے گا کافر ہو جائے گا۔ اگرچہ غلطی سے اس نے کعبہ ہی کی طرف نماز پڑھ لی ہو۔ پھر فرمایا کہ میں نے کسی کو اس کے خلاف کہتے نہیں سنا۔

اعتراض نمبر ۱۷:

ثوری کا قول کہ ابو حنیفہ نہ ثقہ ہے نہ مامون

۲۷۷:... حدثنی محمود بن غیلان، ثنا مؤمل بن إسماعیل عن الثوری أنه ذکر عنده أبو حنیفة وهو فی الحجر فقال: غیر ثقة ولا مأمون، حتی جاوز الطواف.

ترجمہ:... مؤمل بن اسماعیل نے ثوری سے روایت کی ہے کہ ان (ثوری) کے پاس ابو حنیفہ کا تذکرہ کیا گیا جبکہ وہ حجر میں تھے تو طواف سے فارغ ہونے تک یہ کہتے رہے کہ وہ نہ ثقہ ہے اور نہ مامون۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۱۹۵، رقم نمبر ۲۷۷، الکامل فی الضعفاء ابن عدی ج ۷، رقم نمبر ۱۹۳۲، کتاب الضعفاء عقیلی ۶۱۱۰، کتاب المجروحین ج ۲ ص ۴۱۱)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مومل بن اسماعیل ہے اگر چہ بعض حضرات نے اس کی توثیق بھی کی ہے مگر امام بخاری اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اس کی روایت میں بہت زیادہ خطا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۲۸)

اعتراض نمبر ۱۸:

مالک بن انس کا قول کہ جس شہر میں ابوحنیفہ ہو اس میں رہنا نہیں چاہیے

۲۹۴:... حدثنی أبو معمر عن الولید بن مسلم قال: قال مالك بن أنس: ایذکر ابو حنیفة ببلد کم؟ قلت: نعم، قال: ما ینبغی لبلد کم أن یسکن.

ترجمہ:... ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مالک بن انس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے شہر میں ابوحنیفہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو میں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے کہ پھر تو آپ کے شہر میں رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۱۹۹، رقم ۲۹۴، کتاب الضعفاء الکبیر ج ۴ ص ۲۸۱، الکامل فی الضعفاء الرجال ابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷۳، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۰، امام محمدی ص ۹۷، الصحیفہ ص ۱۲۰)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ولید بن مسلم ہے۔ یہ راوی سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ امام احمد نے کہا کہ یہ کثیر الخطاء ہے اس ولید نے امام مالک سے دس احادیث ایسی بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۱۹:

مالک بن انس کا قول کہ ابوحنیفہ سے زیادہ اسلام کے لیے نقصان دہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا

۲۹۶:... حدثنی الحسن بن الصباح البزار، حدثنی الحنینی عن مالك

بن انس قال: ما ولد فی الاسلام مولود أضر علی أهل الاسلام من أبی حنیفة وکان یعیب الرأی.

ترجمہ:...مالک بن انس کہتے ہیں کہ اسلام میں کوئی بچہ ابوحنیفہ سے زیادہ اسلام کے لیے نقصان دہ پیدا نہیں ہوا۔اور (مالک بن انس) رائے یعنی قیاس کو برا مانتے تھے۔

(کتاب السنۃ ج ۱ ص ۲۰۰)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی اسحاق بن ابراہیم الحنینی ہے یہ ضعیف ہے۔

اعتراض نمبر۲۰:

حماد بن زید کا قول کہ ابوحنیفہ نے حدیث کی مخالفت کی

۲۹۷:... حدثنا إبراهيم بن الحجاج الناجی، ثنا حماد بن زید قال: جلست إلی أبی حنیفة بمکة فجاءه رجل فقال: لبست النعلین، أو قال لبست السراویل وأنا محرم، أو قال: لبست الخفین وأنا محرم - شك إبراهيم - فقال أبو حنیفة: علیك دم، فقلت للرجل: وجدت نعلین أو وجدت ازارًا؟ قال: لا، فقلت: یا أبا حنیفة ان هذا یزعم أنه لم یجد، قال: سواء وجد أو لم یجد، قال حماد: فقلت: حدثنا عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: السراویل/ لمن لم یجد الازار والخفین لمن لم یجد النعلین.

ترجمہ:...حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھا تھا تو ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ میں نے احرام کی حالت میں نعلین (جوتے) پہنے یا یہ کہا کہ میں نے حالت احرام میں خفین (موزے) پہنے ابراہیم کو شک ہے کہ کون سے الفاظ بولے تو ابوحنیفہ نے کہا کہ تجھ پر دم واجب ہے۔تو میں نے اس آدمی سے کہا کہ کیا آپ نے نعلین یا ازار پایا؟ تو اس نے کہا کہ نہیں۔تو میں نے ابوحنیفہ سے کہا کہ اس آدمی کا گمان یہ ہے کہ اس نے پایا نہیں تو ابو

حنیفہ کہنے لگے کہ برابر ہے اس نے پایا ہو یا نہ پایا ہو۔ حماد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عمرو بن دینار نے عن جابر ابن زید عن ابن عباس وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ سراویل (پائے جامے یا شلوار) اس کے لیے ہے جس کو ازار نہ ملے اور خفین اس کے لیے جس کو نعلین (جوتی) نہ ملے۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۰۰، کتاب المجروحین ابن حبان ج ۲ ص ۴۰۸)

جواب:

ابن ابی شیبہ والے جواب کے تحت اس کا جواب دیکھنا ہے۔

اس قول کی سند میں ایک راوی ابراھیم بن حجاج ہے حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ عبدالرزاق سے روایت کرتا ہے اور اس سے محمود بن غیلان، یہ منکر اور مجہول راوی ہے اور اس نے ایک باطل روایت بھی بیان کی ہے (لسان المیزان ج ۱ ص ۴۵)

اعتراض نمبر ۲۱:

شریک بن عبداللہ کا قول کہ حنفی ہونے سے شراب بیچنا بہتر ہے

۳۰۵:... حدثنی منصور بن أبی مزاحم قال: سمعت شریکًا یقول: لان یکون فی کل ربع من أرباع الکوفة خمار یبیع الخمر خیر من أن یکون فیه من یقول بقول أبی حنیفة.

ترجمہ:... منصور بن مزاحم کہتے ہیں کہ میں نے شریک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہ کوفہ کے چاروں کونوں میں سے ہر ایک کونے میں شراب بیچنے والا ہوتا جو شراب بیچتا یہ بہتر تھا اس سے کہ اس (کوفہ) میں کوئی ایسا آدمی ہوتا جو ابوحنیفہ کے مذہب کا قائل ہوتا۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۵۳، رقم نمبر ۳۰۵، الکامل فی الضعفاء الرجال ابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷، کتاب المجروحین ابن حبان ج ۲ ص ۳ ۷ و ج ۲ ص ۴۱۳)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی شریک بن عبداللہ ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال میں

لکھا ہے کہ ابن مبارک نے کہا شریک کی حدیث کوئی شئی نہیں ہے۔ جوز جانی نے کہا گندے حافظے والا اور مضطرب الحدیث ہے۔ ابراھیم بن سعید جوہری نے کہا شریک نے چار سو احادیث میں غلطی کی ہے، معاویہ بن صالح نے ابن معین سے اس کا سچا ہونا اور ثقہ ہونا بیان کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۷۰)

الغرض یہ راوی متکلم فیہ ہے بعض اس کو ثقہ کہتے ہیں اور بعض اس کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ ایسی سند والے قول سے امام اعظم پر ایسی جرح کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے۔

دوسری طرف امام ابوحنیفہ کی رائے کے متعلق محدثین کا خیال یہ ہے۔

امام یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال لے لیے ہیں۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۵)

اعتراض نمبر ۲۲:

حفص بن غیاث کا قول کہ ابوحنیفہ کو میں نے چھوڑ دیا

۳۱۶:... حدثنی إبراهیم سمعت عمر بن حفص بن غیاث یحدث عن أبیه قال کنت أجلس الی أبی حنیفة فاسمعه یفتی فی المسألة الواحدة بخمسة أقاویل فی الیوم الواحد، فلما رأیت ذلك ترکته وأقبلت علی الحدیث.

ترجمہ:... عمر بن حفص بن غیاث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھتا تھا اور ان کو سنتا تھا کہ وہ ایک مسئلے میں ایک ہی دن میں پانچ اقوال کے ساتھ فتوی دیتے تھے جب میں نے یہ بات دیکھی تو ان کو چھوڑ کر حدیث کی طرف متوجہ ہوا۔

(کتاب السنہ ج ۱، ص ۲۰۵، رقم: ۳۱۶)

جواب:

یہ قول کسی کتاب میں عمر بن حفص کی سند سے مروی ہے اور کسی میں عمر کا ذکر نہیں ہے اور

دوسرے اس کی سند میں جو ابراہیم ہیں یہ ابراہیم بن سعید ہیں اور یہ مختلف فیہ راوی ہے۔
تیسرے حفص کا حدیث کی طرف متوجہ ہونا ایک اچھا امر ہے مگر اس میں یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ انہوں نے ابوحنیفہ کو چھوڑ دیا تھا وہ ساری عمر حنفی رہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا ظہور احمد الحسینی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

۸۔ امام قاضی حفص بن غیاث نخعی کوفی (۱۹۴ھ):

موصوف خلیفہ ہارون الرشید (م۱۹۳ھ) کے زمانہ خلافت میں بغداد کے قاضی رہے اور بعد میں خلیفہ نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

انہوں نے علم حدیث کی تکمیل امام ابوحنیفہ کے علاوہ امام ہشام بن عروہ، امام عاصم احول، امام سلیمان تیمی، امام یحییٰ بن سعید انصاری، امام اعمش وغیرہ اجلہ محدثین سے کی، جبکہ ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے نامور محدثین، جیسے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن مدینی، امام یحییٰ بن معین اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب المصنف وغیرہ بھی شامل ہیں۔ امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ''الحافظ، الامام'' وغیرہ القاب سے ان کے ترجمے کا آغاز کرتے ہیں۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں، حفص بن غیاث ''صاحب حدیث'' تھے اور فن حدیث کی ان کو معرفت حاصل تھی۔

امام عجلی (م۲۶۱ھ) فرماتے ہیں، یہ ثقہ، مامون اور فقیہ تھے۔

امام وکیع بن جراح (م۱۹۷ھ) سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے، ہمارے قاضی (حفص بن غیاث) کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو۔

نیز امام وکیع فرماتے ہیں کہ حفص بن غیاث نے تین چار ہزار حدیثیں اپنے حفظ سے بیان کی تھیں۔

امام ابوحاتم، امام ابن نمیر اور امام محمد بن سعد وغیرہ ائمہ حدیث بھی مختلف الفاظ میں ان کی توثیق بیان کرتے ہیں۔

(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ، ج۱ص ۲۱۷، ۲۱۸، تہذیب التہذیب، ج۱ص ۵۶۸، ۵۶۹)

علامہ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وكان حفص كثير الحديث، حافظا له ثبتا فيه، وكان ايضا مقدما عند مشائخ الذين سمع منهم الحديث. (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۹۰)

امام حفص بن غیاث کثیر الحدیث، حدیث کے حافظ اور روایت حدیث میں ثبت (پختہ) تھے، اور جن مشائخ سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی تھی، ان کے ہاں بھی یہ مقدم تھے۔

موصوف امام اعظم ابوحنیفہ کے ان خاص تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، جن پر آپ کو بہت اعتماد تھا اور جن کو آپ اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاوی (م ۹۰۲ھ) امام حفص کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

هو ابن غياث النخعي الكوفي قاضيها، بل و قاضي بغداد ايضاء وصاحب الامام ابي حنيفة الذي قال له في جماعة انتم مسار قلبي وجلاء حزني (فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث ج ۲ ص ۱۹۳)

امام حفص بن غیاث نخعی کوفی، جو کوفہ اور بغداد کے قاضی تھے، یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ کی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا تم لوگ میرے دل کی تسکین اور میرے غم کا مداوا ہو۔

حافظ عبدالقادر قرشی (م ۷۷۵ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

صاحب الامام من قال فيه الامام في جماعة انتم مسار قلبي وجلاء حزني (الجواہر المضیہ ج ۱، ص ۲۲۲)

یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور آپ کے ان تلامذہ کی جماعت میں سے ہیں کہ جن کو آپ نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے غم کا مداوا کہا تھا۔

حافظ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

حفص بن غياث معدود في الطبقة الأولى من اصحاب ابي حنيفة (مقدمہ ابن اصلاح مع شرح التقیید والایضاح، ص: ۲۲۱)

امام حفص بن غیاث، امام ابوحنیفہ کے طبقہ اولی کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ سیوطی (م ۹۱۱ ھ) رقمطراز ہیں:

القاضی حفص بن غیاث النخعی من الطبقة الأولی من اصحاب ابی حنیفة. (تدریب الراوی، ج ۲ ص ۸۵)

قاضی حفص بن غیاث نخعی امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کے طبقہ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اندازہ کریں! امام حفص جیسے محدث کبیر امام ابوحنیفہ کے طبقہ اولیٰ کے تلامذہ میں شمار ہو رہے ہیں، کیا ایسے لوگ کسی معمولی شخص کے حلقہ تلمذ میں اپنے کو شامل کر سکتے ہیں؟ مگر آپ بے بہرہ ہے، جو معتقد میر نہیں

امام حفص فرمایا کرتے تھے:

کلام ابی حنیفة فی الفقه ادق من شعر لا یعیبه الا جاهل

(سیر اعلام النبلاء، ج ۶ ص ۵۳۷)

امام ابوحنیفہ کا کلام فقہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اس میں عیب نکالنے والا صرف جاہل ہی ہو سکتا ہے۔

مورخ اسلام علامہ ابن العدیم (م ۶۶۰ ھ) نے امام حفص سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ

رأیت أبا حنیفة فی المنام فقلت له ای الآراء وجدت افضل واحسن؟ قال: نعم الرأی رأی عبدالله، و وجدت حذیفة بن یمان شحیحا علی دینه.

(بغیة الطلب فی تاریخ حلب ج۵، ص ۲۱۷۷، ۲۱۷۸)

میں نے امام ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ آپ نے کس کی رائے (فقہ) کو سب سے بہتر اور اچھا پایا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: سب سے بہتر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی رائے ہے اور میں نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو اپنے دین پر حریص پایا ہے۔ (بحوالہ امام ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۲۴۵ تا ۲۴۸)

اعتراض نمبر ۲۳:

ابراہیم کے دادا کا خواب

۳۱۷:... حدثنی إبراهیم حدثنی عمی عن أبیه قال: رأیت أبا حنیفة فی

المنام فسألته عن الرأی فکلح فقلت: فمن قال حذیفة کان شحیحًا علی دینه وذکر ابن مسعود؟

ترجمہ:...ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے میرے چچا نے اپنے والد کے واسطے سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ابوحنیفہ کو دیکھا اوران سے رائے (قیاس) کے بارے میں پوچھا تو وہ ترش رو ہوئے۔ تو میں نے کہا کہ پھر یہ کس نے کہا تھا کہ حذیفہ اپنے دین میں حیص ہے!اورابن مسعود کا ذکر بھی کیا۔ (کتاب السنہ ج ا،ص ۲۰۶)

جواب:

کتاب السنہ کا محقق اس قول کے متعلق لکھتا ہے۔ فیہ مجھول یعنی اس قول کی سند کے راوی معلوم نہیں۔ (حاشیہ رقم نمبر ۳۱۷ص ۲۰۶)

اعتراض نمبر ۲۴:

وکیع کا قول کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک آلات موسیقی توڑنے والا ضامن ہوگا

۳۲۲:... إبراهیم بن سعید قال سمعت وکیعًا یقول: کان أبو حنیفة یقول: لو أن رجلاً کسر طنبورًا ضمن.

ترجمہ:...وکیع کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کہا کرتے تھے کہ اگرکسی آدمی نے موسیقی کا آلہ (ستار، باجاوغیرہ) توڑ دیا تو ضامن ہوگا۔ (کتاب السنہ ج اص ۲۰۷)

جواب:

امام وکیع بن جراح تو آپ کے مایہ ناز اور مشہور شاگرد ہیں انہوں نے آپ جرح نہیں کی پہلے ہم آپ کا شاگرہونا ثابت کرتے ہیں پھر اس قول میں جو فقہی مسئلہ آیا ہے کہ باجا توڑنے کا کیا حکم ہونا چاہیے۔ وہ عرض کریں گے۔ مولانا ظہور احمد الحسینی آپؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

امام وکیع بن جراح (م ۱۹۷ھ):

یہ بھی ایک جلیل القدر وکثیر الحدیث محدث اور عظیم پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) ان کو الامام الحافظ الثبت، محدث العراق اور اَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْأَعْلَامُ جیسے

القاب سے یاد کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) فرماتے تھے، میری آنکھ نے وکیع جیسا شخص نہیں دیکھا اور یہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی (جوایک بلند مرتبت حافظ الحدیث تھے) سے بھی بدرجہا بڑے حافظ الحدیث تھے۔ (عقود الجمان (ص ۲۸۷)

نیز فرماتے ہیں: وکیع اپنے زمانہ میں مسلمانوں کے امام تھے۔

امام ابوحاتم رازی (م ۲۷۷ھ) کہتے ہیں کہ امام وکیع حضرت عبداللہ بن مبارک سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔ (فضائل ابی حنیفۃ، ص ۸۳، الجواہر المضیہ، ج ۲، ص ۲۲۰)

امام حماد بن مسعدہ (م ۲۰۲ھ) کا بیان ہے کہ میں امام سفیان ثوری سے بھی ملا ہوں لیکن وہ بھی وکیع بن جراح کی طرح نہیں تھے۔

امام یحیٰی بن معین (م ۲۳۳ھ) فرماتے تھے کہ امام وکیع اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعی اپنے زمانہ میں تھے۔

امام یحیٰی بن اکثم (م ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں سفر وحضر میں وکیع کے ساتھ رہا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات کوایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

علم حدیث کے یہ عظیم سپوت باجود ان سب علمی کمالات کے، حضرت امام اعظم کے شاگرد تھے۔ فقہی مسائل میں یہ آپ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ کی تمام احادیث ان کو حفظ تھیں جن کو انہوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ یاد کیا تھا۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحیٰی بن معین (۲۳۳ھ)، جو امام وکیع کے خاص شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:

ما رأيت احدا أقدمه على وكيع، وكان يفتي برائى ابى حنيفة، وكان يحفظ حديثه كله، وقد سمع من ابى حنيفة حديثا كثيرا.

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲، ص ۱۴۹)

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو وکیع بن جراح پر ترجیح دوں، اور وہ امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام صاحب کی تمام احادیث ان کو یاد تھیں اور آپ سے

انہوں نے بڑی حدیثیں سن رکھی تھیں۔

نیز فرماتے ہیں:

ما رأیت افضل من وکیع، وکان یستقبل القبلة ویحفظ حدیثه، ویقوم اللیل ویسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفة (تذکرة الحفاظ، ج ۱ ص ۲۲۴)

میں نے امام وکیع بن جراح سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، وہ قبلہ رخ ہو جاتے اور حدیث یاد کرتے، رات کو قیام کرتے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے اور فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر دیا کرتے تھے۔

علامہ محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی (م ۷۴۸ھ) صاحب مشکوٰۃ نے امام وکیع کے ترجمہ میں لکھا ہے:

کان یفتی بقول ابی حنیفة وکان قد سمع منه حدیثا کثیرا

(الاکمال مع المشکاۃ ج ۲ ص ۶۲۴)

امام وکیع، امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، اور انہوں نے امام صاحب سے بکثرت احادیث سن رکھی تھیں۔

امام صیمری (م ۴۳۶ھ) لکھتے ہیں:

فمن اخذ عنه العلم وکان یفتی بقوله وکیع بن الجراح

امام ابوحنیفہ سے جنہوں نے علم حاصل کیا اور آپ کے قول پر فتویٰ دیتے رہے، ان میں سے ایک وکیع بن جراح بھی ہیں۔

امام وکیع بن جراح خود فرمایا کرتے تھے:

مالقیت احدا افقه منٔ ابی حنیفة، ولا احسن صلاة منه

میں کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جو امام ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ اور اُن سے زیادہ اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو۔

ناظرین اس تحریر سے معلوم ہوا کہ امام وکیع بن جراح امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے اور آپ کی تعریف وتوثیق کرنے والے تھے۔ آپ سے اگر کوئی ایسی بات نقل کرے جو امام ابوحنیفہ

کے خلاف ہو تو سمجھ لو کہ یہ جھوٹی ہے غلط قسم کے راویوں نے یہ کارستانی کی ہوگی۔

باقی رہی ضامن ہونے والی بات تو فقہ حنفی کی کتابوں میں اس کی کافی تفصیل موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱)...... موسیقی کے ایسے آلات جو لہو ولعب کے علاوہ دوسرے کام بھی آسکتے ہیں تو ایسے آلات کو اگر کوئی آدمی اپنی مرضی سے بغیر حکومت کی اجازت کے توڑ دے گا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک تاوان آئے گا۔

(۲)...... اور اگر آلات لہو ولعب کے علاوہ کی صلاحیت نہیں رکھتے تو بعض فقہاء کے نزدیک تاوان نہیں آئے گا۔ مگر پھر بھی بہتر یہ ہے کہ ایسی حرکت سے باز رہے۔ جس سے ملک میں فتنہ وفساد برپا ہو جاتا ہو کیونکہ اصل ذمہ داری حکومت کی ہے۔

(۳) یہ اختلاف کی صورت بھی اس وقت ہے جب یہ آلات مسلمان کے ہوں۔ اگر یہ موسیقی کے آلات کسی غیر مسلم ذمی کے ہوں اور ان کو کسی مسلمان نے توڑ دیا ہو تو اس مسلمان کے ذمے تاوان لازمی آئے گا۔ کیونکہ یہ آلات اس ذمی کے حق میں مال ہیں۔

(دیکھئے کتب فقہ حنفی)

اعتراض نمبر ۲۵:

ابو عصمہ کا قول کہ ابو حنیفہ کہتے ہیں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے بالمشافہ کلام فرمایا

۳۲۸:... حدثنی أحمد بن عبد الله بن حنبل ابن عمی، ثنا محمد بن حميد، ثنا أبو تميلة، سمعت أبا عصمة وسئل كيف كلم الله عز وجل موسى تكليمًا؟ قال: مشافهة.

ترجمہ:... ابو عصمہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ اللہ رب العزت نے موسی علیہ السلام سے کیسے کلام فرمایا؟ تو انہوں نے کہا بالمشافہ (یعنی آمنے سامنے)

(کتاب السنہ، ج۱، ص ۲۰۸)

جواب:

کتاب السنہ کا محقق الدکتور محمد بن سعید بن سالم القحطانی اس قول کی سند کے متعلق فرماتے ہیں اسنادہ ضعیف یعنی اس قول کی سندیں ضعیف ہیں۔ (حاشیہ رقم نمبر ۳۲۸، ص ۲۰۸)

اعتراض نمبر ۲۶:

نعیم بن حماد کا قول کہ ابو حنیفہ کے نزدیک راویوں کا نام بدلنے میں کوئی حرج نہیں

۲٦٤:... حدثنی محمد بن هارون أبو نشیط، نا نعیم بن حماد، ثنا ابن عیینة عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید بحدیث قال سفیان فلما قدمت الکوفة سألونی عن الحدیث فقلت: هو جابر بن زید فقالوا إن أبا حنیفة رواه عن عمرو عن جابر بن عبد الله. فقلت: لا. إنما هو جابر بن زید، فأتوا أبا حنیفة فقالوا: إن ها هنا رجلاً عالمًا بحدیث عمرو، فقال: لا تبالوا ان شئتم صبروه جابر بن عبد الله وان شئتم صبروه جابر بن زید.

ترجمہ:... نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ ہمیں ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے انھوں نے جابر بن زید سے ایک حدیث روایت کی۔ سفیان کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ آیا تو انھوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا (پوچھا) تو میں نے کہا کہ وہ تو جابر بن زید ہیں تو انھوں نے کہا کہ ابو حنیفہ نے اس کو روایت کیا ہے عمرو بن دینار سے اور انھوں نے چلا جابر بن عبداللہ سے تو میں نے کہا۔ نہیں وہ تو جابر بن زید ہیں۔ تو وہ لوگ ابو حنیفہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہاں ایک آدمی ہے جو عمرو کی حدیث کر جانتا ہے۔ تو ابو حنیفہ نے کہا کہ تم کوئی پروانہ کرو۔

اگر چاہو تو اس کو جابر بن عبداللہ بناؤ اور اور اگر چاہو تو اس کو جابر بن زید بناؤ۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۱۷۷، الکامل فی الضعفاء الرجال ابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷۳)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی نعیم بن حماد ہے اور یہ مختلف راوی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ

کے ساتھ اس کا بغض مشہور ہے۔ اس لئے اس کی جرح قابل قبول نہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں اس کی تمام روایات جھوٹی ہیں۔
(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۶۹)

اعتراض نمبر ۲۷:

سعید الازرق کا خواب

۳۶۶:... حدثنی ابو بکر بن أبی عون المدینی، ثنا أبو بکر الردادی عن أبی حماد السقلبی قال: سمعت سعید الازرق یقول: رأیت کأنی علی قبر النبی صلی الله علیه وسلم وأنا أسوی التراب علیه إذ انشق القبر فخرج بأبی وأمی صلی الله علیه وسلم فجلس علی شفیر القبر فقلت: یا رسول الله بأبی أنت وأمی ادع الله لی بالشهادة فقال اللهم ارزق أبا عثمان الشهادة، ثم سکت هنیئة ثم قلت بأبی أنت وأمی یا نبی الله ادع الله لی بالشهادة قال: اللهم ارزق أبا عثمان الشهادة، ثم سکت هنیئة ثم قلت بأبی أنت وأمی یا نبی الله ادع لی بالشهادة قال: اللهم ارزق أبا عثمان الشهادة یا سعید إن تر ان ترد علی الحوض فلا تعملن بشیء من قول أبی حنیفة.

ترجمہ:... ابوحماد السقلبی کہتے ہیں کہ میں نے سعید الازرق کو کہتے ہوئے سنا گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس ہوں اور اس پر مٹی کو درست کر رہا ہوں (یعنی خواب میں) کہ اچانک قبر اقدس پھٹی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور قبر کے کنارے بیٹھ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ سے میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ ابو عثمان کو شہادت نصیب فرما۔" پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا اور عرض کی اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لیے اللہ سے شہادت کی دعا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ ابو عثمان کو

شہادت نصیب فرما۔'' پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لیے اللہ سے شہادت کی دعا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ ابو عثمان کو شہادت نصیب فرما۔''

پھر فرمایا اے سعید اگر تو چاہتا ہے کہ حوض کوثر میں میرے پاس لوٹے تو ابو حنیفہ کے قوال میں سے کسی قول پر کبھی بھی عمل نہ کرنا۔ (کتاب السنہ ج ا ص ۲۱۸)

جواب:

اس قول کی سند کے متعلق کتاب السنہ کا محقق لکھتا ہے۔ فی اسنادہ من لم اقف لہ علی ترجمۃ وہم سعید الازرق والسقلبی ہے والردادی یعنی اس قول کی سند میں ایسے راوی بھی موجود ہیں کہ جن کی حالات زندگی کے بارے میں مجھے واقفیت نہیں ہوئی (یعنی اس میں مجہول راوی موجود ہیں) اور وہ سعید الازرق ثعلبی اور ردادی ہیں۔

جب اس قول کی سند ہی صحیح نہیں تو اس کا کیا اعتبار رہا۔

اعتراض نمبر ۲۸:

ابو اسحاق فزاری کا قول کہ ابو حنیفہ نے سب کے ایمان کو مساوی کہا

۳۷۱:... وحدثني إبراهيم بن سعيد، نا أبو توبة عن أبي إسحاق الفزاري قال: كان أبو حنيفة يقول: إيمان إبليس وإيمان أبي بكر الصديق رضي الله عنه واحد، قال أبو بكر: يا رب، وقال إبليس: يا رب.

ترجمہ:... بواسحاق راوی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کہتے تھے کہ ابلیس کا ایمان اور ابو بکر کا ایمان ایک (جیسا) تھا ابو بکر نے بھی یارب کہا اور ابلیس نے بھی یارب کہا۔

(كتاب السنه ج١ ص ٢١٩، رقم ٣٧١، تاريخ بغداد ج ١٣، ص ٣٧٦، كتاب المعرفة والتاريخ ج٢ ص ٧٩١، الجرح على ابى حنيفه ص١٩، امام محمدى ص٥٩، الصحيفة من كلام ائمة الجرح والتعديل على الى حنيفة ص٥٦)

جواب:

اولاً تو یہ بھی امام ابوحنیفہ کے مخالفین کی کارستانی ہے۔ یہ بات کسی صحیح سند کے ساتھ امام صاحب سے مروی نہیں ہے۔

اس قول کی سند میں ایک راوی ابواسحاق الفزاری ہے جس کے بارے میں ابن سعد نے الطبقات الکبری میں کہا ہے کہ وہ حدیث میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ اور ابن قتیبہ نے المعارف میں کہا ہے کہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔

ابواسحاق الفرازی امام صاحب کے بارے میں زبان درازیاں کرتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے بھائی نے ابراہیم کی وزارت کے خلاف فتوی دیا تھا جو کہ منصور کے زمانے میں عہدہ دار تھا۔ تو وہ لڑائی میں قتل کر دیا گیا تو الفرازی نے اس ابراہیم کے شیخ امام ابوحنیفہ کے خلاف جہالت کی وجہ سے زبان درازی شروع کر دی جیسا کہ اس کی تفصیل ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل کے مقدمہ میں ہے۔ (ترجمہ تانیب الخطیب صفحہ۱۳۵. ملخصًا)

اعتراض نمبر۲۹:

حسن بن صالح کا امام ابوحنیفہ کے لئے دعا کرنا

۳۷۵: ... حدثنی عبد الرحمن بن صالح نا یحیی بن آدم قال: ذکر ابا حنیفة الحسن ابن صالح فقال: وددت انه وفق فاخبرت شریکاً فقال: لم قال وددت انه وفق؟ لا یتعلم مما یحسنون شیئاً.

ترجمہ:... یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ حسن بن صالح سے ابوحنیفہ کا تذکرہ کیا تو کہنے لگے کہ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ان کو توفیق ملے (اپنی اصلاح کی) تو میں نے شریک سے یہ بات کی تو انہوں نے کہا کہ (حسن بن صالح نے) کیوں یہ کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کو توفیق ملے؟ اسلئے کہ وہ (ابوحنیفہ) لوگوں کے احسانات کو نہیں سمجھتا تھا۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۲۰)

جواب:

(۱) حسن بن صالح کوفی امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں جیسا کہ عقود الجمان کے ص ۱۰۶ میں

لکھا ہے کہ لقی ابا حنیفه و اخذ عنه کہ حسن بن صالح نے حضرت امام ابوحنیفہ سے ملاقات کی ہے اور علم بھی اخذ کیا ہے۔

حسن بن صالح تو اپنے استاذ کی تعریف کرتے تھے۔

(۱) علامہ عبدالبر مالکی اپنی سند کے ساتھ یحیٰی بن آدم ہی سے ناقل ہیں کہ یحیٰی بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے کان النعمان بن ثابت فهما عالماً متشبتا فی علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلی الله علیه لم یعده الی غیره کہ نعمان بن ثابت سمجھ دار عالم ہیں اور علم میں مضبوط ہیں جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی ہے تو پھر کسی اور طرف توجہ نہیں کرتے۔ (الانتقاء ص ۱۹۸، ۱۹۹، ومناقب ذہبی ص ۱۸)

ابی القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد بن یحیی بن الحارث اسعدی المعروف ابن ابی العوم التوفی ۳۳۵ھ

(۲) حدثنی ابی قال حدثنی ابی قال حدثنی محمد بن احمد بن حماد قال حدثنی محمد بن حماد بن المبارك قال انبا ابو هشام الرفاعی قال ثنا یحیی بن آدم قال سمعت الحسن بن صالح یقول کان النعمان بن ثابت فهما بعلمه متشبتًا فیه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یعده الی غیره

(فضائل ابی حنیفة واخباره و مناقبه ص ۸۶ رقم نمبر ۱۱۹)

ترجمہ:... یحیٰی بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نعمان بن ثابت اپنے علم کے ساتھ خوب فہم وفراست کے بھی مالک تھے۔ اور ہر وقت علم کے ساتھ جڑے رہتے تھے۔ جب اُن کے پاس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح حدیث آجاتی تو اُس کے علاوہ کی طرف تجاوز نہ کرتے۔

اس قول میں دوسرا شخص شریک بن عبداللہ ہے یہ بھی کوفی ہے اور امام صاحب کا شاگرد ہے محدث صالحی شامی نے اپنی کتاب عقود الجمان ص ۱۱۸ پر اس کے متعلق لکھا۔ الکوفی

لقی ابا حنیفة واخذ عنه آپ کرفی ہیں اور امام ابوحنیفہ سے ملے ہیں اور ان سے علم بھی اخذ کیا ہے۔

شریک بن عبداللہ تو اپنے استاذ کی تعریف کرتے ہیں۔

محدث ابن ابی عوام لکھتے ہیں:

حدثنی ابی قال حدثنی ابی قال حدثنی محمد بن احمد بن حماد قال حدثنی محمد بن حماد بن المبارك قال حدثنی ابراهيم بن نوح الموصعي حدثنا الهيثم بن جميل قال سمعت شريك بن عبد الله النخعي يقول كان ابو حنيفة طويل الصمت، دائم الفكر كبير العقل قليل محادثة الناس.

(فضائل ابی حنیفة واخباره ومناقبه ص۴۸، رقم نمبر ۱۷)

ترجمہ:... ہیثم بن جمیل کہتے ہیں کہ میں نے شریک بن عبداللہ النخعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ ہمیشہ فکر مند رہتے، بڑی عقل والے تھے۔ لوگوں کے ساتھ کم ہی بولا کرتے تھے۔

اعتراض نمبر ۳۰:

ابوحمزہ السکری کا قول کہ ابوحنیفہ اپنی رائے بدلتے رہتے تھے

۳۷۹:... حدثنی هارون حدثنی عروة بن الخراسانی قال: سمعت أبا حمزة السكری يقول: قدمت على أبی حنيفة سألته عن مسائل ثم غبت عنه نحوا من عشرين سنة ثم أتيته فإذا هو قد رجع عن تلك المسائل، وقد افتيت بها الناس فقلت له فقال: إنا نرى الرأى ثم نرى غدا غيره فترجع عنه فقال: انت بعد ترتاد لدينك؟ بئس الرجل أنت أو كما قال.

ترجمہ:... ابوحمزہ سکری کہتے ہے کہ میں ابوحنیفہ کے پاس آیا اور کئی مسائل اُن سے پوچھے پھر میں تقریباً بیس سال تک غائب دیا پھر جب میں آیا تو انہوں نے ان مسائل سے رجوع کیا تھا حالانکہ میں نے لوگوں کو ان مسائل کے بارے میں فتوئی دیا تھا جب میں نے ان (ابوحنیفہ) کو یہ بات بتائی تو کہنے لگے کہ ہماری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل دوسری

الذی سمعت من ابی حنیفة احب إلیَّ من مائة ألف

(فضائل ابی حنیفة واخبارہ ومناقبه ص ۲۱۴، رقم نمبر ۴۲۷)

ترجمہ:...خالد بن صبیح کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمزہ السکری کو کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ بات (جو ابھی اوپر گزری) جو میں نے امام ابوحنیفہ سے سنی ہے مجھے ایک لاکھ (دراہم ودنانیر) سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس قول کے ہوتے ہوئے جرح والے قول کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ ویسے یہ بات اجتہادی مسائل کے متعلق ہے۔ اور فقہ کا یہ اصول ہے کہ حالات بدلنے سے مسائل بدل جاتے ہیں اس قول کو اسی پر معمول کرنا چاہیے۔

یہ بات اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب کسی مسئلہ پر اجتہاد ابھی جاری ہوتا تھا۔ جب کسی مسئلہ کی تحقیق ختم ہو جاتی اور اس کو لکھ لیا جاتا یا بحث مباحثہ ختم ہو جاتا۔ دین سے ہٹ جانا جب ثابت ہوتا ہے جب امام ابوحنیفہ سے دین کی کسی بنیادی بات کا انکار ثابت ہوتا۔ اس قول میں تو ایسی کسی بات کا اشارہ تک بھی نہیں معترض کو چاہیے تھا کہ ابوحنیفہ کی ایسی کوئی بات باسند پیش کرتا جو نہ کر سکا۔

اعتراض نمبر ۱۳۱:

ابوبکر بن عیاش نے امام ابوحنیفہ کو بددعا دی

۳۸۱:... حدثنی هارون بن سفیان حدثنی أسود بن سالم قال: کنت مع أبی بکر بن عیاش فی مسجد بنی أسید مما یلی القبلة فسأله رجل عن مسألة فقال رجل: قال أبو حنیفة کذا وکذا، فقال أبو بکر بن عیاش سود الله وجه أبی حنیفة ووجه من یقول بهذا.

ترجمہ:...اسود بن سالم کہتے ہیں کہ میں ابوبکر بن عیاش کے ساتھ مسجد بنی اسید میں قبلہ والی جانب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے کہا کہ ابوحنیفہ ایسے ایسے کہتے ہیں تو ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ اللہ ابوحنیفہ کے چہرے کو کالا کرے (بگاڑ دے) اور اس آدمی کا چہرہ بھی جو یہ کہتا

رائے سامنے آجاتی ہے۔ تو پہلی رائے سے ہم رجوع کرتے ہیں تو میں نے کہا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر پیچھے ہٹ جاتے ہو۔ بہت برے آدمی ہو تم او کما قال

(کتاب السنہ ج ۱، ص ۲۲۱)

جواب

ابوحمزہ السکری (یہ محمد بن میمون المروزی السکری ہیں) ان سے امام ابوحنیفہ کی تعریف و توثیق بڑے اچھے الفاظ میں موجود ہے۔ جس کو کئی محدثین نے اپنی اپنی سند سے نقل کیا ہے۔

ہم یہاں پر ابن ابی عوام سے آپ کا وہ قول نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

ابوالقاسم ابن ابی عوام لکھتے ہیں۔

حدثنی ابی قال حدثنی ابی قال حدثنی محمد بن احمد بن حماد قال حدثنی یعقوب بن اسحاق قال: سمعت محمود بن غیلان قال ثنا علی ابن الحسن بن شفیق قال سمعت ابا حمزة السکری یقول سمعت ابا حنیفة یقول اذا جاء الحدیث الصحیح الاسناد عن النبی صلی الله علیه وسلم اخذنا به واذا جاء عن اصحابه تخیرنا ولم نخرج من قولهم واذا جاء عن التابعین زاحمنا هم.

(فضائل ابی حنیفة واخباره ومناقبه ص۲۱٤، رقم نمبر ٤۲٦)

ترجمہ:... ابوحمزہ السکری کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند والی حدیث آجائے تو ہم اس کو لے لیتے ہیں اور اگر صحابہ کرام کا اثر آجائے تو ہم ایک صحابی کے اثر کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر تابعین سے کوئی اثر آجائے تو پھر ہم اجتہاد کرتے ہیں۔

ابوالقاسم ابن ابی عوام مزید لکھتے ہیں۔

حدثنی ابی قال حدثنی ابی قال حدثنی محمد بن احمد بن حماد قال حدثنی ابو یوسف قال ثنا ابن ابی رزمة محمد بن عبد العزیز قال حدثنی خالد بن صبیح قال سمعت السکری یعنی ابا حمزة . غیر مرة یقول هذا

(کتاب السنہ ج ا ص ۲۲۲ رقم نمبر ۳۸۱، تاریخ بغداد، ج ا، ص ۴۳۵، امام محمدی ص ۸۶، الصحیفہ ص ۶۳)

جواب:

ابو بکر بن عیاش نے امام ابو حنیفہ کی تعریف بھی کی ہے ہم یہاں پر ان کے چند تعریفی اقوال نقل کرتے ہیں:

(۱) صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی، متوفی ۵۶۸ھ لکھتے ہیں

ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے تمام فقہاء اور علماء سے افضل اور اعلی ہیں۔ (مناقب امام اعظم ص ۳۱۸)

(۲) حافظ الدین محمد بن محمد کردری لکھتے ہیں:

ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں:

میں نے محمد بن السائب الکلبی سے بارہا سنا ہے کہ ابو حنیفہ خدا کی رحمت ہیں۔

(مناقب کردری ص ۲۵)

(۳) علامہ ابن عبد البر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے ابو بکر بن عیاش کو امام ابو حنیفہ کے مداحین میں ذکر کیا ہے، دیکھئے (الانتقاء)

(۴) حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی دمشقی المتوفی ۹۴۲ھ نے اپنی کتاب "عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کے ص ۱۲۰ پر ابو بکر بن عیاش کو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ ابو بکر بن عیاش تو آپ کی تعریف کر رہے ہیں ایک قول میں فرمارہے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے تمام علماء فقہاء سے افضل ہیں دوسرے قول میں فرما رہے ہیں کہ خدا کی رحمت ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اپنے استاذ کے حق میں ایسی بد دعا کرے یا پھر دونوں قسم کے قولوں میں یہ تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ دعا والا قول شاگرد بننے سے پہلا کا ہو پھر آپ نے رجوع کر لیا ہو۔

دوسرا جواب:

اس قول میں نہ تو اس آدمی کا نام موجود ہے کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے ثقہ ہے یا ضعیف ہے اس کا کوئی اتا پتا نہیں ایسے شخص کو مجہول کہتے ہیں۔ دوسرے اس آدمی نے امام ابوحنیفہ کی بات نہیں بتائی کہ وہ کیا ہے جس کی وجہ سے ابوبکر بن عیاش نے آپ کو یہ دعا دی جب بات کا ہی پتہ نہیں تو کسی کو برا بھلا کہنا اور اس کو بد دعا دینا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔

اعتراض ۳۲:

مقری کا قول کہ ابوحنیفہ ارجاء کے قائل تھے

۳۸۶:... حدثني أبو الفضل نا إبراهيم بن شماس، نا أبو عبد الرحمن المقرئ، قال: كان والله أبو حنيفة مرجئًا ودعاني إلى الارجاء فأبيت عليه

ترجمہ:... ابوعبدالرحمٰن المقری کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابوحنیفہ مرجی تھے اور مجھے بھی ارجاء کی دعوت دی تو میں نے انکار کیا۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۲۳، رقم نمبر ۳۸۶، الکامل فی الضعفاء ابن عدی ج ۸ ص ۲۳۹، کتاب المجروحین ابن حبان ج ۲ ص ۴۱۲، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۱)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابوعبدالرحمٰن المقری ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہ کی مدح بھی ثابت ہے یہ آپ کی بہت تعریف وتوصیف بھی بیان کرتا ہے۔ دیکھئے ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۱۹۵، کشف الآثار شریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ حارثی ج ۱ ص ۵۹ تا ۶۲۔ ایسے راوی کی دونوں باتوں میں سے کس کو ترجیح دی جائے گی۔ لازمی بات ہے کہ توثیق والی بات کو ترجیح ہوگی اور الزام لگانے والی بات کو رد کیا جائے گا کیونکہ امام صاحب نہ تو خود مرجئ تھے اور نہ ہی آپ نے اس کی دعوت دی آپ سے مرجیہ کا رد صحیح سند سے ثابت ہے۔ لہذا یہ قول کسی طرح بھی درست نہیں۔

نیز المقری کے متعلق ابن ابی حاتم نے کہا کہ میرے باپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو

میرے باپ نے کہا کہ ہے تو ثقہ، پھر کہا گیا کہ کیا یہ حجت بھی ہے تو کہا کہ جب اس سے مالک یحییٰ بن کثیر اور اُسامہ روایت کریں تو حجت ہے۔ اس قول کی سند میں ان تینوں اماموں میں سے کسی نے بھی اس سے یہ قول نقل نہیں کیا اس لیے یہاں حجت نہیں۔

اعتراض نمبر۳۳:

امام مالک بن انس کا قول کہ ابوحنیفہ لاعلاج بیماری ہیں

۳۸۷:... اخبرت عن مطرف اليسارى الاصم عن مالك بن انس قال: الداء العضال اهلاك فى الدين أبو حنيفة الداء العضال.

ترجمہ:... مالک بن انس کہتے ہیں کہ لا علاج بیماری، دین میں ہلاکت ہے۔ ابوحنیفہ لاعلاج بیماری ہیں۔

(کتاب السنہ ج ا ص ۲۲۳، الکامل فی الضعفاء ابن عدی ج ۷، ص ۲۴۷۳، امام محمدی ص ۷۹، تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۲۰)

جواب:

یہ قول اُخبِرتُ یعنی مجہول کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس قول کا مرکزی راوی (جو عبداللہ کا استاد ہے) ساقط ہے۔ لہٰذا یہ قول قابل التفات نہیں ہے جیسا کہ کتاب السنہ کے محقق نے اس قول کے بارے میں لکھا ہے۔ فی اسناده من لا [یع]رف وهو شيخ المصنف

ترجمہ کہ اس کی اسناد میں غیر معروف راوی موجود ہے جو کہ مصنف کا شیخ ہے۔

اس لیے یہ قول قابل عمل نہیں۔

[اع]تراض نمبر۳۴:

[ام]ام مالک بن انسؒ کا قول کہ جس شہر میں ابوحنیفہ ہو اس میں رہنا نہیں چاہیے

۳۸[۸]:... حدثنى أبو الفضل الخراسانى، ثنا مسعود بن خلف قال: ثنا

ولید بن مسلم قال: قال لی مالك بن أنس یظهر ببلدکم کلام أبی حنیفة؟ قلت: نعم .قال: ما ینبغی لبلدکم ان یسکن.

ترجمہ:...ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھے مالک بن انس نے کہا کہ کیا تمہارے شہر میں ابوحنیفہ کے کلام کا چرچا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں تو کہنے لگے کہ تمہارے شہر میں رہنا مناسب نہیں ہے۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۲۴، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷۳، کتاب المجروحین ج ۲ ص ۲۱۹، کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۲۸۱، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۰، ۴۰۱، امام محمد ی ص ۷۹)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ولید بن مسلم ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

امام مروزی نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ ولید بن مسلم کثیر الخطاء ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ ابن معین نے کہا کہ میں نے ابومسہر سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ولید ابوالسفر سے اوزاعی کی روایات لیتا ہے اور ابوالسفر کذاب ہے۔

مومل بن اھاب نے ابومسہر سے روایت کی ہے کہ ولید بن مسلم اوزاعی کی حدیث جھوٹے لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ پھر تدلیس کرتا ہے اور اسے اوزاعی کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور ولید نے امام مالک سے دس احادیث ایسی روایت کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام احمد نے فرمایا کہ جو احادیث اس نے سنی تھیں اور جو نہیں سنی تھیں سب اس پر مخلوط ہو گئیں تھیں اور اس کی روایات منکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۹۹)

اس لیے یہ قول صحیح نہیں امام مالک پر بہتان ہے۔

اعتراض نمبر ۳۵:

محمد بن جابر کا قول کہ میں نے ابوحنیفہ کو کنکر مارا

۳۹۱:... حدثنی أبو الفضل، حدثنی مسعود بن خلف، حدثنی إسحاق بن عیسی، حدثنی محمد بن جابر قال سمعت أبا حنیفة یقول: اخطأ عمر

بن الخطاب، فأخذت كفا من حصى فضربت به وجهه.

ترجمہ:... محمد بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطاب نے غلطی کی تو میں نے ایک مٹھی میں کنکر لے کر ان کے چہرے پر مارا۔

(کتاب السنہ ج ۱، ص ۲۲۴)

جواب:

اس قول میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وہ بات نقل نہیں کی گئی جس کے متعلق امام ابوحنیفہ پر الزام لگایا جا رہا ہے کہ انھوں نے اس کو غلط کہا ہے۔

محمد بن جابر کو چاہیے تھا کہ پہلے حضرت عمرؓ کی وہ بات مکمل سند کے ساتھ ذکر کرتے تا کہ معلوم کیا جا سکتا کہ کسی بعد کے راوی نے تو یہ بات اپنی طرف سے گھڑ کر حضرت عمر پر نہ ڈال دی ہو۔ کیونکہ بہت سے راوی ایسے بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے بنیاد باتیں ڈال دیں۔ جن کو موضوع اور من گھڑت احادیث کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی راوی نے اسی طرح حضرت عمرؓ کے ذمہ اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی بات لگا دی ہو اور امام ابوحنیفہ نے اس کو غلط کہا ہو۔ امام ابوحنیفہ حضرت عمرؓ کے متعلق ایسی بات کہہ ہی نہیں سکتے اگر ہم امام ابوحنیفہ کی ایسی چیزوں کو بیان کرنا شروع کریں جو انہوں نے حضرات صحابہ کرام اور بالخصوص حضرت عمر کی شان میں بیان فرمائی ہیں تو یہ جواب بہت طویل ہو جائے گا۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجت مانتے ہیں اور ان کے اقوال سے باہر جانے کو ناجائز کہتے ہیں۔

(۱) علامہ وحید الزمان غیر مقلد امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کا قول تو یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے۔ اسی طرح صحابی کا قول بھی۔

(لغات الحدیث ج ۱، باب الجیم مع الھاء)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

بھلا وہ شخص جو صحابی کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو۔

وہ صحیح حدیث کو عمداً کسی طرح ترک کر سکتا ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۳۱۲)
خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ امام ربیع بن یونس سے نقل کیا ہے کہ ایک دن امام ابو حنیفہ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے، وہاں اس کے پاس ابن منصور بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خلیفہ سے آپ کے بارے میں کہنے لگے۔ یہ آج پوری دنیا کا بڑا عالم ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا، نعمان! آپ نے علم کن لوگوں سے سیکھا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔

عن اصحاب عمر عن عمرو عن اصحاب علي عن علي وعن اصحاب عبد الله عن عبدالله وما كان في وقت ابن عباس علي وجه الارض اعلم منه.

حضرت عمرؓ کا علم ان کے تلامذہ سے حضرت علیؓ کا علم ان کے تلامذہ سے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا علم ان کے تلامذہ سے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا علم ان کے تلامذہ سے اور حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔

خلیفہ منصور کہنے لگا لقد استو ثقت لنسفك آپ نے بڑا مضبوط علم حاصل کیا۔
(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۳۵)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ ان صحابہ کرام کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور حضرت عمر کے کئی شاگرد امام ابو حنیفہؒ کے استاذ ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت عمرؓ کے کسی ایسے فیصلہ یا قول یا عمل کو بلا وجہ رد کر دیں۔ یہ سب امام ابو حنیفہ کے دشمن لوگوں کا کام ہے جو ایسی باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

دوسرا جواب:

پھر اس روایت میں محمد بن جابر الیمامی الاعمی ہے جس کے بارے میں امام احمد نے کہا کہ اس سے صرف وہی آدمی حدیث بیان کرے گا جو اس سے بھی زیادہ شریر ہوگا۔ اور ابن معین اور نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (بحوالہ تانیب الخطیب ص ۲۸۱)

اعتراض نمبر ۳۶:

یوسف بن اسباط کا قول کہ ابو حنیفہ نے چار سو احادیث کا رد کیا ہے

۳۹۷: ... حدثني محمد بن هارون، نا أبو صالح قال: سمعت يوسف بن

إسباط يقول: لم يولد أبو حنيفة على الفطرة، قال: وسمعت يوسف يقول: رد أبو حنيفة أربعمائة أثر عن النبی صلی الله علیه وسلم.

ترجمہ:...ابوصالح فرماتے ہیں کہ یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی پیدائش فطرۃ (فطرۃ اسلام) پر نہیں ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے یوسف کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ نے نبی علیہ السلام کے ۴۰۰ آثار کو رد کر دیا۔

(کتاب السنہ ج۱ص ۲۲۵، تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۱۹، امام محمدی ص ۹۲)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی یوسف بن اسباط ہے۔ یہ راوی انتہائی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لسان المیزان میں کہتے ہیں۔ قال ابو حاتم لا یحتج بہ امام ابوحاتم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے، قال البخاری کان قد دفن کتبہ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کی کتابیں ضائع ہوگئی تھیں، قال ابن عدی فیخلط بما اخطاء ابن عدی نے فرمایا یہ روایت میں غلطی کرتا ہے اور کئی بار اس نے خطا کی ہے۔ (لسان المیزان ج ۶ ص ۳۱۷)

دوسرا راوی ابوصالح الفراء ہے۔ اس کے متعلق محدثین نے کہا ہے کہ بغیر کتاب کے وہ جو کچھ کہے قابل التفات نہیں۔ (بحوالہ تانیب الخطیب ص ۸۵،۱۷)

اعتراض نمبر ۳۷:

حماد بن ابی سلمہ کا قول کہ ابوحنیفہ سنن کو قیاس سے رد کرتے تھے

۲۴۰:... حدثنی أبی رحمه الله، حدثنا مؤمل بن إسماعيل قال: سمعت حماد بن سلمة ــــ وذكر أبا حنيفة ـ فقال: إن أبا حنيفة استقبل الآثار والسنن يردها برأيه.

ترجمہ:...مومل بن اسماعیل کہتے ہیں کہ حماد بن ابی سلمہ نے ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتے کہا کہ ابوحنیفہ آثار اور سنن کو قیاس سے رد کرتے تھے۔

(کتاب السنہ ج۱، ص۲۱۰، الکامل فی الضعفاء ابن عدی ج۷، ص۲۴۷۵، العلل و معرفۃ الرجال ص ۳۵۸۶)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے بعض ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ مگر امام بخاری نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے، امام ابوزرعہ نے فرمایا اس کی حدیث میں بہت غلطیاں ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۴، ص ۲۲۸)

اعتراض نمبر ۳۸:

وکیع بن الجراح کا قول کہ ابوحنیفہ کی رائے سے بچنا چاہیے

۴۰۴:... حدثت عن یزید بن عبد ربه قال: سمعت وکیع بن الجراح حین قدم علینا حمص سنة ثلاث وتسعین یقول: إیاکم ورأی أبی حنیفة فانی سمعته یقول: قبل أن نأخذ فی القیاس، البول فی المسجد أحسن من بعض القیاس.

ترجمہ:... یزید بن عبد ربہ کہتے ہیں کہ جب وکیع بن الجراح ہمارے پاس حمص شام میں ۹۳ھ تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمھیں ابوحنیفہ کی رائے سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب میں نے قیاس کو ابھی شروع نہیں کیا تھا۔ اس وقت میرے نزدیک مسجد میں پیشاب کرنا بعض قیاس سے اچھا تھا۔

(کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۲۷، رقم ۴۰۴، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷۶)

جواب:

اس قول میں تو امام صاحب کی تعریف ہے نہ کہ جرح۔ کیونکہ امام صاحب تو خود بعض قیاس کی قباحت اور برائی بیان کر رہے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ وہ بعض قیاس ایسے ہوں گے جو نص کے خلاف ہوں اور قرآن وسنت کے احکام کو رد کرنے کے لئے اگر کوئی شخص اپنی طرف سے ایسا قیاس کرے تو وہ مردود ہے۔ ایسے قیاس کو تو ہر مسلمان برا سمجھتا ہے وہ تو پھر امام اعظم تھے۔

جس طرح مسجد میں پیشاب کرنا برا ہے اسی طرح ایسا قیاس کرنا جس سے قرآن وسنت کو

جان بوجھ کر رد کر دیا جائے وہ بھی برا ہے۔

اعتراض نمبر ۳۹:

امام ابو یوسف کا قول کہ ابو حنیفہ نے سب سے پہلے قرآن کو مخلوق کہا

۲۳۶:.... حدثنی إسحاق بن عبد الرحمن عن حسن بن أبی مالك عن ابی یوسف قال: أول من قال القرآن مخلوق أبو حنیفة.

ترجمہ:... حسن بن ابی مالک امام ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ ابو حنیفہ ہیں۔

(کتاب السنہ ج ۱، ص ۱۸۳، کتاب المجروحین ابن حبان ج ۲۰ ص ۴۰۶)

جواب نمبر ۱:

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

ابو سلیمان جوزجانی اور معلیٰ بن منصور رازی کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، امام محمد اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا۔ یہ تو بشر مریسی اور ابن ابی داؤد کا قول ہے اور ان لوگوں نے اصحاب ابو حنیفہ کو بدنام کیا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۷، ۳۷۸)

جواب نمبر ۲:

اس قول کی سند میں اسحاق بن عبدالرحمٰن راوی مجہول ہے۔

جواب نمبر ۳:

علامہ کوثری لکھتے ہیں

اور مذاہب کی کتابوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے جس نے یہ نظریہ دیا وہ الجعد بن درہم ہے۔ پھر جہم بن صفوان پھر بشر بن غیاث جیسا کہ لالکائی الحافظ کی کتاب السنہ اور ابن ابی حاتم کی کتاب الرد علی الجہمیہ وغیرہ میں اس کی وضاحت ہے۔

(تانیب الخطیب مترجم ص ۸۹)

جواب:

عبداللہ بن احمد نے امام ابوحنیفہ کے خلاف آپ کے شاگرد خاص امام ابویوسف کا یہ قول تو نقل کر دیا مگر امام ابویوسف کے وہ اقوال جن سے امام ابوحنیفہ کی توثیق و تعدیل ثابت ہوتی ہے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہم پہلے امام ابویوسف کے توثیق و تعدیل والے اقوال میں کچھ نقل کرتے ہیں، بعد میں ان جرح والے اقوال پر بحث کریں گے ان شاء اللہ

امام ابوحنیفہ کی شان میں امام ابویوسف کے بعض اقوال

پہلا قول:

امام ابویوسف اپنے سے زیادہ امام ابوحنیفہ کو ماہر حدیث سمجھتے تھے۔

خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

و [illegible] بصر الحدیث الصحیح منی

کہ امام ابوحنیفہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھتے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۰، اخبار ابوحنیفہ واصحابہ ص ۲۵)

دوسرا قول:

اپنے ماں باپ سے پہلے ابوحنیفہ کے لیے دعا کرنا

ابویوسف کہتے ہیں میں اپنے ماں باپ سے پہلے امام صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۰)

تیسرا قول:

ابوحنیفہ حدیث پر عمل کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اعمش نے ابویوسف سے کہا کہ آپ کے استاد ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ کا قول عتق الامۃ طلاقھا (لونڈی کی آزادی اس کی طلاق ہے) کیوں چھوڑ دیا۔ جواب دیا اس حدیث کی وجہ سے جو آپ ابراہیم سے وہ اسود سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بریرہ آزاد ہوئیں تو انہیں (اپنا نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دیا گیا۔ امام

اعمش نے فرمایا کہ ابوحنیفہ بڑے شخص ہیں اور انہیں امام صاحب کا حدیث رسول کو اپنی رائے قیاس اور اپنے بزرگ استادوں کے قول پر مقدم کرنا بہت پسند آیا۔

(تاریخ: ادج ۱۳ اص ۳۴۰_۳۴۱، امام محمدی ص ۷۵)

چوتھا قول:

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو حدیث کی تفسیر امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہو۔

ابن ابی عوام المتوفی ۳۳۵ھ امام ابویوسف سے نقل کرتے ہیں:

ہمارا بسا اوقات (امام ابوحنیفہ کی غیر موجودگی میں) کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور امام ابوحنیفہ جب تشریف لے آتے تو ہم مسئلہ آپ سے پوچھتے آپ اس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیتے گویا آپ نے وہ مسئلہ اپنی جیب سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ نیز امام ابویوسف نے فرمایا کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا۔ جو حدیث کی تفسیر کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہو۔ (فضائل ابی حنیفہ واخبارہ ومناقب ص ۸۷، الانتقاء ص ۱۳۹)

پانچواں قول:

جو شخص امام ابوحنیفہ کو دین کے بارے میں واسطہ بنالے وہ بری الذمہ ہے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمری المتوفی ۴۳۶ھ امام ابویوسف سے نقل کرتے ہیں۔

جو شخص امام ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنالے گا وہ اپنے دین کے بارے میں بری الذمہ ہو جائے گا۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۸۳)

چھٹا قول:

صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ نقل کرتے ہیں۔

قاضی ابویوسف فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تفسیر، احادیث اور فقہ کی وضاحت میں امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (مناقب امام اعظم مترجم ص ۳۲۰)

ساتواں قول:

امام ابوحنیفہ ہماری غلطی کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔

قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ زندہ تھے تو ہم ہزاروں خطائیں کرتے تھے اب ہمیں اپنی خطائیں دکھائی دیتی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب ہماری خطا اور غلطی کو پکڑنے والا کوئی نہیں ہم جو کچھ کہہ دیتے ہیں لوگ اسے ہی سچ اور حق سمجھ لیتے ہیں۔

(مناقب امام اعظم مترجم ص ۳۳۰)

آٹھواں قول:

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر مجھے فقہی مسائل میں تسلی نہ ہوتی تھی۔ میں نے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں جانا شروع کیا تو دل بڑا مطمئن ہوا۔ ایک دن مجھے ابن ابی لیلیٰ ملے اور پوچھا تمہارے صاحب کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا وہ نہایت ہی متقی شخص ہیں اور فقہ میں ان کا جواب نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ان کی مجلس کو لازم کرلو اور وہاں سے غیر حاضر نہ ہوا کرو ان جیسا فقیہ اور عالم نہیں ملے گا۔

(مناقب امام اعظم مترجم ص ۳۲۷، ۳۲۸)

ناظرین ہم نے صرف آٹھ حوالے نقل کیے ہیں سمجھنے والوں کے لیے یہ ہی کافی ہیں جس نے نہیں ماننا اس کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف تو امام ابوحنیفہ کی تعریف کرتے تھے اور ساری دنیا ان کو امام ابوحنیفہ کا شاگرد مانتی ہے اور اپنے پرائے سب یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ابو یوسف حنفی تھے۔ اس لیے ابو یوسف کے ان اقوال کو تسلیم کیا جائے گا جو امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل پر دال ہیں اور جو جرح والے ہیں ان کو رد کر دیا جائے گا۔ امام ابو یوسف تو امام ابوحنیفہ کا دفاع کرتے تھے۔ دیکھئے کتاب الرد علی سیر الاوزاعی۔

اس کے علاوہ کتاب الآثار، کتاب الخراج، اختلاف ابی لیلیٰ وابی حنیفہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف نے اپنے استاذ امام ابوحنیفہ سے مروی احادیث وآثار اور آپ کے اقوال کو کس طرح جمع فرمایا ہے اور ان کو اپنے دوسرے استاذوں کے قول پر ترجیح بھی دی ہے۔

اب ہم اس قول کا جواب بھی عرض کر دیتے ہیں تا کہ ناظرین کی تسلی ہو جائے۔ اس قول

کے جواب میں۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں

ابوسلیمان جوز جانی اور معلیٰ بن منصور رازی کہتے ہیں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، امام محمد اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا۔ یہ تو بشر مریسی اور ابن ابی داود کا قول ہے۔ اور ان لوگوں نے اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام کیا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۷_۳۷۸)

جواب نمبر ۲:

علامہ کوثری لکھتے ہیں۔

اور مذاہب کی کتابوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے جس نے یہ نظریہ دیا وہ الجعد بن درہم ہے۔ پھر جہم بن صفوان پھر بشر بن غیاث جیسا کہ لالکائی الحافظ کی کتاب شرح السنہ اور ابن ابی حاتم کی کتاب الرد علی الجہمیہ وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے۔

(تانیب الخطیب اردو ص ۱۵۹)

جواب نمبر ۳:

اس قول کی سند میں اسحاق بن عبدالرحمٰن راوی مجہول ہے۔

جواب نمبر ۴:

کتاب السنہ نے امام ابو یوسف سے جو قول نقل کیا ہے یہی قول امام محمد بن خلف بن حیان المعروف بوکیع کی اخبار القضاۃ میں اس کے برعکس یوں منقول ہے۔

(۱) "اول من قال القرآن ليس بمخلوق ابو حنيفة"

(اخبار القضاۃ ص ۶۵۳)

کہ سب سے پہلے جس نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق نہیں وہ ابوحنیفہ ہیں۔

جواب نمبر ۵:

اسی طرح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے "مجموعۃ الرسائل والمسائل" میں تصریح فرمائی

ہے کہ امام ابوحنیفہ سمیت تمام ائمہ اربعہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے۔

جواب نمبر ۶:

شیخ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے امام ابوحنیفہ سے منسوب خلق قرآن کی ایک روایت کو ضعیف قرار دینے کے بعد لکھا ہے۔

لکن هناك فی التاریخ روایات اخری عدة ان ابا حنیفة کان یقول ان القرآن مخلوق الا انی وقعت فی بعضها فوجدته لا یخلو من قادح ولعل سائرها کذالك لا سیما وقد روی الخطیب عن الامام احمد انه قال: لم یصح عندنا ان ابا حنیفة کان یقول: القرآن مخلوق قلت هذا الظن بالامام ابی حنیفة وعلمه فان صح عنه خلافة فلعل ذالك کان قبل ان یناظرة ابویوسف، فلما ناظره والامر ما استمرنی مناظرته ستة اشهر اتفق معه اخیرا علی ان القرآن غیر مخلوق وان من قال القرآن مخلوق فهو کافر وهذا فی الواقع من الادله الکثیرة علی فضل ابی حنیفة فانه لم تاخذه العزة ولم یستکبر عن متابعة تلمیذه ابویوسف حین تبین له ان الحق معه فرحمه الله تعالی ورضی عنه (تحقیق مختصر العلو للذهبی ۱۵۶)

ترجمہ! لیکن تاریخ بغداد میں دیگر کئی روایات میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ لیکن میں نے ان میں سے بعض روایات کو بغور دیکھا تو ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں نکلی جس میں کوئی عیب نہ ہو اور ممکن ہے کہ یہ ساری روایات اسی طرح کی ہوں۔ خاص کر جب خطیب بغدادی نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں کہ امام صاحب خلق قرآن کے قائل تھے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ امام صاحب کی شخصیت اور آپ کے علمی مقام میں پیش نظر یہی گمان کیا جا سکتا ہے، اور اگر اس کے بالمقابل بات کہ ”امام ابوحنیفہ قرآن کو مخلوق کہتے تھے“ صحیح ہو تو پھر ممکن ہے کہ آپ کا امام ابویوسف سے مناظرہ کرنے سے پہلے کی بات ہو جیسا کہ

اس کتاب میں ثابت ہے اور امام صاحب اور امام ابو یوسف کا اس بات پر مناظرہ چھ (۶) ماہ تک چلتا رہا آخرکار دونوں حضرات اس بات پر متفق ہو گئے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔ اور جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا نظریہ رکھے وہ کافر ہے۔ درحقیقت یہ واقعہ بھی امام ابوحنیفہ کے فضائل کی دیگر ادلہ کی طرح دلیل ہے کہ امام صاحب نے اس کو اپنی عزت کا مسئلہ نہیں بنایا اور نہ ہی اپنے شاگرد امام ابو یوسف کی بات ماننے سے تکبر کیا جب آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ حق امام ابو یوسف کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔

جواب نمبر ۷:

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف لکھتے ہیں

صحیح یہ ہے کہ امام صاحب صراحۃً قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے جیسا کہ کتاب الاسماء للبیہقی اور شرح فقہ اکبر ص ۳۱ میں ہے۔ (حاشیہ حضرت امام ابوحنیفہ ص ۳۲۷)

کتاب الاسماء والصفات میں امام ابو یوسف سے بروایت ثقات مذکور ہے۔

كلمت ابا حنيفة فى ان القرآن مخلوق أم لا فاتفق رايه برأيى على ان من قال: القرآن مخلوق فهو كافر رواة هذا كلهم ثقات

(كتاب الاسماء و الصفات ص ۱۸۸ طبع هذا)

ترجمہ: کہ میں نے ابوحنیفہ سے قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں گفتگو کی ہم دونوں کی رائے یہ ٹھہری کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے۔ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

اسی طرح امام محمد سے بھی منقول ہے

من قال القرآن مخلوق فلا تصل خلفه (ايضًا)

کہ جو خلق قرآن کا قائل ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد خاص مولانا عبد السلام مبارکپوری نے بتصریح لکھا ہے کہ یہ فتنہ (خلق قرآن کا) ۲۱۸ھ سے شروع ہو کر ۲۲۸ھ تک

نہایت زور پر رہا۔ (سیرۃ امام بخاری ص ۲۷۸)

اب سوچنا یہ ہے کہ امام صاحب کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے تو یہ فتنہ شروع ہی آپ کی وفات کے بعد ہوا ہے تو پھر آپ کو خلق قرآن کے قائلین میں شمار کرنا بلکہ آپ کو اس فتنہ کا بانی کہنا سوائے تعصب کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

اعتراض نمبر ۴۰:

امام اوزاعی کا قول کہ ابو حنیفہ احکام اسلام کو توڑنے والا ہے

۲٤٦ :... حدثني ابو الفضل الخراساني، حدثنا سُنيد بن داود عن محمد بن كثير المصيصي قال: ذكر الاوزاعي ابا حنيفة فقال: هو ينقض عرى الاسلام عروة عروة. (کتاب السنہ ج۱ ص ۱۸۶)

ترجمہ:... محمد بن کثیر مصیصی کہتے ہیں کہ اوزاعی نے ابو حنیفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اسلام کے کڑوں کو ایک ایک کر کے توڑتا ہے۔

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی سنید بن داود ہے یہ ضعیف ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ج۲ ص ۲۳۶)